سعادت حسن منٹو

نیلی رگیں

نیلی رگیں

(منٹو کے ڈرامے)

سعادت حسن منٹو

ساقی بک ڈپو۔ دہلی

(اس سے پیشتر یہ مجموعہ بعنوان "منٹو کے ڈرامے" شائع ہوا تھا)

قیمت :- پینتیس (۳۵) روپے

Rs. 35/=

نام کتاب: نیلی رگیں
مصنف: سعادت حسن منٹو
جدید ایڈیشن: ۱۹۸۶ء
طابع: جمال پرنٹنگ پریس دلی

ناشر

ساقی بک ڈپو۔ اُردو بازار، دہلی ۱۱۰۰۰۶

NEELI RAGEN — SADAT HASAN MANTO

میں اپنے ریڈیائی ڈراموں کے اس مجموعے کو ذیل کے آرٹسٹوں کے نام معنون کرتا ہوں۔

ایس۔ایس۔ایس ٹھاکر
تاج محمد
محمد حسین
بی۔این متّل
رندھیر سنگھ
حافظ عبدالرحمٰن ریحان
ثمینہ خاتون
قمر آرا بیگم
خورشید بیگم
اختری بیگم

میں نے یہ ڈرامے لکھے، ان آرٹسٹوں نے آپ تک پہونچائے!

فہرس

پیش لفظ	۷
نیلی رگیں	۹
کبوتری	۲۳
انتظار	۴۹
انتظار کا دوسرا رخ	۶۵
کمرہ نمبر ۹	۸۳
ٹیڑھی لکیر	۱۰۷
جیب کترا	۱۲۵
عید کارڈ	۱۴۷
اکیلی	۱۵۹
جرنلسٹ	۱۸۵

ساڑھی	۲۰۹
نقش فریادی	۲۲۱
بیمار	۲۵۳
جرم اور سزا	۲۶۹
کیا میں اندر آسکتا ہوں	۲۸۷
تحفہ	۳۰۱
سلیمہ	۳۲۵
ہتک	۳۴۳

پیش لفظ

میں اس وقت تک سو سے اوپر ریڈیائی فیچر اور ڈرامے لکھ چکا ہوں۔ جو آل انڈیا ریڈیو کے مختلف اسٹیشنوں سے براڈ کاسٹ ہو چکے ہیں۔ اس مجموعے میں صرف اٹھارہ ڈرامے پیش کئے گئے ہیں۔ ان کی ٹکنیک جیسا کہ آپ کو ان کے مطالعے سے معلوم ہوگا۔ عام ریڈیائی ڈراموں سے مختلف ہے۔ مناظر کی تبدیلی میں جو دقت پیش آتی تھی۔ میں نے چند طریقوں سے دور کرنے کی سعی کی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ طریقے پیشہ ور نقادوں اور قدامت پرست تمثیل نگاروں کو پسند نہیں آئیں گے مگر ان کی حرف گیری اس وقت تک بالکل فضول ہوگی۔ جب تک ان دقتوں کو دور کرنے کے لئے نئے طریقے ایجاد نہ ہوں، جو ریڈیائی ڈرامے لکھنے میں پیش آتی ہیں۔

میں چونکہ اس میدان میں سب سے آگے ہوں اس لئے مجھے یقین ہے کہ مبتدی اور غیر مبتدی ڈرامہ نویس دونوں میرے یہ اٹھارہ ڈرامے پڑھ کر مفید معلومات حاصل کریں گے ـــ اور بھی اچھا ہو گا اگر یہ لوگ میرے ڈرامے ریڈیو پر بھی سنیں ـ اس سے وہ میرے محاسن اور اپنے عیوب اچھی طرح معلوم کر سکیں گے ـ میں اسی طریقے سے اپنے عیب معلوم کرتا رہا ہوں ـ

پڑھنے والوں سے میری درخواست ہے کہ وہ ان ڈراموں کو خاص ریڈیائی ڈرامے سمجھ کر پڑھیں ـ اس طرح وہ زیادہ لطف حاصل کریں گے ـ

بعض ڈراموں کے متن میں مجھے چند تبدیلیاں کرنا پڑی ہیں ـ بلکہ یوں کہئے کہ وہ تبدیلیاں جو براڈ کاسٹ کرتے وقت خاص مصلحتوں کی بنا پر کی گئی تھیں میں نے ان ڈراموں میں نہیں رہنے دیں البتہ اگر آپ کبھی یہ ڈرامے ریڈیو پر سنیں گے تو ان میں یہ تبدیلیاں ضرور ہوں گی ـ

سعادت حسن منٹو

نیلی رگیں

افراد

سعید	(شاعر ـ آواز میں جذبات کا ہجوم ـ خوش گفتار)
کرشن	(سعید کا دوست)
ثریا	(ایک اجنبی عورت ـ متلون مزاج)

سعید :ـ (ذیل کے اشعار پڑھتا ہے)

مرمریں پیکر پہ نیلم کے خطوط
سرد ہے دنیائے خواب
میرے برفانی تصور میں مگر

بہہ رہا ہے نیلگوں سیماب سا
جس طرح ساری ہو قلب و روح میں
اک حسیں افعی کا زہر
چاند جس طرح نیلی شعاعوں کی جھلک
مرمریں پیکر پہ نیلے کے خطوط

کرشن :۔ تم اب دن بدن شاعر ہوتے چلے جا رہے ہو۔

سعید :۔ مجھے بھی یہی محسوس ہوتا ہے ـــــ ان نیلی رگوں نے مجھے شاعر بنا دیا ہے میرے ذہن کی ہر سلوٹ میں یہ رگیں رینگتی رینگتی پہنچ گئی ہیں (کرشن سے شدت کے ساتھ مخاطب ہو کر) ـــ کرشن! تم نے کبھی کسی عورت کے ٹھنڈے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دبائے ہیں۔

کرشن :۔ ٹھنڈے ہاتھ .....؟

سعید : ٹھیرو! مجھے اپنا فقرہ درست کر لینے دو پھر جواب دینا ـــــ! اب بتاؤ کیا تم نے کبھی کسی اجنبی عورت کے ٹھنڈے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دبائے ہیں ـــــ ایسے ہاتھ جو چاند کی طرح خنک ہوں ـــــ کسی اجنبی عورت کے ہاتھ جو تمہاری زندگی میں یوں داخل ہوں جیسے رات کے سنسان اندھیرے میں کوئی جگنو بھٹکتا ہوا آنکلے۔

کرشن :۔ (مذاق کے طور پر) اپنی دم میں لالٹین باندھے ـــــ نہیں ـــــ چاند کی ڈلی چوستا ہوا ادھر آنکلے (ہنستا ہے) تمہیں آج کیا ہو گیا ہے سعید ـــ یہ ٹھنڈی یخ عورت تمہاری زندگی میں کب داخل ہوئی ـــــ اگر سامنے

انگیٹھی میں دہکتے ہوئے کوئلے واقعی گرم ہیں تو جناب کو معلوم ہونا چاہیے کہ آج دسمبر کی ایک سرد رات ہے اور سرد راتوں میں برف کوئی نہیں پیتا۔ شراب تک کو اس کی سرد آغوش سے دور رکھا جاتا ہے ـــــ مگر میں تو سبق پڑھانے لگا ـــــ بتاؤ یہ سرد ہاتھوں والی عورت کون تھی؟

سعید :۔ سرد ہاتھوں والی اجنبی عورت کہو ـــــ اجنبی (آہ بھر کر) ....کرشن تم نہیں جانتے یہ اجنبیت کس قدر پر لطف شے ہے۔ سوچو تو اگر خدا بھی ہمارے دیس کا ہوتا ـــــ ہمارا دیکھا بھالا ہوتا تو ..... تو اس کی خدائی کیسی ہوتی ـــ اجنبیت کیا ہے۔ نہیں، تم نہیں سمجھ سکتے .....اجنبیت ..... (وقفہ) ..... کبھی کبھی ہمارا جسم تالاب کے ٹھیرے ہوئے پانی کی طرح جس کی سطح پر کوئی اڑتا اڑتا پتا آن گرے یہ کپکپاہٹ جس کا کچھ مطلب ہوتا ہے اور کچھ مطلب نہیں ہوتا۔ یہ کپکپاہٹ جو سرد اور گرم لہروں کا الجھاؤ سا ہوتا ہے۔

(وقفہ) نہیں ـــــ اجنبی عورت کی اجنبیت اس سے زیادہ اجنبی ہوتی ہے۔

کرشن :۔ (مذاقیہ انداز میں) ٹھنڈے ہاتھوں والی اجنبی عورت کی اجنبیت ظاہر ہے اس سے بھی زیادہ اجنبی ہوتی ہوگی اور سرد بھی۔

سعید :۔ (کھوئے ہوئے انداز میں) گورے گورے ٹھنڈے ہاتھ اور ان پر پھیلی ہوئی نیلی رگیں جیسے برف میں نیلم کی لکیریں ـــــ ان نیلی رگوں میں کہیں کہیں ہانپتی ہوئی بلبل کے سینے کی سی پھڑپھڑاہٹ ..... نہیں میں کہیں بہک نہ جاؤں۔

کرشن :۔ آپ کو یہ اندیشہ بہت بعد میں ہوا ہے ـــــ آپ بہک چکے ہیں۔ نہیں پگھلے ہوئے ہیں۔

سعید :۔ یہ سن کر مجھے تعجب نہیں ہوا ـــ جب تک اس دنیا میں عورت، شراب اور پھول موجود ہیں۔ انسان ضرور بہکیں گے اور بہکا ہوا انسان عورت، شراب اور پھول سے زیادہ خوبصورت ہوتا ہے۔

موسیقی دھیمے دھیمے سُر جن میں انبساط کروٹیں لے ـــ ایسا انبساط جس میں دبے دبے درد کی جھلک بھی ہو ـــ عورت کی ہنسی بکھر سی جائے۔ یہ ہنسی معصوم رہو ـــ چند لمحات تک یہ نغمہ جاری رہے اور آہستہ آہستہ دھیما ہو کر بیک گراؤنڈ میں چلا جائے۔

ثریا :۔ میں بہک رہی ہوں۔

سعید :۔ تمہاری زندگی یہ لباس پہن رہی ہے۔

ثریا :۔ مجھے حجاب محسوس ہوتا ہے۔

سعید :۔ یہ نئے کپڑوں کا قصور ہے۔

ثریا :۔ اُف میرے ہاتھ کتنے ٹھنڈے ہیں

سعید :۔ میرے ہاتھوں میں دے دو..... جوانی کے خیالوں کی سی گرمی تمہاں میں پاؤ گی۔

(ثریا سردی کے باعث سی سی کرتی ہے)

ا۔ آہ ـــ تمہارے ہاتھ ـــ گرم ہیں ..... ماں کی گود کی طرح ... مجھے یاد ہے میری ماں بھی ہوا کرتی تھی ـــ

سعید :۔ ایک میری بھی تھی ـــ مائیں سب کی ہوتی ہیں مگر مصیبت یہ ہے ان میں سے اکثر مر جاتی ہیں ـــ میری ماں کو مرے اتنے ہی برس ہو گئے ہیں۔ جتنے مجھے زندہ رہتے۔

ثریا :۔ (ہلکی سی ہنسی) تم ـــ تم ـــ تم دلچسپ آدمی ہو ـــ تمہارا نام کیا ہے؟

سعید :۔ میرا نام ـــ بھئی حد ہو گئی ـــ پہلے تم اپنا بتاؤ۔

ثریا :۔ (سی سی کرتی ہے) سردی زیادہ ہو گئی ہے۔

سعید :۔ انگیٹھی میں کوئلے اور ڈال دیتا ہوں۔

ثریا :۔ ختم ہو گئے تو کیا کرو گے۔

سعید :۔ کچھ بھی نہیں، ختم ہو جائیں گے تو ـــ ختم ہو جائیں گے ـــ (وقفہ) لیکن میرے پاس کاغذوں کا ایک انبار موجود ہے۔ اس کو جلانا شروع کر دوں گا۔

ثریا :۔ لیکن ان کاغذوں پر تو شعر لکھے ہوئے ہیں۔

سعید :۔ اسی لیے تو کہتا ہوں کہ جلانے کے لیے اچھے رہیں گے۔ تمہارے آنے سے پہلے میں ان شعروں کو بہت سنبھال سنبھال کے رکھتا تھا یہ تمہارے آنے پر معلوم ہوا کہ ان میں سے ہر ایک لکڑی کا کھلونا ہے ـــ لکڑی جلانے ہی کے کام تو آتی ہے۔

ثریا :۔ دھواں دے گی۔

سعید :۔ (وقفہ) ..... تمہارا نام کیا ہے؟

ثریا :۔ میرا نام ـــ میرا نام ـــ دیکھو تم نے ابھی تک انگیٹھی میں کوئلے نہیں ڈالے

میں یہ سردی برداشت نہیں کر سکتی ـــــ میرے ہاتھ ـــــ دیکھو میرے ہاتھ پھر یخ ہو گئے ـــــ لاؤ مجھے اپنے ہاتھ دو ـــــ کہاں ہیں تمہارے ہاتھ۔

سعید:۔ یہ رہے ـــــ اوہ ـــــ کمرے میں روشنی نہیں ہے ـــــ ٹھیک، لالٹین کونے میں پڑی ہے۔ اس کی کپتی کا تلا ٹوٹ گیا تھا ـــــ لیکن پھر میں اس اندھیرے میں تمہیں دیکھتا کیسے رہا ـــــ بخدا تمہارے چہرے کا ایک ایک خط میں نے غور سے دیکھا ہے ـــــ تمہارا تِل .....

ثریا:۔ کہاں پر ہے یہ میرا تِل؟

سعید:۔ گویا میں نے دیکھا ہی نہیں ـــــ میں سچ کہتا ہوں۔ ابھی ابھی تمہارا یہ تِل چمک رہا تھا ـــــ کہاں پر تھا؟ ہونٹوں کی اختتامی نکون کے اوپر۔ دائیں آنکھ کی پتلی کی سیدھ میں یعنی اوپر سے اگر عمود گرایا جائے تو اس تل کو ضرور چھوئے ـــــ کیا غلط کہتا ہوں؟

ثریا:۔ بالکل غلط۔

سعید:۔ تو پھر میں نے کہاں دیکھا تھا۔

ثریا:۔ یہ تِل ٹھیک اسی جگہ تمہارے چہرے پر ہے۔

سعید:۔ میرے چہرے پر؟ ـــــ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ـــــ لیکن ارے ـــــ تم شاید ٹھیک کہتی ہو۔ اب مجھے یاد آیا۔ یہ تل میرے ہی چہرے پر ہے۔ کل جب تم برفانی رات میں مجھ سے ملی تھیں اور میں نے ماچس جلا کر تمہاری طرف دیکھا تھا تو مجھے تمہارے ہونٹوں کے اختتامی کونوں کے اوپر کی جگہ بہت پسند آئی تھی۔ اور میں نے سوچا تھا کہ اگر وہ تل میرے

چہرے پر بیکار پڑا ہے اڑ کر وہاں چلا جائے تو کیسا بھلا معلوم ہو ـــــ (وقفہ) وہاں تل ضرور ہونا چاہیئے۔ خواہ میرا ہو یا تمہارا اپنا۔

ثریا:۔ وہاں تِل کا ہونا ضروری کیوں ہے؟

سعید:۔ ارے بھئی۔ وہاں تل کا ہونا اشد ضروری ہے اب میں تمہیں کیسے سمجھاؤں۔ دیکھو..... ٹھیرو۔ میں تمہیں تصویر بنا کر سمجھاتا ہوں ـــــ لیکن تم دیکھو گی کیسے؟ ـــــ یہاں تو سخت اندھیرا ہے ـــــ اب میں تمہیں کیسے سمجھاؤں ـــــ تل کا ہونا وہاں بہت ضروری ہے ـــــ یعنی مجھے سخت روحانی کوفت ہوگی۔ اگر وہاں تل نہ ہوا۔

ثریا:۔ تمہیں روحانی کوفت نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ تل وہاں موجود ہے۔

سعید:۔ ہونا چاہیئے تھا..... اگر نہ ہوتا تو بھی ہوتا (وقفہ)..... لیکن..... لیکن تم نے جھوٹ کیوں بولا۔

ثریا:۔ اس لیے کہ یہ تل سے زیادہ خوبصورت چیز ہے ـــــ میرا دل چاہتا تھا کہ تمہیں چھیڑوں..... میں بڑی شریر ہوں (ہنسی)

سعید:۔ تمہیں جھوٹ نہیں بولنا چاہیئے ـــــ داناؤں نے کہا ہے کہ جھوٹ نقصان دہ ہوتا ہے۔

ثریا:۔ یہ سب سے بڑا اور سب سے خوبصورت جھوٹ ہے جو داناؤں نے بولا ـــــ لیکن میں پوچھتی ہوں تم نے جھوٹ کیوں بولا؟ ابھی ابھی تم کہہ رہے تھے کہ تمہارے ہونٹوں کے اوپر واقعی ایک تل موجود ہے..... کیا میں دیکھ سکتی ہوں۔

سعید:۔ (بوکھلا کر) بھی نہیں ہوگا اور بہت ممکن ہے کہ ہو ـــــ بہر حال کہیں نہ کہیں ضرور ہے ـــــ بات یہ ہے کہ میں اپنا چہرہ بہت کم دیکھا کرتا ہوں آئینے سے مجھے نفرت ہے۔ اس میں اصلی شکل نظر نہیں آتی ـــــ میں نے جب اپنا چہرہ اس میں دیکھا مجھے ایسا لگا کہ اس پر کسی نے قلعی کر دی ہے لعنت بھیجو ایسی واہیات چیز پر ـــــ جب آئینہ نہیں تھا۔ لوگ زیادہ خوبصورت تھے اب آئینہ موجود ہے۔ مگر لوگ خوبصورت نہیں رہے۔ (وقفہ)

ثریا:۔ سردی ناقابل برداشت ہوگئی ہے ـــــ کوئلے ختم ہو گئے تو؟

سعید:۔ (اپنے خیال میں) ..... تو میں آئینے جلانا شروع کر دوں گا۔

ثریا:۔ آئینے؟

سعید:۔ اور کیا ـــــ نہیں میں بھولا ـــــ آئینے نہیں۔ وہ کاغذ جن پر میں نے شعر لکھے ہیں ـــــ یہ شعر آئینوں سے بھی بدتر ہیں۔

ثریا:۔ (ہنستی ہے) ـــــ تم بہت دلچسپ آدمی ہو ـــــ میں بہت خوش ہوں ـــــ لیکن کوئلے؟

(ایسا نغمہ شروع ہو جس کے سُر شروع شروع میں بلند ہوں مگر بیچ بیچ میں دھیمے ہو جائیں۔ ایسا معلوم ہو کہ سازوں میں سُر باقی نہیں رہے۔ موسیقی کے اس ٹکڑے کے دوران میں کہیں کہیں یہ آواز آتی رہے "لیکن کوئلے ـــــ لیکن کوئلے ـــــ" یہ آواز سعید کی ہو۔)

سعید:۔ ..... لیکن کوئلے ـــــ لیکن کوئلے ـــــ کتنا اہم سوال ہے۔ (وقفہ) کرشن یہ شاعری سب بکواس ہے آدھ سیر کوئلے شاعر کے دو دیوانوں کے مقابلے میں زیادہ دیر تک جلتے ہیں اور زیادہ گرمی پہنچاتے ہیں ـــــ ٹھنڈے ٹھنڈے گورے ہاتھ جن پر نیلی لکیروں کا جال سا بنا ہو ضرور گرم ہونے چاہئیں۔

کرشن:۔ ضرور گرم ہونے چاہئیں ـــــ تمہارے چار دیوان کیا ان دو ہاتھوں کو گرم نہیں کر سکے

سعید:۔ (آہ بھر کر) نہیں ـــــ کاش میں نے شاعری کے بجائے کوئلے چننے کا کام کیا ہوتا۔ اب تک میں نے چار بوریاں بھر لی ہوتیں ..... (وقفہ)

کرشن:۔ کس سوچ میں پڑ گئے۔

سعید:۔ سوچ رہا تھا اگر چار بوریاں کوئلوں سے بھر لی ہوتیں تو اس عورت کو شعروں کی ضرورت ہوتی ـــــ ٹھنڈے شعروں کی ـــــ میں ایسی کئی عورتوں کو جانتا ہوں جو شعروں کو ملائی برف کی طرح پلیٹ میں ڈال کر چمچے سے کھانا پسند کرتی ہیں ـــــ (وقفہ) عورت نرالی ہے یا وہ جو عورتوں کو بناتا ہے، نرالا ہے۔

کرشن:۔ دونوں نرالے ہیں۔ اس لئے کہ دونوں ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں۔

سعید:۔ لیکن لوگ کہتے ہیں کہ شاعر دونوں کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔

کرشن:۔ یہ بھی شاعری ہے۔

سعید:۔ لیکن مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں نے عورت کو سمجھنے کا گُر پا لیا ہے۔

کرشن :۔ بتاؤ وہ گر کیا ہے۔

سعید :۔ اس کو سمجھنے کی کوشش ہی نہ کی جائے۔

(دونوں ہنستے ہیں ـــــ اس ہنسی کے ساتھ ہی طرب انگیز موسیقی کا ٹکڑا شروع ہو۔ آخر میں ثریا کے ہنسنے کی آواز آئے)

ثریا :۔ تم مجھے سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔

سعید :۔ ہر شے جو میرے گرد و پیش ہے یہ کہتی ہے مجھے سمجھو ـــــ اس انگیٹھی کا ہر بجھتا ہوا کوئلہ بھی یہی کہتا ہے مجھے سمجھو ـــــ دور آسمان پر ٹھٹھرے ہوئے تارے بھی اسی تمنا میں ٹمٹما رہے ہیں ـــ چاند ـــــ یہ نقرئی طشتری میں جما ہوا پانی۔ یہ بھی تو کہتا ہے مجھے سمجھو ـــــ اور تمہارے ٹھنڈے ٹھنڈے ہاتھوں پر یہ نیلی نیلی رگیں جو کنوارے خیالوں کی طرح معصوم ہیں ـــــ کیا ان کو سمجھنے کی کوشش نہ کرنی چاہیئے۔

ثریا :۔ کھڑکی بند کر دو ـــــ چاند کی شعاعیں سردی میں اضافہ کر رہی ہیں... کوئلے؟..... بس یہ آخری کوئلے تھے کیا؟

سعید :۔ ہاں ـــــ آخری تھے۔

ثریا :۔ تو اب کیا ہو گا ـــــ سعید ـــــ میرے ہاتھ ـــــ ہائے میرے ہاتھوں کا کیا ہو گا۔

سعید :۔ میرا نام تمہیں کیسے معلوم ہوا۔

ثریا :۔ کیا تمہارا نام سعید ہے۔

سعید :۔ سعید ہی تو ہے ـــــ اور ہو بھی کیا سکتا ہے پر تمہیں کیسے معلوم ہوا۔

ثریا :۔ (ہنستی ہے) ایک نجومی نے مجھ سے کہا تھا ان سردیوں میں تیری زندگی کے اندر ایک ساعتِ سعید آئے گی ـــــ یہ چند گھڑیاں جن میں میرے ٹھٹھرے ہوئے ہاتھ آگ تاپتے رہے ہیں۔

سعید :۔ ثریا ـــــ ثریا ـــــ (رک کر) ..... کاش میرے پاس اور کوئلے ہوتے۔

ثریا :۔ (چونک کر) لیکن یہ تو میرا نام ہے ـــــ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میرا نام ثریا ہے۔

سعید :۔ یہ تارہ بہت سوچا ہے۔ ناقابل رسا اور بہت خوبصورت ـــــ

ثریا :۔ کیا میں خوبصورت ہوں؟

سعید :۔ خوبصورت بھی اور ناقابل رسا بھی۔

ثریا :۔ خوبصورت عورتوں سے تو لوگ محبت کرتے آئے ہیں۔ تم مجھ سے محبت کیوں نہیں کرتے (بدلے ہوئے لہجے میں)..... تم نے اب تک یہ راز مجھ سے کیوں چھپائے رکھا کہ میں خوبصورت ہوں ..... آج جب کہ کوئلے ختم ہو چکے ہیں اور میری انگلیاں برف کی ڈلیاں بن رہی تم نے مجھے بتایا ہے کہ میں خوبصورت ہوں ـــــ میں خوش نہیں ہوئی ـــــ میں تم سے ناراض ہو رہی ہوں ـــــ سچ کہتی ہوں۔ تم سے ناراض ہونے کے لئے میں نے اپنے آپ کو بالکل تیار کر لیا ہے ـــــ میں عنقریب تم سے بگڑنے والی ہوں ـــــ (وقفہ ـــــ لہجہ بدل جاتا ہے)

اچھا یہ بتاؤ۔ میں کتنی خوبصورت ہوں ـــــ تمہیں اندازہ تو ہوگا

سعید :۔ (توقف کے بعد) ..... کاغذ جلا دوں ـــــ کوئلے بجھ رہے ہیں۔

ثریا :۔ پہلے یہ بتاؤ۔ میں کتنی خوبصورت ہوں ..... تمہیں میری جان کی قسم ٹھیک ٹھیک بتاؤ۔ میں کتنی خوبصورت ہوں۔

(چند لمحات کے لئے خاموشی)

ثریا :۔ بتاتے کیوں نہیں ـــــ (وقفہ) ..... آہ ۔ میں سمجھ گئی ..... تم کبھی نہیں بتاؤ گے ۔ تم نہیں چاہتے کہ مجھے اپنے حسن کا ٹھیک اندازہ ہو۔ ..... تم ..... تم حاسد ہو ..... چونکہ آج تک کوئی خوبصورت عورت تمہاری زندگی میں نہیں آئی اس لئے تم چاہتے ہو کہ مجھے میرے حسن سے غافل رکھو ..... اس غفلت کا تم ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتے ہو۔ ـــــ لیکن میں خوبصورت ہوں ۔ تمہارے اس دباؤ سے میرا حسن دب تو نہیں جائے گا ـــــ میرے ہاتھوں کی نیلی رگیں ..... کیا کہا تھا ایک بار تم نے ..... برف میں نیلم کی لکیریں ..... نہیں ۔ یہ ان سے بھی کہیں زیادہ خوبصورت ہیں ـــــ اور میرا تل ـــــ ہونٹوں کے اختتامی کونے کے اوپر وہ ننھا سا نقطہ ـــــ تم مجھے بتا چکے ہو کہ یہ خوبصورت ہے ـــــ اب یہ اور بھی خوبصورت ہوگا (ہنستی ہے) ..... میں اب سنگھار کیا کروں گی ۔ سولہ سنگھار ۔ ان سے میری اور بھی چھب نکلے گی ۔ تم مجھے بہت نزدیک سے دیکھتے ہو ۔ لیکن بہت جلد دور سے دیکھا کرو گے اور ـــــ ترسا کرو گے (وقفہ) ..... تم مجھے کیوں نہیں بتاتے کہ میں کتنی خوبصورت ہوں ۔

سعید :۔ کوئلے بالکل بجھ گئے ہیں ـــــ انگیٹھی میں آخری چنگاری سفید راکھ کی گود میں آنکھیں میچ رہی ہے ۔

ثریا :۔ تم میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتے ـــــ میں تم سے کیا پوچھ رہی ہوں ـــــ بتاؤ ـــــ بتاؤ ۔ سعید ۔

سعید :۔ لو ۔ وہ آخری چنگاری بھی سو گئی ۔

ثریا :۔ میں تنگ آ گئی ہوں ۔ سعید میرا جی چاہتا ہے ۔ غصے میں زور زور سے اپنے پیر اس فرش پر ماروں ..... تم ..... تم ..... تم بہت بدصورت ہو ـــــ اور ..... تمہارے پاس نگوڑے کوئلے بھی تو نہیں ہیں جو میں اپنے ہاتھ تاپ سکوں ..... تم کچھ بھی نہیں ہو ـــــ میں نے غلطی کی جو تمہارے پاس چلی آئی ـــــ میں اب فوراً چلی جاؤں گی ۔ تمہارے پاس ایک منٹ نہیں ٹھیر سکتی ۔

(تھوڑا وقفہ)

سعید :۔ (اداس لہجے میں) سچ مچ جا رہی ہو ۔

ثریا :۔ (غصے میں) مجھے روکنے والے تم کون ؟

سعید :۔ جاتی ہو تو میرا یہ کمبل بھی لیتی جاؤ ـــــ باہر ناقابل برداشت سردی ہے ۔

ثریا :۔ تمہاری اس ہمدردی کا میرے دل پر کوئی اثر نہیں ہوا ۔

سعید :۔ کمبل لپیٹ لو کہیں سردی نہ لگ جائے ۔

ثریا :۔ تم میرے دل و دماغ پر طاری ہونے کی کوشش نہ کرو ـــــ تمہارا یہ کمبل مجھے پسند نہیں ۔ اس کا رنگ نہایت ہی فضول ہے ـــــ اچھا تو میں چلی ۔

سعید:۔ خدا حافظ

ثریا:۔ (تنگ آکر) تم کچھ نہ کہو ـــــ کچھ نہ بولو ـــــ خاموش رہو ـــــ میں جانا چاہتی ہوں۔

سعید:۔ جاؤ۔

(وقفہ) ـــــ دروازہ کھولنے کی آواز ـــــ (وقفہ) ـــــ ثریا کی آواز دور سے آئے)

ثریا:۔ چلی گئی ـــــ لیکن اب پھر نہ آؤں گی۔

سعید:۔ جاتے وقت تم بہت زیادہ حسین ہو گئی ہو ـــــ اتنی خوبصورت تم پہلے کبھی نہ تھیں ـــــ

نوٹ:۔ دھیمے دھیمے سروں میں کوئی ساز بجایا جائے۔ سعید ذیل کے اشعار گائے۔ (درد بھری دھن میں)

موج سی پانی میں اک پیدا ہوئی
بہہ گئی
جیسے اک جھونکا ہوا کا
پاس سے ہو کر نکل جائے کہیں
چند روزہ آرزوؤں کا چراغ
جھلملا کر بجھ گیا۔

فیڈ آؤٹ

کبوتری

(مرغ کی اذان ـــــ پتھریلے زینوں پہ قدموں کی آواز ـــــ پھر مرغ کی اذان ـــــ قدموں کی آواز ـــــ مندر کا گھنٹہ ایک بار بجتا ہے ـــــ وقفہ ـــــ دوسری بار بجتا ہے ـــــ وقفہ ـــــ دو لڑکیوں کے گنگنانے کی آوازیں جیسے وہ زیر لب پوجن کر رہی ہیں ـــــ یہ گنگناہٹ چند لمحات تک جاری رہے ـــــ اس کے بعد آرتی شروع ہو ـــــ آرتی ختم ہو جاتی ہے ـــــ وقفہ ـــــ گھنٹہ ایک بار بجتا ہے ـــــ وقفہ ـــــ دوسری بار بجتا ہے ـــــ پتھریلے زینوں پہ قدموں کی آواز۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ دو لڑکیاں مندر میں سے باہر نکل رہی ہیں)

چندرا:۔ درگی۔ آج کتنی ٹھنڈ ہے (سردی کے باعث سی سی کرتی ہے)

درگی :۔ دانت سے دانت بج رہے ہیں ۔

(دور سے ڈھور ڈنگروں کے گلے میں بندھے ہوئے گھنگھروؤں کی آواز آتی ہے ـــــ چند لمحات تک یہ آواز آتی رہتی ہے جس سے یہ پتا چلے کہ پاس ہی سے یہ مویشی گذر رہے ہیں) ۔

چندرا :۔ درگی آج وہ تیرا کمبل والا دکھائی نہیں دیا ۔ جو تیری طرف گھور گھور کے دیکھا کرتا ہے ۔

درگی :۔ آج کمبل نہ ملا ہوگا (ہنستی ہے) ـــ میں پوچھتی ہوں چندرا یہ موا ہر روز منہ اندھیرے کیوں آن ٹپکتا ہے ـــــ اس کی لال لال آنکھوں سے مجھے بہت ڈر لگتا ہے ـــــ چرس پی کے آتا ہوگا ۔

چندرا :۔ جانے کیا پی کے آتا ہے پر میں اتنا جانتی ہوں کہ تجھے دیکھ کر اس کی پیاس بالکل بجھ جاتی ہے ـــــ درگی سچ کہتی ہوں وہ تجھ پر بہت بری طرح مرتا ہے ۔

درگی :۔ تو میں کیا کروں ـــــ مرتا ہے تو مرے ـــــ میرا پیچھا چھوڑے ـــ چندرا ۔ تو سوچ تو سہی ۔ اگر یہ موا ہر روز اسی طرح آتا رہا اور یہ بات اڑتی اڑتی ان کے کانوں تک پہنچ گئی تو آفت ہی آجائے گی ۔

چندرا :۔ تو اس کا کوئی اوپائے کر ـــــ ایسی باتیں کب تک چھپی رہیں گی ـــ یہ تو تجھے بھی اچھی طرح معلوم ہے ۔ وہ صرف تیرے لئے آتا ہے ۔

درگی :۔ لے میں نے قبول لیا ۔ پر اب تو کوئی اوپائے بتا ـــــ کس طرح اس کا آنا بند ہو سکتا ہے ۔ تجھے تو ایسی باتیں خوب سوجھا کرتی ہیں ۔

چندرا :۔ (شرارت آمیز لہجے میں) تجھے کیسے سوجھیں گی ـــ ـــ ۔ تیرا من تو ہر وقت اس گھڑ سوار تھانیدار کی بابت سوچتا رہتا ہے جو ایک روز سہرا باندھ کر تجھے اپنے ساتھ لے جائے گا اور تجھے وہ تمام باتیں سنائے گا جو ابھی تک وہ تجھ سے نہیں کہہ سکا ـــــ میں کہتی ہوں ۔ درگی ـــــ تو بڑی بھاگوان ہے ـــــ ایسا اچھا بر تجھے مل گیا ۔

درگی :۔ تجھے بھی مل جائے گا ـــــ ذرا بڑی تو ہو جا ۔ زیادہ چنتا نہ کیا کر ۔ یہ بر اپنے آپ مل جایا کرتے ہیں ۔

چندرا :۔ میں بڑی تو ہو جاؤں گی ۔ پر وہ تجھ جیسا روپ کہاں سے لاؤں گی ـــ یہ جو میٹھی باتیں کرنے اور دل موہ لینے کا ڈھنگ تجھے آتا ہے مجھے کہاں سے آئے گا ـــــ کیا تو سکھا دے گی مجھے ۔

درگی :۔ چندرا تو چھیڑ خانی کرتی ہے پر میرا دل تو بتاشے کی طرح بیٹھ رہا ہے ـــ اس نگوڑے کمبل والے نے تو مجھ پر راتوں کی نیند اچاٹ کر دی ہے ـــ (مرد کے کھانسنے کی آواز ـــــ یہ سن کر درگی ڈری ہوئی مدھم آواز میں کہتی ہے) چندرا ـــــ یہ کون کھنکار رہا ہے ـــ یہ ـــ یہ ـــ یہ تو وہی ہے ۔

چندرا :۔ (سرگوشی میں) ہاں ـــ وہی ہے ـــ وہ ببول کے نیچے کھڑا ہے ۔

درگی :۔ اندھیرے میں یوں دکھائی دیتا ہے جیسے اس پیڑ کی چھال اتر کر ایک طرف کھڑی ہو گئی ہے ۔

چندرا :۔ ہولے ہولے بات کر سن لے گا ـــ (سرگوشی میں) دیکھ میرا کہا مان

اور آج اس سے مل کر سارا جھگڑا ہی چکا دے۔ صاف صاف کہہ دے کہ یوں گی کے پیچھے پچھائیں کی طرح لگا رہنا اچھا نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کسی روز بے کار تجھ نہ تھلوں ہو جائے ـــــ بس اتنا کہہ دے کہ ان تلوں میں تیل نہیں ـــــ سمجھیں!

درگی :۔ سمجھ گئی۔ پر مجھے ڈر لگتا ہے ـــــ چندرا ایسا نہ ہو.....

چندرا :۔ ایسا نہ ہو۔ ویسا نہ ہو ـــــ اب تو چھوٹا سا سوچ بچار کو جا اس سے بات کر ـــــ ایسا موقع پھر نہیں ملے گا ـــــ آس پاس اس وقت کوئی ہے بھی نہیں۔

درگی :۔ (جھجک کے ساتھ)..... جاتی ہوں۔

چندرا :۔ اب چلی بھی جا ـــــ کھڑی ٹکر ٹکر میرا منہ کیا دیکھ رہی ہے۔ جا۔

درگی :۔ تو بھی ساتھ چل۔ دونوں بات کریں گے۔

چندرا :۔ تو خیر میں اسے یہیں بلاتی ہوں) ـــــ کھڑی رہ۔ بھاگتی کہاں ہے۔

درگی :۔ (ڈر کر) تو نے سچ مچ اسے اشارہ کر دیا۔ چندرا وہ آ رہا ہے۔

چندرا :۔ تو کیا ہوا۔

(چند لمحات کا وقفہ ـــــ بالکل خاموشی)

درگی :۔ (سرگوشی میں) پہلے تجھے ہی بات کرنی پڑے گی۔ مجھ سے نہ بولا جائے گا۔

(وقفہ)

کمبل پوش :۔ (رک رک کر) مجھے..... مجھے ـــــ کیا تم نے مجھے بلایا تھا۔

چندرا :۔ ہاں ـــــ ہم نے ہی بلایا تھا ـــــ بولو تم کیا چاہتے ہو ـــــ تم اس

لڑکی کا پیچھا کیوں نہیں چھوڑتے ـــــ کیوں ہر روز تم اس مندر کے پاس آن کھڑے ہوتے ہو۔ اگر تمہیں پوجا کرنی ہوتی ہے۔ تو مندر میں کیوں نہیں جاتے باہر سردی میں کیوں ٹھٹھرتے رہتے ہو۔

کمبل پوش :۔ دیوی۔ پوجا مندروں کے باہر بھی ہو سکتی ہے۔

چندرا :۔ سنا تم نے درگی ـــــ

درگی :۔ (گھبرا کر)..... چلو۔ چندرا چلیں۔

چندرا :۔ اگر تجھے مندروں کے باہر ہی پوجا کرنی ہے تو کر پر تو درگی کی طرف گھور گھور کے کیوں دیکھا کرتا ہے۔

کمبل پوش :۔ میں تو جدھر دیکھتا ہوں) ادھر مجھے اپنے ہی وچار نظر آتے ہیں ـــــ میں انہیں ہی گھور گھور کے دیکھتا ہوں۔ اس کو تو میری آنکھیں دیکھ ہی نہیں سکتیں میرے وچار ہر چیز پر کہرے کی طرح چھا جاتے ہیں۔

درگی :۔ جانے کیا پہیلیاں بجھوا رہا ہے۔ آؤ چلیں۔

چندرا :۔ (درگی سے) خیر مجھے پوری بات تو کر لینے دے (کمبل پوش سے) تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تو اپنی ہٹ نہیں چھوڑے گا۔

کمبل پوش :۔ ہٹ تو وہ کر سکتا ہے جس میں ہٹ کرنے کی شکتی ہو۔ میں کیا ہٹ کروں گا میری تو کوئی چیز بھی میرے کہنے میں نہیں۔

چندرا :۔ جبھی تو یہ پاگل پن تیرے سر میں سما گیا ہے۔

درگی :۔ (تنگ، اکر)..... میں تجھ سے ایک بات پوچھوں۔ کیا تو پریم کرتا ہے مجھ سے؟

چندرا:۔ جواب دے اس کی بات کا۔

کمبل پوش:۔ (اداس آواز میں) اب کوئی بات جواب دینے کی نہیں رہی ——
میں کل سے ادھر نہیں آؤں گا..... (خشک پتوں پر چلنے کی آواز ——
چند لمحات کے لئے)۔

درگی:۔ چندرا۔ اس کی آواز میں ان سوکھے ہوئے پتوں کی سی کھڑکھڑاہٹ تھی۔
—— اس آدمی سے مجھے اتنا ڈر کیوں لگتا ہے.....؟

(سوکھے ہوئے پتوں پر چلنے کی آواز —— ٹہنیاں چٹختی ہیں پتے کھڑکھڑاتے
ہیں —— یہ آوازیں آہستہ آہستہ فیڈ ہوتی جائیں —— ذیل کے
گیت کے سُر اُبھرتے آئیں)

کھڑکھڑ پت جھڑ آئی —— پگلے
کھڑکھڑ پت جھڑ آئی

جھکڑ چیخے، شاخیں چٹخیں، سوکھے پتے ٹوٹے
آشا کی کلیاں کمہلائیں، کانچ کے سپنے ٹوٹے
پریم کا سندر روپ یک بھرکا، من کی چتا جلائی

کھڑکھڑ پت جھڑ آئی —— پگلے
کھڑکھڑ پت جھڑ آئی

راس نہ آیا دکھیاروں کو پل بھر کا مسکانا
آنکھ کی اک جھپکی میں بکھرا پریم کا تانا بانا
کیسا چھوٹا بھاگ بنایا، ہے بھگوان دہائی

کھڑکھڑ پت جھڑ آئی —— پگلے
کھڑکھڑ پت جھڑ آئی

نوٹ:۔ اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا جائے کہ یہ گیت ایک
ہی وولیوم میں براڈ کاسٹ نہ ہو —— مصنف یہ چاہتا ہے کہ گیت کے سُر
کبھی دھیمے ہو جائیں اور کبھی اونچے ہو جائیں جس سے سننے والوں
کو یہ معلوم ہو کہ کوئی آدمی دور گا رہا ہے جس کی آواز ہوا کے جھونکوں
سے آ رہی ہے۔ یہ گیت کمبل پوش کا ہو گا۔

کمبل پوش:۔ دور دور تک جدھر نظر دوڑاتا ہوں اونچے اونچے پیڑ دکھائی
دیتے ہیں جن کی ٹہنیوں سے پتے یوں جھڑ گئے ہیں جیسے میری آشائیں ——
اب میں بھی اس ویرانے کا ایک ٹنڈ منڈ پیڑ ہوں —— ہوائیں اداسیوں
سے بوجھل ہو رہی ہیں —— سوکھے پتے کھڑکھڑاتے ہیں تو ایسا معلوم
ہوتا ہے اداس دل دھڑک رہے ہیں —— (چیل کی اداس چیخ چیل کی
اس پتلی آواز نے میرے سارے جیون پر ایک لکیر سی کھینچ دی ہے ——
(گھبرا کر) مجھے کیا ہو گیا ہے..... (چونک کر)..... تم..... تم کون ہو؟

کملو:۔ (تلملا کر) میں —— میں کملو ہوں۔

کمبل پوش:۔ کملو کون —— تو یہاں جھاڑیوں کے پیچھے کیوں چھپی ہوئی تھی۔

کملو:۔ مجھ سے کسی نے کہا تھا کہ تم سادھو ہو —— دل کی باتیں بتا سکتے ہو ——

—— میں تم سے کچھ پوچھنے آئی تھی۔

کمبل پوش:۔ (ہنستا ہے) یہ تم سے کس نے کہا۔

کملو:۔ سارے گاؤں والے یہی کہتے ہیں۔

کمبل پوش:۔ (ہنستا ہے) کیا کہتے ہیں۔

کملو:۔ گاؤں میں آج کل تمہارا بہت چرچا ہے۔ لوگ کہتے ہیں تم دنیا چھوڑ کر اس جنگل میں آ بیٹھے ہو اور ایشور بھگتی کر رہے ہو۔ اگر تم کسی کو اشیش دو گے تو اس کا بیڑا پار ہو جائے گا۔

کمبل پوش:۔ (سرد آہ بھر کر) جو اپنے لئے کچھ نہ کر سکا وہ تیرے لئے کیا کر سکے گا بھولی لڑکی —— یہ دنیا والے کیسے ہیں جو آدمی بالکل نراش ہو کر ایک کونے میں بیٹھ جائے اسے اپنی مشکلیں آسان کرنے والا سمجھنے لگتے ہیں۔ —— بول تو سہی تو کیا چاہتی ہے؟

کملو:۔ (بڑے بھولے پن کے ساتھ) اس بھاگن کو میرا بیاہ ہونے والا تھا پر.....

کمبل پوش:۔ بول —— بول —— اس بھاگن کو تیرا بیاہ ہونے والا تھا پھر.....

کملو:۔ (شرما کر) ہمارے گاؤں کا ایک پٹواری ہے۔ اس کی باپو سے نہیں بنتی۔ اس کلموہے نے بھانجی ماری اور بیاہ رک گیا —— کوئی ایسی بات کرو جس سے یہ روک دور ہو جائے —— اگلے مہینے درگی کا بیاہ ہو رہا ہے۔ وہ مجھ سے دو برس چھوٹی ہے —— (شرما کر جلدی جلدی)..... اب —— اب میں تم سے کیا کہوں۔ تم ساری بات سمجھ تو گئے ہو۔

کمبل پوش:۔ درگی کا بیاہ ہو رہا ہے —— کیا سچ مچ درگی کا بیاہ ہو رہا ہے کیا

اگلے مہینے وہ بیاہ دی جائے گی۔ اگر یہ سچ ہے تو وہ —— اتنی سندر کیوں تھی؟

کملو:۔ کیا کہا۔

کمبل پوش:۔ (سنبھل کر) کچھ نہیں —— دیکھ کملو —— میں نے آج تک اپنے لئے بھی ایشور سے کچھ نہیں مانگا۔ پر میں تیرے لئے ضرور پرارتھنا کروں گا۔ ایک شرط پر کہ تجھے میرا ایک چھوٹا سا کام کرنا ہوگا۔

کملو:۔ بولو۔ کیا کام ہے —— میں ضرور کروں گی۔

کمبل پوش:۔ جب درگی سج بن کر دلہن بن جائے گی اور اس کا من کبوتری کے پوٹے کی طرح آنے والی گھڑیوں کے گرم گرم خیالوں سے بھرا ہوگا تو کملو تو اسے ایک طرف لے جائیو اور اس کے کان میں ہولے ہولے کہیو۔ "وہ آدمی جو تجھے مندر کے پاس گھور گھور کے دیکھا کرتا تھا۔ گم ہو گیا ہے۔ اب صرف اس کی آواز رہ گئی ہے جو سدا اس گاؤں کی پگ ڈنڈیوں پر بھٹکتی رہے گی —— بھول نہ جائیو کملو —— جب کنوارپنے کی لو آخری بار درگی کے مکھڑے پر جھلملائے گی تو میری جگہ تو آگے بڑھے گی اور دھیرے سے یہ کہہ کر اسے بجھا دے گی۔ "لے اب تو پھسل کر اندھیرے میں ڈوب جا" —— کملو یہ سب باتیں تجھے کہنی پڑیں گی (یہاں سے عقب میں شہنائیوں کی آواز شروع ہو بالکل دھیمی)..... جب شہنائیاں بج رہی ہوں گی اور ایسا معلوم ہوگا کہ تیکھے تیکھے سُر آپس میں ننھی ننھی چڑیوں کی طرح لڑ جھگڑ رہے ہیں، تو اس سے کہے گی "جا۔ ارمانوں بھری ڈولی میں بیٹھنے سے پہلے اس آدمی سے مل جس

کے دل میں اب کوئی ارمان نہیں رہا۔ وہ مندر کے پاس تیرا انتظار کر رہا ہے ۔۔۔۔۔۔

(شہنائیوں کی آواز عقب سے اُبھر آئے۔ ایسا معلوم ہو کہ شادی ہو رہی ہے۔ شہنائیوں کے عقب میں ہجوم کا ریکارڈ بھی لگا دیا جائے تاکہ آواز کا یہ پردہ دبیز ہو جائے ۔۔۔۔ چند لمحات کے بعد شہنائیوں کی آواز فیڈ کر دی جائے۔)

نوٹ: ۔ جونہی شہنائیوں کی آواز تحلیل ہو۔ پانچ چھ لڑکیوں کی ہنسی کا ایک فوارہ چھوٹ پڑے۔

چندرا: ۔ رادھا۔ درگی کی اس چم چم کرتی چولی کی طرف تو دیکھ۔ کیا پھنسی پھنسی آئی ہے۔

رادھا: ۔ اور بیاس کی گھگھری ۔۔۔ اوپر سے میٹھا میٹھا اور نیچے سے کھلا کھلا جھول ۔۔۔ دور سے دیکھ۔ ایسا لگتا ہے کھمبی پر تتری بیٹھ گئی ہے۔

درگی: ۔ چل ہٹ دور ہو۔

رادھا: ۔ افوہ ۔۔۔ بڑی لاج آتی ہے میری ہو کو ۔۔۔ آج رات ۔۔۔ آج رات (درگی اس کا منہ ہاتھ سے بند کر دیتی ہے۔ رادھا کی سانس بند ہونے لگتی ہے۔ چنانچہ وہ درگی کا ہاتھ ہٹانے کی کوشش کرتے ہوئے کہتی ہے۔ درگی ۔۔۔ درگی ۔۔۔ نہ کر۔ میری سانس رک جائے گی ۔۔۔

یہ میری نگوڑی ناک کل سے بند ہے ۔۔۔ اب چھوڑ بھی دے (درگی ہاتھ ہٹا لیتی ہے) بھئی ایسا مذاق ہمیں اچھا نہیں لگتا اور جو ہم تیرا گلا گھونٹ دیں ۔۔۔۔۔

چندرا: ۔ چل دور ہو۔ بڑی کل جیبی ۔۔۔

رادھا: ۔ تجھے کس نے بیچ میں پنچ بنایا ہے۔ میں جو چاہوں کہوں گی ۔۔۔ اچھا درگی میری ایک بات تو سن ۔۔۔ (شرارت آمیز لہجے میں) آج وہ تیرا تھانیدار لوٹ پوٹ ہی تو ہو جائے گا تجھے ان کپڑوں میں دیکھ کر۔

کملو: ۔ اب تو درگی تھانیدارنی ہو جائے گی۔

(سب لڑکیاں ہنستی ہیں)

درگی: ۔ تو کیوں جلتی ہے۔

چندرا: ۔ درگی بات سن میری ۔۔۔ ادھر آ (درگی کے جھانجھ بندھے پیروں کی آواز) ۔۔۔ ارے مجھ سے کیوں جھینپتی ہے۔ میں تھانیدار تھوڑی ہوں۔

درگی: ۔ بول کیا کہنا ہے تجھے۔

چندرا: ۔ اگر اس نے تجھے ہتھکڑی لگا دی تو وہ باتیں تیری ساری دھری رہ جائیں گی۔ جو تو نے مجھ سے کہی تھیں ۔۔۔ وہ تیری ہٹ نہیں مانے گا۔ اسے تو بہت سے گر آتے ہوں گے منانے کے ۔۔۔ کیوں رادھا (ہنستی ہے)۔

رادھا: ۔ (ہنستی ہے) سچ ہے۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال دے تو کیا کرے گی بیچاری درگی ۔۔۔ بار ماننا ہی پڑے گی بابا ۔۔۔ یہ تھانیدار میں سنتی ہوں بہت کڑے مزاج کے ہوتے ہیں۔

درگی :۔ بس تو اب رکے گی نہیں ـــ اپنی بکواس کرتی ہی چلی جائے گی (لہجہ بدل کر)..... ان کا مزاج تو بہت نرم ہے ـــ وہ تو مجھ سے کچھ نہ کہیں گے

چندرا :۔ ہاتھ تک نہ لگائیں گے ـــ چھوئی موئی جو ہوئی۔

رادھا :۔ درگی سچ سچ بتا ـــ ان سے ملے تجھے کتنے دن ہو گئے ہیں۔

درگی :۔ (جھوٹ بولتی ہے)..... میں نے تو انہیں کبھی دیکھا ہی نہیں اور پھر میں ان سے کیوں ملنے لگی ـــ میرے کیا لگتے تھے جو میں ان سے ملتی۔

چندرا :۔ میرے سامنے بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آئی ـــ ابھی تو اس سے کل ہی مندر کے پرلی طرف ببولوں کے جھنڈ میں چھپ چھپ کر باتیں کر رہی تھی اور میں دور کھڑی دیکھ رہی تھی کہ کوئی آ نہ جائے۔

کملو :۔ درگی۔ بتا کیا باتیں ہوئی تھیں؟

درگی :۔ جانے میری جوتی کیا باتیں ہوئی تھیں ـــ مجھے کیا غرض پڑی تھی اس سے ملنے کی۔ چندرا تو مجھ سے ضرور پٹے گی۔

رادھا :۔ دہائی بابا ـــ پروں پر پانی ہی نہیں لیتی ـــ تو کیا ہوا۔ تو نے ان سے بات کی تو بڑا اچھا کیا۔ جھجک دور ہو گئی ـــ آج جب وہ تجھے ڈولی میں ڈال کر لے جائیں گے تو شرم سے گھٹری سی تو نہ بنے گی ـــ بڑی میٹھی میٹھی باتیں ہوں گی۔ وہ تجھے دھیرے دھیرے چھیڑیں گے ـــ گدگدائیں گے کبھی تو بھی ان کو ستائے گی چہلیں ہوں گی اور پھر.....

درگی :۔ (بات کاٹ کر) تیرا من کیوں للچاتا ہے؟

(ایک لڑکی بھاگی بھاگی آتی ہے "درگی۔ درگی" کہتی ہے پہلے یہ آواز

دور سے آتی ہے پھر قریب تر ہوتی جاتی ہے)۔

کانتا :۔ درگی ـــ درگی ـــ برات آ گئی ـــ (کملو سے) کملو۔ درگی کا دولہا میں نے دیکھا ـــ بڑا سندر ہے ـــ یہ بڑی بڑی کالی مونچھیں ـــ لمبا تڑنگا ـــ اچھا گبرو جوان ہے۔ (یہاں سے شہنائیوں کی آواز فیڈ ان کی جائے ـــ آہستہ آہستہ یہ آواز ابھرنی آئے۔ بہت آہستہ آہستہ)۔۔۔ گھوڑی بہت سندر ہے ـــ (درگی سے) درگی اب تو تو کھاٹ پر بیٹھی راج کرے گی ـــ رادھا ـــ چندرا ـــ کملو آؤ چلیں ـــ برات دیکھیں۔۔۔ تو کھڑکی میں سے چپکے چپکے سب کچھ دیکھ لینو ـــ چلو چلیں (تین چار لڑکیوں کے جانے کی آواز ـــ ہنسی اور باتوں کا ملا جلا شور ـــ شہنائیوں کی قدرے آواز ابھر آتی ہے ـــ چند لمحات تک کوئی نہیں بولتا)

درگی :۔ کملو۔ جا تو بھی جا۔ باہر جا کے تو بھی تماشا دیکھ۔

کملو :۔ مجھے ایک ضروری بات کہنی ہے تجھ سے۔

درگی :۔ ضروری بات ـــ کیسی ضروری بات!

کملو :۔ (دبی زبان میں) وہ آدمی جو تجھے مندر کے پاس گھور گھور کے دیکھا کرتا تھا گم ہو گیا ہے (درگی ایک آہ کے ساتھ کہتی ہے "گم ہو گیا ہے") (اب صرف اس کی آواز رہ گئی ہے جو سدا اس گاؤں کی پگڈنڈیوں پہ بھٹکتی رہے گی۔ پھر اس نے کہا تھا.....

درگی :۔ (کمزور آواز میں)..... کیا کہا تھا۔

کملو :۔ جب کنوار پنے کی لو آخری بار درگی کے مکھڑے پہ جھلملائے گی تو میری جگہ تو

آگے بڑھے گی اور دھیرے سے یہ کہہ کر اسے بجھا دے گی ۔ اب تو پھسل کر اندھیرے میں ڈوب جا (شہنائیوں کی آواز ایک نیچے کے لئے اونچی ہو جاتی ہے)

درگی :۔ (ڈر کر چیختی ہے) کملو

کملو :۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ جب شہنائیاں بج رہی ہوں گی اور ایسا معلوم ہو گا کہ تکھے تیکھے سُر آپس میں گتھی گتھی چڑیوں کی طرح لڑ جھگڑ رہے ہیں تو کملو تو اس سے کہے گی :۔ جا۔ ارمانوں بھری ڈولی میں بیٹھنے سے پہلے اس آدمی سے مل آ جس کے دل میں اب کوئی ارمان نہیں رہا ۔۔۔ وہ مندر کے پاس تیرا انتظار کر رہا ہے ۔۔۔ بس یہی اس کا سندیس تھا جو میں نے تجھے دے دیا۔

درگی :۔ وہ مندر کے پاس میرا انتظار کر رہا ہے ۔۔۔ کیوں ؟ ۔۔۔ کملو وہ مندر کے پاس میرا کیوں انتظار کر رہا ہے ؟ ۔۔۔ میں نہیں جاؤں گی ۔۔۔ میں نہیں جاؤں گی ۔۔۔ وہ مجھے کیوں ڈراتا ہے کملو ۔۔۔ وہ کیوں میرے پیچھے پڑا ہے ۔۔۔ میں نے اس کا کیا بگاڑا ہے ۔۔۔ وہ کیوں میری مانگ کا سیندور مٹانا چاہتا ہے ۔۔۔ میں نہیں جاؤں گی ۔۔۔ میں کبھی نہیں جاؤں گی .....

(شہنائیوں کی آواز بلند سے بلند تر ہو جاتی ہے ۔۔۔ آخر میں جھانجھ کی جھنکار کے ساتھ یہ آواز بلندی پر جا کر رک جاتی ہے ۔۔۔ ایک لمحے کے لئے مکمل سکوت ۔۔۔ پھر سوکھے ہوئے پتوں اور خشک ٹہنیوں پر کمبل پوش کے چلنے کی آواز ۔۔۔)

کمبل پوش :۔ (خشک پتوں پر چلتے ہوئے) نہیں آئی ۔ نہیں آئی برات چلی گئی ۔ وہ نہیں آئی ۔۔۔ آتی بھی کیوں ؟ میرا اس پر کیا ادھیکار تھا ۔۔۔ (وقفے کے بعد اپنے آپ سے) مورکھ وہ بول، جو تیرے ہونٹوں پر نہیں آئے کیا انہیں کے بل پر تو اسے یہاں بلوانا چاہتا تھا (اداس ہنسی) کیسے کیسے مورکھ اس دنیا میں بستے ہیں ۔۔۔ (وقفہ) وہ آ جاتی ۔ اسے آخری بار دیکھ لیتا (لہجہ بدل کر) تو کیا ہوتا ؟ سب من پر چادر کی باتیں ہیں (خشک پتوں پر چلتا ہے) ٹھیک ہے پھر اس کو دیکھنے اور بار بار دیکھنے کی چاہ میرے دل میں کیوں چٹکیاں لیتی ہے ۔۔۔

میرے دل کی ویرانی کیسی ہے کہ جوں جوں بڑھتی ہے ایک آبادی سی پیدا ہوتی جاتی ہے ۔ آج برسوں کا باغی من کیوں چاہتا ہے کہ کسی مٹی کی مورتی ہی کے سامنے جھک جائے (خشک پتوں پر چلنے کی آواز) ..... کچھ سمجھ میں نہیں آتا ۔۔۔ وہ اگر نہیں آئی تو اس نے ٹھیک کیا ۔۔۔ اسے کیا غرض پڑی تھی یہاں آنے کی ۔۔۔ میں کون ہوں ۔۔۔ پر ۔۔۔ پر ۔۔۔ یہ بھی تو ٹھیک ہے کہ میں ۔۔۔ میں ۔۔۔ (رک جاتا ہے) یہ زبردستی ہے ۔۔۔ مجھ اس پر کوئی ادھیکار نہیں ۔۔۔ میں مورکھ ہوں ۔ مہا مورکھ ۔ (خشک پتوں پر چلتا ہے) ..... اس مندر میں وہ سورج کی پہلی کرن کی طرح آیا کرتی تھی ۔ اب نہیں آئے گی ۔۔۔ مندر بالکل سونا ہو جائے گا ۔ میرے اداس دل کی طرح ۔۔۔ (پتھریلے زینوں پر قدموں کی آواز ۔۔۔ مندر کا گھنٹہ ایک بار بجتا ہے ۔ وقفہ ۔۔۔ دوسری بار بجتا ہے ۔۔۔ (وقفہ) اس مورتی کی طرف دیکھتا ہوں)

تو ایسا معلوم ہوتا ہے میرا ہی کوئی ناسکل خیال باہر نکل کر پتھرا گیا ہے۔ باسی پھولوں کی باس کتنی اداس ہے۔ پھول میں سے جب باس نکلتی ہے تو اس کو تکلیف تو ضرور ہوتی ہوگی۔ فرش پر چنبیلی کی یہ بکھری ہوئی پتیاں کتنی نڈھال دکھائی دیتی ہیں۔ میں بھی کتنا نڈھال ہوں۔ (وقفہ)... جی چاہتا ہے پرارتھنا کروں... پران نیند کے ماتے دیوتاؤں کو پہلے بکا تو لوں (چند لمحات گھنٹہ بجاتا ہے) ۔ بھگوان۔ دنیا کو تباہ اور برباد کرنا تیرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ تو بھونچال لا سکتا ہے۔ آکاش سے بجلیاں گرا سکتا ہے۔ تو سب کچھ کرا سکتا ہے۔ میں التجا کرتا ہوں کہ تو میرے اس ننھے سے دل میں اس کا خیال کچل دے۔ یہ نہیں کر سکتا تو میری تمام سوچنے سمجھنے کی طاقتیں مجھ سے چھین لے۔ میرے پہلو میں دل کی جگہ برف کا ڈھیلا رکھ دے جس پر کوئی لکیر اگر کھچ جائے تو اپنے آپ مٹ جائے۔ میں اس کو بھول جانا چاہتا ہوں اس لئے کہ اس کو یاد کرنے کا مجھے کوئی بھی ادھیکار نہیں۔

(وقفہ۔ پتھریلے فرش پر چند قدموں کی آواز۔ گھنٹہ ایک بار بجتا ہے۔ وقفہ۔ پتھریلے زینوں پر قدموں کی آواز۔ فیڈ آؤٹ فیڈ ان گھوڑے کی ٹاپ۔

نوٹ: گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز چند لمحات تک آتی رہے۔ اس کے بعد گھوڑے کے رکنے کی آواز آئے۔

تھانیدار: تم تھک گئی ہوگی۔ یہاں اس جھاڑ کی چھاؤں میں کچھ دیر سستا لیں پھر چلیں گے (گھوڑے پر سے اترنے کی آواز)

درگی: میں تو نہیں تھکی۔ آپ نے گھوڑی کیوں روک لی۔

تھانیدار: یہاں کچھ دیر بیٹھیں گے۔ کچھ باتیں کریں گے۔ تمہارے گھر پہنچ گئے تو تم سے باتیں کرنے کا موقع کہاں ملے گا۔

درگی: (شرمیلی ہنسی) آپ کی تو باتیں ہی ختم نہیں ہوتیں۔ اتنی تو کر چکے۔

تھانیدار: ابھی تو میں نے شروع بھی نہیں کیں اور تم گھبرا گئیں۔ مرد بڑے باتونی ہوتے ہیں درگی (ہنستا ہے)..... لو اب میرا سہارا لیکر نیچے اتر آؤ۔

درگی: (نیچے اترتی ہے) اب نیچے اتری ہوں تو تھکن پنڈلیوں تک پہنچ گئی ہے۔ چلتے رہتے تو.....

تھانیدار: عورتیں جھوٹ بہت بولتی ہیں۔

درگی: میں نے کب جھوٹ بولا۔

تھانیدار: اب تم چاہتی ہو کہ جس طرح میں تھانے میں جھوٹ بولنے والوں سے سچ کہلواتا ہوں اس طرح تم سے بھی کہلواؤں۔ سو یہ میں کر نہیں سکتا۔

درگی: کیوں؟

تھانیدار: اس لئے کہ تمہارے سامنے میں تھانیدار نہیں رہ جاتا۔

درگی: کیا رہ جاتے ہیں۔

تھانیدار: سب جانتی ہو پھر کیوں پوچھتی ہو۔ چلو آؤ بیٹھ کر کچھ کھالیں۔ (تھوڑا وقفہ) ٹھیرو مجھے یہ چادر بچھا لینے دو۔ بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ جاؤ۔

میرے بیٹے کا نئی جگہ نکل آئے گی ـــ اب بیٹھ بھی جاؤ۔

درگی:۔ پہلے آپ بیٹھئے۔

تھانیدار:۔ تو یہ جھگڑا کبھی ختم نہ ہوگا۔ میں کہوں گا تم پہلے بیٹھو تم کہو گی میں پہلے بیٹھوں ـــ لو اب بیٹھ جاؤ ـــ چھاؤں بڑی گھنی ہے ہوا بھی خوب چل رہی ہے۔

درگی:۔ بیٹھ گئی ـــ لیجئے اب آپ کو جو باتیں کرنی ہوں کیجئے۔

تھانیدار:۔ کس کمبخت کو یاد رہا ہے۔ کیا کہنا تھا ـــ لو تھوڑا سا یہ حلوہ کھالو۔ کچوری کے ساتھ کھاؤ۔ اچھا لگے گا۔

درگی: کھاتی ہوں ـــ آپ میرے منہ میں کیا ٹھونستے جا رہے ہیں۔

تھانیدار:۔ تمہیں برا لگا۔

درگی:۔ جی نہیں۔ برا کیوں لگے گا ـــ میں آپ کھالوں گی۔ آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔

تھانیدار:۔ نہیں تمہیں میری جان کی قسم ـــ یہ میرے ہاتھ سے ضرور کھاؤ۔

درگی:۔ لائیے کھا لیتی ہوں (منہ بھر جاتا ہے ـــ ہنستی ہے) آپ نے تو میرا منہ بھر دیا۔

تھانیدار:۔ میرے پاس موتی ہوتے تو اس وقت ان سے تمہارا منہ بھر دیتا۔

درگی ـــ درگی ـــ

درگی:۔ کہئے!

تھانیدار:۔ تم بہت اچھی ہو۔

درگی:۔ (ہنستی ہے) بس؟

تھانیدار:۔ بس ـــ

درگی:۔ تو مجھے پانی پلائیے۔ آپ کی یہ کچوری میرے گلے میں پھنس گئی ہے ـــ پانی پلائیے۔

تھانیدار:۔ پانی ـــ پانی تو یہاں نہیں ـــ

درگی:۔ جانے دیجئے ـــ گھر جا کے پی لوں گی۔

تھانیدار:۔ نہیں نہیں۔ میں ابھی لا دیتا ہوں ـــ یہاں سے کنواں دور نہیں ایک کوس سے بھی کچھ کم ہوگا اور تمہارا گاؤں تو یہاں سے بہت دور ہے ـــ سارا راستہ کیا پیاسی رہو گی۔

درگی:۔ آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔

تھانیدار:۔ تم یہاں بیٹھو۔

درگی:۔ اکیلی!

تھانیدار:۔ تو کیا ہوا ـــ تم یہاں بیٹھو۔ میں یوں چٹکیوں میں پانی لے کر آتا ہوں ـــ یہیں بیٹھی رہنا۔

درگی:۔ (ہنس کر) آپ جائیے پر جلدی واپس آئیے۔

(گھوڑے پر سوار ہوتا ہے ـــ گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز ـــ آہستہ آہستہ یہ آواز فیڈ آؤٹ کر دی جائے)

درگی:۔ لیٹ جاتی ہوں ـــ پر پیاس سے گلا سوکھ رہا ہے ـــ جلدی آجائیں ـــ (دور سے کسی کے گانے کی آواز آتی ہے ـــ یاد رہے کہ یہ آواز بہت دور سے آئے اور آہستہ آہستہ بالکل آہستہ واضح ہو)..... یہ

کون گا رہا ہے۔

گیت:۔

جوگی سوگی ہوتے ہیں
جوگی روگی ہوتے ہیں
تپتی ریت، سلگتا سورج ننگے سر اور ننگے پاؤں
تو کیا جانے کس کے کارن ہم پھرتے ہیں گاؤں گاؤں
جوگی سوگی ہوتے ہیں
جوگی روگی ہوتے ہیں
ساون رت میں جب آموں پر پاپی پپیہا بولتا ہے
تو کیا سمجھے من کا پنچھی اپنے پر کیوں تولتا ہے
جوگی سوگی ہوتے ہیں
جوگی روگی ہوتے ہیں

درگی:۔ کمبل والا ـــــ وہی کمبل والا ـــــ اب میں کیا کروں ـــــ اب میں کیا کروں۔

کمبل پوش:۔ ٹھیرو ـــــ بھاگو نہیں ـــــ گر پڑو گی۔

درگی:۔ تم ـــ تم کیوں میرا پیچھا کرتے ہو ـــ تم یہاں کیوں میرے پیچھے پیچھے آئے؟

کمبل پوش:۔ میں نے تیرا پیچھا نہیں کیا ـــ یہ ہونی ہے جو ہم دونوں کا پیچھا کر رہی ہے ـــــ یہاں اکیلی تو کیا کر رہی ہے۔

درگی:۔ میں اکیلی نہیں ہوں ـــــ وہ پانی لینے گئے ہیں ابھی آجائیں گے۔

کمبل پوش:۔ تو نے میری آواز پہچان لی تھی۔

درگی:۔ نہیں ـــــ (گھبرا کر) میں جاتی ہوں۔

کمبل پوش:۔ ٹھیر جا ـــــ مجھے تجھ سے ابھی کچھ کہنا ہے ـــــ یاد ہے تو نے ایک بار مجھ سے یہ سوال کیا تھا "کیا تو مجھ سے پریم کرتا ہے؟" ـــــ آج اس کا جواب سن لے ـــــ ایسی کوئی گھڑی نہیں گئی۔ جب میں نے تجھ سے پریم نہ کیا ہو ـــــ (دور سے گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز صرف چند لمحات کے لئے)

درگی:۔ (سخت گھبرا کر) وہ آگئے۔

کمبل پوش:۔ جب تک میں چاہوں گا کوئی یہاں نہیں آئے گا۔ آج مجھ میں اتنی شکتی ہے کہ میں اس دھرتی کے سارا گھومنے والے چکر کو بھی کچھ دیر کے لئے روک سکتا ہوں ـــــ تو نہیں جانتی میری کمزوریوں نے مجھے کتنا طاقتور بنا دیا ہے ـــــ کھڑی رہ یہاں ـــــ کچھ دیر اسی طرح اپنے چہرے پر زردیاں لئے کھڑی رہ کہ میں تجھے آخری بار جی بھر کے دیکھ لوں ـــــ تو نے آنکھیں کیوں میچ لیں؟ ـــــ یہ تجھے ایکا ایکی کیا ہو گیا؟ ـــــ وہ کون سی چیز ہے۔ جو تیری آنکھیں نہیں دیکھنا چاہتیں؟

(ایک دم فائر کی آواز)

درگی:۔ (چیخ مارتی ہے اور گر پڑتی ہے)۔۔۔۔۔۔

ہجوم کا شور و غل فوراً ہی شروع ہو جائے ـــــ اس پر ذیلی کے ٹکڑے

پر اپیوز کئے جائیں ۔

ایک لڑکی :۔ کیسے ہوا ؟

دوسری لڑکی :۔ سمجھ میں نہیں آتا ۔

پہلی لڑکی :۔ بے چاری کے ہاتھوں کی مہندی بھی ابھی نہیں اتری تھی ۔

دوسری لڑکی :۔ وہ کون تھا جس نے گولی چلائی ۔ پرماتما کرے نہ رہے اس دنیا کے تختے پر ۔

پہلی لڑکی :۔ تھانیدار ہے ۔ گولی مارنے والے کا ضرور کھوج نکال لے گا ۔

دوسری لڑکی :۔ میری تو آنکھوں میں آنسو آگئے جب میں نے درگی کو اس حالت میں دیکھا ۔ سیروں لہو نکل گیا ہوگا ۔

تیسری لڑکی :۔ مجھے اس کے بچنے کی آشا نہیں ۔ تو نے رنگ نہیں دیکھا ہلدی کے گابھے کی طرح پیلا پڑ گیا ہے ۔

چوتھی لڑکی :۔ کچھ بول ہی نہیں سکتی ۔

ہجوم کا شور و غلغلہ فیڈ آؤٹ کر دیا جائے ——— ذیل کا مکالمہ جب شروع ہو تو عقب میں سارنگی دھیمے دھیمے سروں میں بجتی رہے کوئی دردناک ——— ٹیون ہو ۔

تھانیدار : درگی ..... درگی ——— کچھ منہ سے تو بولو ۔

پٹواری :۔ تھانیدار صاحب اگر آپ کو کچھ پوچھنا ہے تو صرف یہ پوچھئے کہ گولی کس نے چلائی ——— وید جی کہتے ہیں کہ بس اب چند منٹوں ہی کی بات ہے ۔ جلدی کیجئے ۔

تھانیدار :۔ میں سب جانتا ہوں ۔

وید :۔ ان باتوں میں بھی وقت ضائع نہ کیجئے ..... ایسا نہ ہو کہ .....

تھانیدار :۔ (پیار سے) ..... درگی ...

درگی :۔ (کمزور آواز میں) جی ۔

وید :۔ اب جلدی پوچھ لیجئے ۔

تھانیدار :۔ پوچھتا ہوں ۔ آپ گھبرائیے نہیں ۔

تھانیدار :۔ درگی ——— ذرا آنکھیں تو کھولو ——— مجھ سے کچھ باتیں تو کرو ——— یاد ہے میں نے تم سے وہاں کیا کہا تھا کہ میں تم سے بہت باتیں کرنا چاہتا ہوں ——— سنو گی میری باتیں ——— اچھا بھلا یہ تو بتاؤ ۔ کیا تمہیں وہ سب باتیں یاد ہیں جو وہاں جنگل میں ہوئی تھیں ——— وہ ہرا بھرا درخت ——— وہ اس کی گھنی گھنی چھاؤں ——— گھوڑی پر سے ہمارا اترنا ..... اور وہاں چادر بچھا کر بیٹھنا ..... یاد ہے تمہیں .....

پٹواری :۔ (تشویشناک لہجے میں) تھانیدار صاحب ....

وید :۔ یہ آپ نے اتنی لمبی باتیں کیوں شروع کر دیں جو مطلب کی بات ہے وہ پوچھئے

تھانیدار :۔ میں ابھی پوچھتا ہوں ——— (درگی سے) ہاں درگی تو یہ باتیں تمہیں یاد ہیں نا ..... جب کچوری کھاتے کھاتے تمہیں پیاس لگی تھی اور میں پانی لینے چلا گیا تھا ——— اور ——— تم نے مجھے کتنا روکا تھا ۔

درگی :۔ (ایک آہ کے ساتھ) جی ہاں۔

وید :۔ تھانیدار صاحب۔ پرماتما کے لئے آپ جلدی کیجئے۔

تھانیدار :۔ اچھا درگی اب یہ بتاؤ کہ اس کے بعد کے واقعات بھی تمہیں یاد ہیں ——
میں گھوڑی پر تمہارے لیے پانی لے کر آیا تھا ۔ تم ادھر دور کھڑی
تھیں —— پھر کیا کیا ہوا تھا؟

درگی :۔ (کمزور آواز میں) ..... آپ نے فائر کیا تھا۔

(ایک لمحے کے لیے مکمل خاموشی)

تھانیدار :۔ (سنبھل کر) ہاں میں نے فائر کیا تھا —— سامنے جھاڑ پر ایک کبوتری مجھے
نظر آئی تھی جسے ایک باز دبوچے ہوئے تھا۔ میں نے ان پر فائر کیا تھا۔ پر تم یہ
بتاؤ کہ تمہیں کس نے مارا؟ —— تم مجھے اس کا نام بتاؤ —— اس نے
جس نے تم پر گولی چلائی ہے بہت بڑا جرم کیا ہے —— اتنا بڑا جرم کہ اس کی
سزا پھانسی ہے ..... اگر تم قاتل کا نام بتا دو گی تو وہ یقیناً پھانسی پر چڑھا
دیا جائے گا —— جانتی ہو پھانسی کتنی خوفناک چیز ہوتی ہے ——
اس وقت تک آدمی رسی کے پھندے میں لٹکا رہتا ہے۔ جب تک اس کی
جان نکل نہیں جاتی —— اب بتاؤ وہ کون آدمی تھا ... میری بات
سمجھ گئی ہو نا .....

درگی :۔ (توقف کے بعد —— معنی خیز ہنسی کے ساتھ) ... میں سمجھ گئی ...
میں سمجھ گئی (آواز ڈوب جاتی ہے)

تھانیدار :۔ (اونچی آواز میں) درگی —— درگی ... درگی ...

(وقفہ)

وید :۔ (گلوگیر لہجے میں) ..... درگی پر فوک سدھار گئی اور یہ راز بھی اپنے ساتھ
ہی لیتی گئی۔

(کمبل پوش کا داخلہ —— چار پانچ آدمیوں کی سرگوشیوں کی آواز)

وید :۔ یہ آدمی کون ہے۔

تھانیدار :۔ تم کون ہو؟

کمبل پوش :۔ میں کون ہوں —— (سوالیہ انداز میں) میں کون ہوں؟

تھانیدار :۔ کیا چاہتے ہو تم؟

کمبل پوش :۔ کچھ بھی نہیں چاہتا —— صرف یہ کہنے آیا ہوں کہ درگی کو مارنے
والا میں ہوں —— اس کی جان میں نے لی ہے —— مجھے گرفتار کر
لیجئے۔

(حیرت بھری سرگوشیوں کا ہجوم۔ پھر فیڈ آؤٹ)

انتظار

افراد

منتظر (آواز میں اضطراب ہو)
منتظر کا منطقی وجود (آواز موٹی ہو)
اخبار والا
وہ جس کا انتظار کیا جا رہا ہے۔
منتظر کا دوست

نوٹ:۔ شروع سے لے کر آخر تک اس فیچر میں گھڑی کی ٹک ٹک سنائی دیتی رہے۔ یہ آواز عقب میں ہو۔

گھڑی آٹھ بجاتی ہے۔

منتظر:۔ آدھا گھنٹہ ــــ صرف آدھا گھنٹہ اور پھر اس کے بعد ..... یہ ٹرین کی آخری ڈوبتی ہوئی گونج کتنی پیاری تھی ــــ اور ..... اور .....

منتظر کا منطقی وجود:۔ اگر وہ نہ آئی ــــ یعنی اگر .....

منتظر:۔ کیوں نہ آئے گی ــــ ضرور آئے گی (پھیکی ہنسی) یہ اندیشے بالکل فضول ہیں (اپنے کو تسلی دینے کے انداز میں) ..... اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔

منطقی وجود:۔ وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا۔

منتظر:۔ کتنا لغو خیال ہے ــــ کل کے شعر کا ایک مصرعہ ہے شاید لیکن کس قدر عامیانہ ہے ..... ایسی شاعری بھانے تو ..... وہ ضرور آئے گی اور شاعری ..... شاعری ــــ اچھی چیز ہے ــــ تپائی پر جو یہ گلدان پڑا ہے میں نے اس میں ابھی تک پھول کیوں نہیں سجائے (گلدان کی آواز)

..... یہ گلدان اسے پسند ہے آج وہ اسے اور بھی پسند کرے گی۔ بنگس اور ملبھری پھول اسے بہت بھاتے ہیں ــــ یہاں پر یہ ٹھیک رہے گا ــــ کیوں:

(سیٹی بجاتا ہے ــــ ایک خاص دھن میں)

منطقی وجود:۔ (اس دھن میں یہ شعر گاتا ہے)۔

ــــ وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

(وقفہ)

منتظر:۔ (ایک ایک لفظ کرکے) وہ ــــ آئیں ــــ گھر ــــ میں ــــ ہمارے خدا ــــ کی ــــ قدرت ــــ ہے ــــ خدا کی قدرت ہے (چونک کر) خدا کی قدرت ــــ خدا کی قدرت ؛ یعنی اس کا آنا بالکل اچانک تھا۔ شاعر کو اس کی آمد کا یقین نہیں تھا ــــ بھی ہوگا۔ مگر ہمیں تو پورا پورا یقین ہے ــــ کیوں ؟

منطقی وجود:۔ ..... اگر..... اگر.....

منتظر:۔ ہٹاؤ جی اس خیال کو ــــ ہاں ــــ تو میں کیا سوچ رہا تھا ــــ سوچ کیا رہا تھا ؟ ــــ سوچنے کی بات ہی کیا ہے ؟ ــــ وہ ضرور آئے گی ــــ چند منٹوں کی بات ہے۔

منطقی وجود:۔ ایک گھنٹہ میں ساٹھ منٹ ہوتے ہیں ــــ ساٹھ!

منتظر:۔ ستائیس منٹ اور رہ گئے ہیں ــــ صرف ستائیس ــــ (گھڑی کی ٹک ٹک بلند ہو کر پھر اصلی حالت پر آجائے) ــــ ہر چند قرینے سے رکھی ہوئی ہے ــــ گلدان بھی سج گیا ــــ سگرٹ سلگا لیتا ہوں ــــ ایک سگرٹ کم از کم دس منٹ جلتا رہے گا۔

منطقی وجود:۔ ساڑھے سات منٹ۔

منتظر:۔ تو کیا ہوا..... (سگرٹ سلگانے کی آواز)

منطقی وجود:۔ کش زور سے کیوں لے رہے ہو؟

منتظر:۔ ساتھ ساتھ ٹہلتا بھی رہوں تو ٹھیک رہے گا ــــ (ٹہلنے کی آواز) ہاں ــــ تو بات یہ ہے.....

منطقی وجود:۔ کیا بات ہے ــــ تم کھوئے کھوئے سے کیوں ہو؟

منتظر:۔ کوئی بات نہیں، بات کیا ہوگی ــــ ایک، صرف اتنا ڈر ہے کہ...

منطقی وجود:۔ موسم خراب ہے۔

(کڑک کی آواز)

منتظر:۔ (گھبرا کر) یہ بجلی کی کڑک تو نہیں ؟

منطقی وجود:۔ سگرٹوں کا ڈبہ جو آپ نے ابھی ابھی کھولا تھا اس کا ڈھکنا آپ کے پیر کے نیچے آگیا ہے۔

منتظر:۔ (ہنستا ہے)..... آواز بالکل بجلی کی سی پیدا ہوئی ــــ کیا ڈھکنا ہی تھا ــــ ڈھکنا ہی تھا ــــ (کھڑکی کھولنے کی آواز) ..... موسم زیادہ خراب تو نہیں ہے ــــ بادل ؟ ــــ وہ اب تو گھر سے چل پڑی ہوگی ــــ یہ سگرٹ ختم ہونے ہی میں نہیں آتا ــــ انگلیوں میں مسلا گیا ہے۔

منطقی وجود:۔ دوسرا سلگا لو ــــ یوں تھوڑا سا وقت بھی خرچ ہو جائے گا۔

منتظر:۔ نہیں، زیادہ سگرٹ میں نہیں پیوں گا۔ منہ سے بو آئے گی۔ بہت ممکن ہے اسے ناگوار معلوم ہو ــــ اس نے ایک بار کہا بھی تو تھا.....

وہ:۔ (یعنی وہ جس کا انتظار کیا جا رہا ہے)..... تمہیں میری ہی جان کی قسم جواب سگرٹ پیو.....

منتظر:۔ مجھے عادل تمکی نہیں کرنی چاہیے (وقفہ)

منطقی وجود:۔ سگرٹ بجھا دیا ــــ اب یہ وقت کیسے کٹے گا۔

منتظر :۔ یہ گراموفون باجا جو ہے ـــــ رکارڈ نکال کر باہر رکھ دوں ؟ بہت ممکن ہے وہ بجانا چاہے۔

منطقی وجود :۔ ایک رکارڈ پورے تین منٹ تک بجتا رہے گا۔

منتظر :۔ تین منٹ ..... (رکارڈ لگانے کی آواز) ..... تین منٹ، تک بجتا رہے گا ـــــ کیا برا ہے ـــــ موسیقی مجھے پسند ہے۔

(ذیل کا رکارڈ بجایا جائے)

سہگل کا رکارڈ (چنڈی داس فلم کا) ..... رات کٹی گن گن کے تارے

(رکارڈ پر سے ایک دم سوئی ہٹالی جائے)

منتظر :۔ کیسا واہیات رکارڈ ہے ـــ رات کٹی گن گن کے تارے ـــــ

منطقی وجود :۔ ابھی تو آٹھ بج کر کچھ منٹ ہوئے ہیں۔ ساری رات پڑی ہے۔

منتظر :۔ ابھی آٹھ بج کر کچھ منٹ ہی ہوئے ہیں ـــ ـــ تو اس کا کیا مطلب ہے ـــ میں ـــ میں اتنا بیتاب کیوں ہو رہا ہوں ـــ آجائے گی ـــ ایسی باتوں ہی سے تو ان لوگوں کا دماغ ساتویں آسمان پر پہنچ جاتا ہے۔ میں اس کا انتظار بالکل نہیں کروں گا ـــ کرسی پر بیٹھ جاتا ہوں۔ میز پر یہ سفید کاغذ رکھا ہی ہے۔ اس پر اس مہینے کا حساب لکھنا شروع کر دیتا ہوں ـــ ـــ ہاں ـــــ سگرٹ ۔ پانچ روپے ..... سگرٹ پانچ روپے ..... (یہ آواز دھیمی ہوتی جائے اور جس کا انتظار کیا جا رہا ہے اس کی آواز ابھرتی آئے)

وہ :۔ تمہیں میری جان کی قسم جو اب سے سگرٹ پیو ـــ دیکھو تو کتنے کمزور

ہو رہے ہو ـــــ بادام کھایا کرو .....

منتظر :۔ اسے میرا کتنا خیال ہے ..... اب آ بھی جائے۔ مگر .....

منطقی وجود :۔ ساڑھے آٹھ بجنے میں ابھی کافی دیر ہے۔

منتظر :۔ میں سمجھتا ہوں یہ گھڑی فاسٹ ہے ـــ کیا پتہ ہے کہ .....

منطقی وجود :۔ گھڑی سلو ہو۔

منتظر :۔ جی نہیں۔ اس گھڑی کا وقت بالکل صحیح ہے ـــــ ابھی پرسوں ہی تو ٹھیک کرائی ہے ـــــ (وقفہ) ـــ کہیں اس کی گھڑی میں فرق نہ ہو۔

منطقی وجود :۔ ایسا ہو سکتا ہے۔

منتظر :۔ تو یہ کوئی بڑی بات نہیں ـــ پانچ نہیں دس منٹ کا فرق ہوگا۔

منطقی :۔ اس وقت سے لے کر اب تک دس منٹ مشکل سے گزرے ہیں ـــ نہیں ابھی دس منٹ نہیں گزرے۔

منتظر :۔ گھڑی میں ضرور خرابی ہے ـــــ کھول کر نہ دیکھ لوں۔

منطقی وجود :۔ کھول کر آپ کو کیا نظر آجائے گا۔

منتظر :۔ کچھ نہیں۔ میں نے تو یہ کہا تھا کہ چلو یوں تھوڑا سا وقت گزر جائے گا۔

منطقی وجود :۔ تو چلئے پرزے کھول کر بیٹھ جایئے مگر یاد رہے اس دن کی طرح پھر جڑیں گے نہیں۔

منتظر :۔ (ہنستا ہے) ..... کیسے کیسے عجیب خیال آتے ہیں (ہنستا ہے) (گاتا ہے) کیسے کیسے عجیب خیال آتے ہیں ـــــ نہیں وزن ٹھیک نہیں ہے ـــــ

منطقی وجود:۔ یہ آپ کو شاعری کیا سوجھی ہے۔

منتظر:۔ (خوب ہنستا ہے)..... یہ شاعری بھی اچھی رہی ـــ اب آ بھی جائے ـــ وقت کیا ہوا ہے ـــ ساڑھے .....

منطقی وجود:۔ ابھی ساڑھے کہاں ـــ سوا کہئے سوا۔

منتظر:۔ مجھے کوئی کام بھی نہیں ہے آج

منطقی وجود:۔ اس مہینے کا حساب لکھنا تھا۔

منتظر:۔ اجی اونت بھیجو۔ حساب کتاب پر۔ یہ بھی کوئی وقت ہے حساب کتاب کا ـــ لیکن ایسے وقت میں کرنا کیا چاہئے۔

منطقی وجود:۔ اس کو ایک خط لکھنا شروع کر دو۔

منتظر:۔ بالکل ٹھیک ـــ (وقفہ) ـــ اس پیڈ کا کاغذ اچھا رہے گا۔

منطقی وجود:۔ ہاں خوشبودار ہے۔

منتظر:۔ کیا لکھوں ـــ (وقفہ)..... مضمون سمجھ میں نہیں آتا۔

منطقی وجود:۔ لکھو کہ میں تمہارا بہت انتظار کرتا رہا۔

منتظر:۔ اور جب وہ آئے تو یہ خط اس کو دے دوں ـــ خیال اچھا ہے۔ تو لکھتا ہوں ـــ (وقفہ)..... میرا خیال ہے کہ اب وہ گھر سے چل پڑی ہوگی ـــ یہ خط اس کے آنے تک ختم نہ ہوگا ـــ

منطقی وجود:۔ تم خط لکھنا شروع تو کرو۔

منتظر:۔ ..... میری پیاری ..... تم نے آج وعدہ کیا تھا کہ ساڑھے آٹھ بجے آؤ گی ـــ میں تمہارا شدت کے ساتھ انتظار کرتا رہا.....

منطقی وجود:۔ کتنی پھسپھسی عبارت ہے۔

منتظر:۔ پھسپھسی ـــ نہیں تو (وقفہ)..... واقعی پھسپھسی ہے ـــ اب تو وہ آتی ہی ہوگی (کاغذ پھاڑنے کی آواز) ـــ خط کی کوئی ضرورت نہیں ـــ میں اس کو زبانی بتا دوں گا۔

منطقی وجود:۔ بشرطیکہ وہ آجائے۔

منتظر:۔ یہ شرط کیسی ـــ وہ ضرور آئے گی۔

منطقی وجود:۔ اگر..... اگر.....

منتظر:۔ نہیں۔ نہیں۔

منطقی وجود:۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسی بات ہو جائے۔

منتظر:۔ کیسے بیہودہ خیال ہیں۔

منطقی وجود:۔ اگر وہ نہ آئی تو۔

منتظر:۔ ضرور آئے گی

منطقی وجود:۔ دیکھ لیں گے۔

(دستک کی آواز)

منتظر:۔ (خوش ہو کر)..... لو وہ آگئی ـــ (گھبرا کر) سب چیزیں ٹھیک ہیں نا ـــ سگرٹوں کا ڈبہ ـــ اسے کہاں رکھوں ـــ کون ہے۔ ـــ اس کا ڈھکنا کہاں ہے ـــ لعنت ـــ خالی ہی کہیں چھپا دیتا ہوں ـــ اور ـــ اور یہ ـــ ابا ـــ بس اب ٹھیک ہے ـــ

منطقی وجود :- اپنا دم تو درست کرلو ـــــ ہانپ رہے ہو۔

منتظر :- دم وم سب ٹھیک ہے ـــــ میرا خیال ہے اس کو تھوڑا سا ڈرانا چاہئے۔

(دروازہ کھولنے اور پھر ایک دم "ہپ" کرنے کی آواز)

اخبار والا :- (ڈرے ہوئے انداز میں) ..... اجی صاحب ـــــ آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا ـــــ اوف ـــــ

منتظر :- تم ـــــ ت ـــــ ت ـــــ تم ـــــ تم کون ہو ـــــ تم اخبار والے کیوں ہو؟ ـــــ بھاگ جاؤ یہاں سے۔

اخبار والا :- حضور یہ پوچھنے آیا تھا کہ دونوں اخبار اسٹیٹسمین ـــــ اور ہندوستان ٹیمز لایا کروں یا اکیلا اسٹیٹسمین ـــــ جیسا آپ حکم دیں۔

منتظر :- جتنے بھی ہوں لے آیا کرو۔

اخبار والا :- بہت اچھا سرکار۔

(دروازہ بند کرنے کی آواز ـــــ وقفہ۔)

منتظر :- اس اخبار والے کو بھی اسی وقت آنا تھا ـــــ کم بخت ڈر گیا تھا (ہنستا ہے)

(ہولے ہولے دستک دینے کی آواز)

منتظر :- (ہنسی روک کر) آگئی ـــــ آگئی ـــــ آگئی ـــــ

(دروازہ کھولنے اور پھر ایک دم "ہپ" کرنے کی آواز)

اخبار والا :- (ڈرے ہوئے انداز میں) صاحب یہ ـــــ یہ ـــــ آپ بار بار مجھے کیوں ڈراتے ہیں؟

منتظر :- اوہ ـــــ تم کیا چاہتے ہو؟ اب پھر کیوں آئے ہو ـــــ خدا

کے لئے جاؤ۔

اخبار والا :- صاحب یہ پوچھنے آیا تھا کہ اردو اخبار بھی لے آیا کروں۔

منتظر :- فارسی۔ عربی۔ گجراتی۔ مرہٹی۔ پنجابی ـــــ سب زبانوں کے لے آیا کرو ـــــ مگر خدا کے لئے اس وقت جاؤ۔

(دروازہ بند کرنے کی آواز)

منتظر :- حد ہو گئی ہے۔

منطقی وجود :- بڑی شرم کی بات ہے ـــــ وہ دل میں کیا کہتا ہوگا۔

منتظر :- اجی ہٹاؤ ـــــ لیکن میں کہتا ہوں وہ ابھی تک آئی کیوں نہیں ـــــ کہیں ایسا تو نہیں ہو گیا .....

منطقی وجود :- کہ وہ بھول ہی گئی ہو۔

منتظر :- ایسا بھلا ہو سکتا ہے ـــــ بس اب وہ آتی ہی ہوگی۔ یہاں سے اس کا گھر بھی تو کافی دور ہے۔ اور بہت ممکن ہے پیدل آئے۔

منطقی وجود :- تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ وہ بہت دیر کے بعد آئے گی۔

منتظر :- میرا مطلب یہ تو نہیں تھا۔ وہ گھر سے تو بہت پہلے کی چل پڑی ہوگی ـــــ گھڑی ـــــ گھڑی ـــــ یہ گھڑی ضرور خراب ہو گئی ہے ـــــ یہ دیکھو نا اس کی سیکنڈ کی سوئی کتنی ہولے ہولے چلتی ہے۔

منطقی وجود :- سامنے کلاک موجود ہے۔

منتظر :- ..... دونوں کا وقت مجھے صحیح معلوم نہیں ہوتا ـــــ خیر کل پتا لگ جائے گا ـــــ ابھی تک دس منٹ باقی ہیں ـــــ گزر کتنے

چکے ہیں۔

منطقی وجود:۔ سترہ ——— تیرہ ابھی باقی ہیں۔

منتظر:۔ میں دیوانہ ہو جاؤں گا۔

منطقی:۔ کیا کہا؟

منتظر:۔ کچھ بھی نہیں ——— تو ناول پڑھنا شروع کر دیتا ہوں۔

(لکڑی کے ساتھ کوئی چیز ٹکرانے کی آواز)

منتظر:۔ (اچھل کر)..... لو وہ آگئی ——— آیا ———

منطقی وجود:۔ آپ کا پیر کرسی کے نچلے ڈنڈے کے ساتھ ٹکرایا ہے اب تک نہیں آئی۔

منتظر:۔..... پھر ٹکرائے گا ——— اٹھ کھڑا ہوتا ہوں ——— ٹہلتا رہوں گا۔
اور پڑھتا رہوں گا۔

(بے قراری کے ساتھ ٹہلنے کی آواز ——— گھڑی کی ٹک ٹک کی رفتار مدھم ہو جائے مگر آواز بلند ہو)۔

منتظر:۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا ——— عجب اوٹ پٹانگ عبارت ہے (کتاب بند کرنے اور میز پر رکھنے کی آواز)..... پھر پڑھوں گا۔

منطقی وجود:۔ دل بیٹھتا کیوں جا رہا ہے؟

منتظر:۔ کیا معلوم ——— پانی پیتا ہوں۔ (پانی پینے کی آواز)..... تلخی ———
کس قدر تلخی ہے حلق میں ——— میرا خیال ہے ٹھیک وقت پر آئے گی
——— پورے ساڑھے آٹھ بجے ——— (چونک کر)..... ابھی ساڑھے
آٹھ نہیں بجے ——— میں..... میں..... بیٹھ جاتا ہوں۔

(گھڑی بڑے بڑے وقفوں کے بعد ٹک ٹک کرتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سیکنڈ لمبے ہو گئے ہیں)..... مجھے کچھ ہو گیا ہے۔

منطقی وجود:۔ پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔

منتظر:۔ پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ (میز پر انگلیوں سے ڈھول بجانے کی آواز)
..... میں کیا کر رہا ہوں (گھڑی کی بھیانک آواز)
(اٹھ کر اضطراب کے ساتھ ٹہلنا شروع کر دیتا ہے)۔

منطقی وجود:۔ پیر لڑکھڑا رہے ہیں۔

منتظر:۔ تو اچھا بھلا بیٹھا تو تھا ——— اٹھ کر چلنے کیوں لگا ——— حلق سوکھ رہا ہے ——— لیکن اب تو اس کے آنے میں کوئی دیر نہیں چند منٹوں کی.....

منطقی وجود:۔ چند منٹوں کی؟ ہیں..... (گھڑی لمبے لمبے سانس لیتی ہے)
(کاغذ کھڑکھڑانے کی آواز)

منتظر:۔ آج ہوا کتنی تیز ہے ——— کیلنڈر کا کاغذ کھڑکھڑا رہا ہے۔
(برتن گرنے کی آواز)

منتظر:۔ اس میری ہمسائی کے گھر میں ہر وقت برتن ہی گرتے رہتے ہیں۔

منطقی وجود:۔ آج تمہارے کان بڑے تیز ہیں۔

(ذیل کا شعر اس طرح گایا جائے کہ ہولے کے جھونکے کے ساتھ اڑتا معلوم ہو)

؎ فریب آرزو کی سہل انگاری نہیں جاتی
ہم اپنے دل کی دھڑکن کو تری آوازِ پا سمجھے

منتظر:۔ ..... ہم اپنے دل کی دھڑکن کو تری آوازِ پا سمجھے ——— آوازِ پا ———

دل کی دھڑکن (گھڑی زیادہ لمبے لمبے سانس لیتی ہے) ..... یہ میرے دل کو کچھ ہوگیا ہے یا کلاک خراب ہوگیا ہے ـــــ میرا حلق بھی سوکھ رہا ہے ..... ابھی وقت نہیں ہوا (منظر ا۔ ب کے ساتھ ٹہلتا ہے)

(دروازے پر دستک)

منتظر:۔ (کمزور آواز میں) ..... آگئی ..... آگئی ـــــ خوشی سے میری آواز ہی نہیں نکلتی ـــــ دروازہ ..... دروازہ .....

منطقی وجود:۔ دروازہ آپ کے سامنے ہے۔

منتظر:۔ ارے ہاں ..... آیا ـــــ آیا ـــــ

(دروازہ کھولنے کی آواز ـــــ دروازہ کھولتے ہی ڈیل کی آواز آتی ہے)

دوست:۔ السلام علیکم

منتظر:۔ (تتلا کر) وو وو ـــــ ولیکم السلام ـــــ ک۔ک۔ک۔ کیسے تشریف لائے؟

دوست:۔ میں تم کو اس گھوڑی کی بابت کچھ بتانے آیا تھا۔

منتظر:۔ گھو ـــــ گھو ـــــ گھوڑی۔

دوست:۔ اماں وہی جس کی بابت کالے خاں کہتا تھا کہ بڑی دولتیاں جھاڑتی ہے ـــــ بھئی تھی بڑی منہ زور ـــــ پڑی نہیں جمنے دیتی تھی ـــــ بگدھریاں کرتی تھی ـــــ بگدھریاں۔

منتظر:۔ بگ ـــــ دھریاں ـــــ جی

دوست:۔ منہ کی بہت کڑی تھی ـــــ الف ہو جاتی تھی الف۔

منتظر:۔ جی ـــــ کسی سلوتری کے حوالے کردی ہوتی۔

دوست:۔ تم تو گھانس کھا گئے ہو ـــــ کہاں کا سوار کہاں کا سلوتری۔ قدم رکاب میں آگیا اور بگٹٹ ہوگئی ـــــ اور مجھے تو پیٹھ پر ہاتھ نہیں دھرنے دیتی تھی ـــــ ایسا چمکتی تھی جیسے بجلی .....

منتظر:۔ میں ..... میں .....

دوست:۔ کاٹھیاواڑ کھیت کی تھی نا ـــــ چھوٹے تو سرپٹ جائے اخبر پنجر ڈھیلے کر دے .....

منتظر:۔ میں ..... میں .....

دوست:۔ یہ میں میں کیا کرتے ہو؟

منتظر:۔ میں بیمار ہوں ـــــ سخت بیمار ہوں ـــــ آپ ـــــ آپ اوہ ـــــ ساڑھے آٹھ بجنے والے ہیں۔

دوست:۔ (فکرمند لہجے میں) تم بیمار ہو ـــــ لیکن بھئی عجیب بیوقوف ہو مجھ سے تم نے پہلے کیوں نہ کہا ـــــ اب اطمینان سے اپنا سارا حال سناؤ ـــــ مجھے کوئی خدمت بتاؤ ـــــ بھئی واللہ کمال کر دیا ـــــ اور ہاں۔ یہ ساڑھے آٹھ بجے تم نے کیا کہا تھا؟

منتظر:۔ (مردہ آواز میں) ..... ساڑھے آٹھ بجے ـــــ ساڑھے آٹھ بجے مجھے دوا پینی ہے۔

دوست:۔ لاؤ میں پلا دیتا ہوں ـــــ کہاں ہے دوا ـــــ ساڑھے آٹھ بجنے میں کونسی دیر ہے ـــــ دوا کہاں ہے؟

منتظر :۔ نہیں ـــــ نہیں ـــــ میں خود پی لوں گا ـــــ آپ تکلیف نہ کریں ـــــ آپ ـــــ آپ ـــــ آپ جائیے۔

دوست :۔ میں تمہیں یہاں بیمار چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہوں۔

منتظر :۔ ـــــ میں ـــــ میں بیمار نہیں ہوں ـــــ میں ابھی ٹھیک ہو جاؤں گا ـــــ آپ جائیے ـــــ اوہ، خدا کے لئے آپ جائیے۔ مجھے دل کا دورہ پڑ جائے گا۔

دوست :۔ دل کا دورہ ـــــ بھئی اب تو میں ہرگز نہیں جاؤں گا ـــــ بتاؤ دوا کہاں ہے ؟

منتظر :۔ دوا میرے پاس نہیں ہے ـــــ آپ جائیے ـــــ خدا کے لئے جائیے۔

دوست :۔ تمہیں اس حالت میں چھوڑ کر میں ڈاکٹر کے پاس بھی تو نہیں جا سکتا۔

منتظر :۔ کیا کہا ؟ ـــــ (اضطراب بڑھتا جائے۔ گھڑی کی آواز زیادہ لمبے لمبے سانس لے) ـــــ کیا کہا ـــــ آپ ڈاکٹر کے پاس بھی نہیں جائیں گے ـــــ میں ـــــ میں مر جاؤں گا ـــــ خدا کے لئے ڈاکٹر کے پاس دوڑے جائیے ـــــ میری حالت بہت خراب ہے ـــــ میری ـــــ حالت ـــــ بہت ـــــ نازک ـــــ ہے ـــــ جائیے ـــــ (آواز کمزور ہوتی جاتی ہے)

دوست :۔ غشی طاری ہو گئی ـــــ کیا ہوا ؟ ـــــ ڈاکٹر ـــــ کہاں ملے گا ڈاکٹر ـــــ (دروازہ کھولنے کی آواز ـــــ گھبراہٹ کے ساتھ باہر جانے کی آواز) کوئی ڈاکٹر مل جائے اس وقت (چلا جاتا ہے)۔

(گھڑی اصلی حالت میں ٹک ٹک کرتی ہے ـــــ کم از کم یہ آواز ڈیڑھ سیکنڈ تک جاری رہے ـــــ آخر میں کلاک میں خرخراہٹ پیدا ہو اور ایک ٹن کی آواز آئے۔ اس ٹن کی گونج تھوڑی دیر تک سنائی دیتی رہے ـــــ گھڑی کی ٹک ٹک بند ہو جائے اور ایک سیکنڈ تک مکمل خاموشی طاری رہے ـــــ اس خاموشی کے بعد دروازہ کھلے اور جس کا انتظار کیا جا رہا ہے وہ آئے)

وہ : دیکھو تو کس مزے سے جناب سو رہے ہیں ـــــ گویا ان کو معلوم ہی نہیں میں آ رہی ہوں ـــــ کافی گہری نیند سو رہے ہیں ـــــ خدا جانے کہاں سے گھومتے گھماتے تھک کر آئے ہوں گے ـــــ (خفگی کے ساتھ) تو مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ یہاں بن بلائے مہمانوں کی طرح کھڑی رہوں ـــــ

(ہولے ہولے دروازہ بند کرنے کی آواز)

(فیڈ آؤٹ)

انتظار کا دوسرا رُخ

افراد

بلقیس ..... (آواز مضطرب ہو)
ثریّا ..... بلقیس کی چھوٹی بہن (شریر)
بلقیس کی ماں ..... (رعب دار آواز)
بلقیس کا بھائی
بلقیس کا باپ

(چھوٹی بچی کے ہنسنے کی آواز)

بلقیس :- کھڑی ہنس رہی ہے ـــــ تجھ سے جو کام کہا ہے وہ کر۔ یاد رکھ وہ کان اینٹھوں گی کہ بلبلا اٹھے گی ۔ (لہجہ بدل کر) ..... جا۔ میری بہن۔ بڑے طاق سے میری چوڑیوں والا بکس اٹھا لا پیسے کہ امّی جان

کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ جا۔ میری اچھی بہن جو ہوئی۔

ثریّا :- (ہنستے ہوئے) ..... اور جو میں نہ لاؤں تو۔

بلقیس :- مجھے ہے ہے کر کے پیٹے۔ میرا مردہ دیکھے ـــــ لے اب سن لیا تجھے تو بڑی بہن کا کچھ لحاظ ہی نہیں۔ نگوڑی ہمسائیاں تجھ سے جو کام چاہیں کرالیں ایک فقط مجھ اللہ ماری کا تو کوئی کام نہ کرے گی۔

ثریّا :- میں ..... میں ..... اپنی بہن کا ہر کام کروں گی۔ ہمسائیاں جائیں بھاڑ میں ـــــ میری باجی اور ان کا کیا مقابلہ ـــــ تو چوڑیوں کا بکس طاق پر سے اٹھا کر ایسے لاؤں کہ امّی جان کو کانوں کان خبر نہ ہو ـــــ اچھا بھلا یہ تو بتایئے اس کام کے لئے مجھے انعام کیا ملے گا۔

بلقیس :- ثریّا۔ جا۔ مجھے نہ ستا۔ ایک نگوڑا میرا دل ویسے ہی خراب ہے۔ اوپر سے تو چھیڑ خانی کر رہی ہے۔ جا۔ اس وقت مجھے ہنسی ٹھٹھا اچھا نہیں لگتا ـــــ آدھا گھنٹہ باقی رہ گیا ہے اور مجھے جہان بھر کے کام کرنا ہیں ـــــ

ثریّا :- کہاں جا رہی ہیں آپ ـــــ سینما دیکھنے ؟ ـــــ سینما دیکھنے ؟ آپ ضرور سینما دیکھنے جا رہی ہیں جبھی تو چوڑیاں نکلوائی جا رہی ہیں ـــــ میں آج آپ کے ساتھ نہ گئی تو میرا نام بھی ثریا نہیں۔

بلقیس :- ثریّا۔ تو اب زیادہ بک بک نہ کر۔ جتنا تجھ سے کہتی ہوں اتنا ہی تو مجھے تنگ کرتی ہے ـــــ تیری قسم میں سینما نہیں جا رہی۔

ثریّا :- تو پھر یہ تیاریاں کس لئے ہو رہی ہیں۔

بلقیس :۔ کیسی تیاریاں ؟

ثریا :۔ یہ نفیسیاں

بلقیس :۔ میں نے کل کی پہن رکھی ہیں۔

ثریا :۔ ہلاکت ۔

بلقیس :۔ اس کا پنڈنٹ خراب ہوگیا تھا۔ چار پانچ روز سے باہر پڑا تھا۔ اباجی نے ابھی تک سنار کو بھجوایا ہی نہیں تھا۔ میں نے سوچا باہر پڑا پڑا اور خراب ہو جائے گا۔ اس لئے پہن لیا۔

ثریا :۔ اور یہ ساڑھی ـــــ یہ نئی سینڈل .....

بلقیس :۔ یہ تو میرا امتحان لینے کیا بیٹھ گئی ہے اور میں بے وقوف نہیں جو تجھے ہر بات کا جواب دیتے چلی جا رہی ہوں جیسے تو میری اماں ہے ـــــ چل دفان ہو یہاں سے۔ میں اب تک لحاظ ہی کئے جا رہی تھی ـــــ ہاں میں باہر جا رہی ہوں۔ سنا ساڑھے آٹھ بجے مجھے وہاں پہنچ جانا ہے ـــــ (اپنے آپ سے) چوڑیاں جائیں جہنم میں۔ نہ پہنوں گی تو کیا ہوگا۔ اور پھر اس الفتی سے تو کبھی بحث ختم ہی نہیں ہوگی ـــــ

ثریا :۔ آپا آپ ناراض ہوگئیں مجھ سے ۔

بلقیس :۔ چل ہٹ دور ہو ـــــ تجھ سے کہہ جو دیا آج مجھ سے یہ چھیڑ خانی اچھی نہیں لگتی۔ مجھے آج ضروری باہر جانا ہے پر مصیبت یہ ہے کہ امی جان اجازت نہیں دیں گی۔ (کچھ اپنے آپ سے کچھ ثریا سے) پچھلے تین روز سے متواتر شام کو باہر جا رہی ہوں۔ آج ان سے اجازت مانگی تو وہ بھلا کیا دیں گی ـــــ

ہائے اللہ اب کیا ہوگا۔ اور میں ان سے وعدہ کر چکی ہوں کہ ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے پہنچ جاؤں گی۔

ثریا :۔ (بھولے پن سے) کس سے۔

بلقیس :۔ (غیر ارادی طور پر) لطیف صاحب سے۔

ثریا :۔ (حیرت سے) لطیف صاحب سے .... یہ لطیف صاحب کون ہیں۔

بلقیس :۔ آٹھ بج کر اوپر دس منٹ ہو گئے ہیں اور ـــــ اور ـــــ کیا کہا تو نے ؟

ثریا :۔ یہ لطیف صاحب کون ہیں ؟

بلقیس :۔ لطیف صاحب .... (چونک کر) مجھے کیا معلوم کون ہیں ـــــ ار ـــــ ار ـــــ سچ سچ یہ کون ہیں ؟ ـــــ ثریا ـــــ تو نے آج کا سبق یاد کیا ـــــ کبھی نہیں کیا ہوگا۔

ثریا :۔ یہ لطیف صاحب کون ہیں ؟

بلقیس :۔ کہہ جو دیا۔ مجھے معلوم نہیں۔

ثریا :۔ ابھی ابھی آپ ہی نے تو ان کا نام لیا تھا۔

بلقیس :۔ ثریا تو اب بہت جھوٹ بولنے لگی ہے ـــــ میں بھلا کیوں کسی مرد کا نام لوں اور ـــــ اور پھر کوئی ایسا آدمی بھی تو ہو ـــــ ہاں بتو تا ہیں تجھے کہا کیا تھا۔

ثریا :۔ کہا تھا کہ آپ نے کسی لطیف صاحب سے ساڑھے آٹھ بجے ملنے کا وعدہ کیا ہے

بلقیس :۔ (بھینچے ہوئے لہجے میں) خاموش ـــــ ہولے بول ـــــ (اونچی

آواز میں) جانے تو کیا واہی تباہی بکتی ہے ——

(دور سے بلقیس کی ماں کی آواز آتی ہے: "بلقیس —— بلقیس")

بلقیس: ثریا —— لے یہ اکنی دو پیسے کی املی لے لینا —— پر یاد رکھ میں ہر روز املی کے لئے پیسے نہ دوں گی —— اور دیکھ — آدھی میرے لیے رکھ چھوڑنا —— امی مجھے بلا رہی ہیں —— (بلند آواز میں) آئی۔ اور دیکھ ثریا۔ کسی سے ان باتوں کا ذکر نہ کیجو۔ سمجھ گئی؟ —— لے وہ خود ہی آ رہی ہیں۔ تو بھاگ یہاں سے۔

بلقیس کی ماں: بلقیس یہ جو میں دو گھنٹے سے تجھے بلا رہی ہوں تو نے کانوں میں روئی ٹھونس رکھی ہے کیا۔

بلقیس: نہیں تو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ماں: اور یہ میں کیا سنتی ہوں۔

بلقیس: ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیا امی جان۔

ماں: کہ تو آج پھر باہر جانا چاہتی ہے —— میں کہتی ہوں لونڈوں کے ساتھ کدکڑے نہ لگا۔ شریف بہو بیٹیوں کی طرح تیرا گھر میں جی ہی نہیں لگتا۔ دیدے کا پانی ہی ڈھل گیا ہے۔ دھالی باولا۔ لوٹھا سی ہو گئی۔ طبیعت میں سے ابھی تک آوارہ گردی نہیں گئی —— یاد رکھ وہ چار چوٹ مار پیٹوں گی کہ تیرے بند بند ڈھیلے ہو جائیں —— یہ موئے کالج میں داخل کر کے میں نے بڑی سخت غلطی کی۔

بلقیس: آپ تو ناحق بگڑ رہی ہیں۔

ماں: ابھی تیری اس سہیلی کے یہاں سے آدمی آیا تھا کہ بی بی جی تیار رہیں۔ کالج کے جلسے میں جانا ہے۔

بلقیس: جلسے میں —— ارے سچ مچ —— میں تو بالکل بھول ہی گئی تھی۔ یہ جلسہ بہت ضروری ہے امی جان۔

ماں: جلسے اور جلوسوں جائیں بھاڑ میں —— تو چل میرے ساتھ اور بیٹھ کے آٹا گوندھ۔

بلقیس: ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پر امی جان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ماں: بلقیس۔ میرے ساتھ آج کوئی بہانہ نہیں چلے گا —— سمجھیں۔ آج تجھے آٹا گوندھنا ہی ہوگا۔

بلقیس: آٹا گوندھنے کے بعد تو مجھے اجازت دے دیجئے گا نا۔

ماں: تو پہلے چل کر آٹا تو گوندھ —— پھر دیکھوں گی —— چل —— (چلا کر) نہیں میں تجھے ہرگز اجازت نہ دوں گی۔ جلسہ جائے جہنم میں —— اب مجھے یاد آیا۔ تو چار روز سے متواتر سیر سپاٹے کر رہی ہے۔ کل سینما دیکھنے گئی تھی۔ پرسوں تیری اس سہیلی کے ہاں چاء تھی۔ اور —— اور —— لیکن تو مجھے باتوں میں نہ لگا۔ جا کام کر —— بیٹھ جا یہاں میرے سامنے —— بیٹھ جا۔

بلقیس: پانی کہاں ہے۔

ماں: یہ تیرے پاس ہی تو پڑا ہے —— اب تجھے سجھائی بھی کم دینے لگا ہے۔

بلقیس: پہلے یہ آٹا کس نے گوندھنا شروع کیا تھا۔

ماں :۔ میں نے ـــــ کیوں ؟

بلقیس :۔ (آٹا گوندھنے کی آواز) ـــــ کچھ نہیں ۔

(وقفہ ـــــ آٹا گوندھنے کی آواز چند لمحات آتی رہے)

ماں :۔ بلقیس ۔ تو یہ مکیاں مار رہی ہے کہ کسی کا سر سہلا رہی ہے تیری مکیوں میں زور ہی نہیں ۔ یوں آٹا کیا خاک گندھے گا ـــــ سر سے بلا ٹال رہی ہے (دور سے بلقیس کے بھائی کی آواز آتی ہے) "امی جان ذرا ادھر آیئے گا"

ماں :۔ آتی ہوں ۔

(بلقیس آٹا گوندھتی رہتی ہے)

بلقیس :۔ (دھیمی آواز میں) ثریا ـــــ ثریا ۔ ذرا بات سُن ۔

ثریا :۔ (رازدارانہ لہجے میں) ـــــ کیا ہے ؟

بلقیس :۔ جادو ٹرکے دیکھ ٹائم ہیں میں وقت کیا ہوا ہے ۔

(آٹا گوندھنے کی آواز)

بلقیس :۔ یہ آٹا گوندھنا بھی کیا مصیبت ہے ـــــ ساری میری ساڑھی چڑیوں سے بھر گئی ہے ۔ اللہ کرے نہ رہے اس دنیا کے تختے پر ۔ اس نابکار ماما کو بھی آج ہی اپنی بہن کے ہاں جانا تھا ـــــ میرا ستیاناس ہو ـــــ یہ پانی کہاں سے آگیا ـــــ خشکہ کہاں ہے ـــــ ؟

ثریا :۔ آپا ـــــ وقت میں دیکھ آئی ہوں ۔

بلقیس :۔ کیا بجا ہے ؟

ثریا :۔ سوا آٹھ ۔

بلقیس :۔ (گھبرا کر) سوا آٹھ ـــــ تو صرف پندرہ منٹ باقی رہ گئے ۔

ماں :۔ (دور سے) ثریا ـــــ تو چل یہاں سے بھاگ ـــــ بلقیس آٹا گوندھ تو بھائی کے کوٹ میں دو بٹن ٹانک دینا ـــــ

بلقیس :۔ آپ نے ٹانک دیئے ہوتے ـــــ مجھے .....

ماں :۔ (غصے میں) مجھے کیا ؟

بلقیس :۔ (تیز لہجے میں) کچھ نہیں ـــــ آپ تو بس چاہتی ہیں کہ گلا گھونٹ دیں ۔

بلقیس کا بھائی :۔ بلقیس ـــــ بلقیس

بلقیس :۔ آگ لگے بلقیس کی جان کو ـــــ مر بھی نہیں چکتی یہ بلقیس ۔

بھائی :۔ ارے بھئی کیا ہوا ـــــ کیا ہوا امی جان ؟

ماں :۔ اسی سے پوچھ لے ۔

بھائی :۔ کیا ہوا بلقیس ؟

بلقیس :۔ کچھ بھی نہیں ہوا ـــــ تو کیا ہوا ۔ میں نہیں جاؤں گی جلسے میں ۔ بیٹھی آٹا گوندھتی رہوں گی ۔ بٹن ٹانکتی رہوں گی ـــــ سال بھر میں ایک بار جلسہ ہوتا ہے ۔ اس میں جانے سے بھی آپ روکتی ہیں ۔ سسکیاں بھائی جان کہاں ہے آپ کا کوٹ ۔ لایئے میں بٹن ٹانک دوں ۔

بھائی :۔ بھئی امی جان ۔ یہ واقعی آپ بہت ظلم کر رہی ہیں ـــــ جلسے میں بلقیس کو ضرور جانا چاہیئے سب لڑکیاں جا رہی ہیں ۔

بلقیس :۔ آپ کا کوٹ کہاں ہے ـــــ (سسکیاں) نہیں میں نہیں جاؤں گی ۔

ماں :۔ سلیم۔ میں نے کب روکا ہے اسے ـــــ بے شک جائے پر گھر کے کام کاج بھی تو ہیں۔ مجھ اکیلی سے سب کچھ تھوڑے ہی ہو سکتا ہے۔

بلقیس : (سسکیاں) نہیں میں اب نہیں جاؤں گی ـــــ آٹا میں نے گوندھ دیا ہے ـــــ اب کوئی اور کام کرنے کو دے دیجئے۔

ماں :۔ نہیں جاتی تو نہ جا ـــــ میری بلا سے۔ پر تو نے یہ نئے بہانے کیا شروع کر دیئے ہیں ـــــ سلیم تم اس کی بہت پیچ لیتے ہو۔ تمہاری طرفداری نے اس کو بالکل بگاڑ رکھا ہے۔

بھائی :۔ نہیں نہیں ـــــ امّی جان یہ بات نہیں۔ بلقیس بڑی اچھی لڑکی ہے ـــــ (بلقیس سے) بلقیس۔ دیکھو۔ جو کام امّی جان تم سے کہیں وہ کر دو پھر چلی جانا۔

بلقیس :۔ لیکن بھائی جان مجھے تو وہاں ٹھیک .....

بھائی :۔ نو بجے پہنچنا ہے ـــــ نو بجے ہی تو پہنچنا ہے۔ مجھ سے ابھی سعید کہہ رہا تھا کہ جلسے کا وقت یوں تو سوا نو بجے مقرر ہے۔ مگر نو بجے اس کی بہن چلی جائے گی تم تو نہیں تو پھر تو نے تو یہاں سے چلی جانا ـــــ چلو۔ آؤ میرے کوٹ میں بٹن ٹانک دو۔

بلقیس :۔ لیکن ـــــ لیکن ـــــ

بھائی :۔ بس۔ بس۔ اب لڑائی ختم ہو گئی ـــــ چلو میرے کوٹ میں بٹن ٹانک دو۔

بلقیس :۔ چلئے ـــــ (وقفہ) ..... (دھیمے لہجے میں) بھائی جان۔ آپ سے ایک بات کہوں ـــــ مانئے گا؟ ـــــ نہیں آپ نہیں مانیں گے

بھائی :۔ بھئی کمال ہے۔ آپ ہی یوں کہتی ہو۔ آپ ہی یوں کہتی ہو۔ پہلے بات تو بتاؤ۔

بلقیس :۔ آپ کی گھڑی میں وقت کیا ہوا ہے۔

بھائی :۔ آٹھ بج کر ..... آٹھ انیس ہوئے ہیں۔

بلقیس :۔ (گھبرا کر) آٹھ انیس ـــــ تو آپ ایسا کیجئے آج کوئی اور کوٹ پہن لیجئے اس وقت مجھ سے بٹن نہ ٹکوائیے ـــــ میرے اچھے بھائی جو ہوئے ـــــ مجھے وہاں ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے پہنچ جانا ہے ـــــ تو اجازت ہے مجھے۔ امی جان تو آپ جانتے ہی ہیں مجھ پر کتنی بگڑ رہی تھیں ـــــ چند لڑکیوں کو وہاں جلدی اس لئے بلوایا ہے کہ جلسے کا انتظام وغیرہ کیا جائے ـــــ اب اگر میں بلانے پر بھی نہ گئی تو پرنسپل صاحب کیا کہیں گی ـــــ اور پھر جلسے سے تھوڑی دیر پہلے ذرا گپ بھی رہے گی ـــــ آپ کو تو یہ سب باتیں معلوم ہیں۔ اسی واسطے آپ سے کہہ رہی ہوں ـــــ تو دوسرا کوٹ پہن لیجئے گا نا؟

بھائی :۔ (ہنستا ہے) ..... تم نے تو مجھے کچھ بولنے ہی نہیں دیا ـــــ اب تمہاری خوشی اسی میں ہے تو میں دوسرا کوٹ پہن لوں گا ـــــ جاؤ ـــــ پر ایک شرط ہے کہ مجھے حمیدہ کی ساری باتیں جلسے سے واپس آ کر سنانا ہوں گی کہ وہ کس قسم کے کپڑے پہن کر آئی تھیں۔ اور ـــــ اور ایسی ہی چند اور باتیں ـــــ بھئی ہماری اس سے شادی ہو رہی ہے۔

بلقیس :۔ (خوشی ہوکر) میں وعدہ کرتی ہوں ـــــ آپ دیکھ لیجئے گا فوٹو کھینچ دوں گی ـــ فوٹو ـــ تو ـــ تو ـــ میں جیاتی ہوں ـــــ

آپ امی جان سے کہہ دیجئے گا کہ اسے ضروری جانا تھا۔

بھائی :۔ حمیدہ کو میرا سلام کہہ دینا۔

بلقیس :۔ (جلدی میں) ..... کہہ دوں گی ـــــ (آواز دیتی ہے) ثریا ـــ

(قدموں کی چاپ) ..... ثریا ـــــ ہاں۔ بات سن ثریا ـــ

ثریا :۔ کیا ہے۔

بلقیس :۔ بڑے کمرے میں ابا جی تو نہیں بیٹھے ہوئے۔

ثریا :۔ نہیں آپا ـــ وہ ابھی کاغذ لے کر باہر نکلے ہیں۔

بلقیس :۔ اچھا تو ایسا کر میرے لئے ایک ٹانگہ منگوا دے ـــــ جلدی کر۔

ثریا :۔ کرایہ کیا طے کیا جائے؟

بلقیس :۔ تو کرائے ورائے کا چھوڑ ـــ میں خود طے کر لوں گی ـــ بھاگ اب۔ (تھوڑا وقفہ)

بلقیس :۔ (گھبرا کر) کیا ہے؟ ـــــ کون تھا؟ ـــ کوئی بھی نہیں تھا۔ آج جانے مجھے کیا ہو گیا ہے ـــ میں اب یہاں کھڑی سوچ کیا رہی ہوں ـــــ کوئی چیز باقی رہ گئی ہے شائد ـــــ ہاں رومال ـــــ (ہنستی ہے) ..... رومال تو میرے ہاتھ میں ہے ـــ ذرا بال سنوار لوں ـــ کنگھی کہاں ہے؟ ـــ ہٹاؤ۔ ایسے ہی چلتی ہوں (دور سے بلقیس کے باپ کی آواز آتی ہے)

باپ :۔ بلقیس ـــ (آواز قریب آجاتی ہے) بلقیس بیٹا۔

بلقیس :۔ (گھبرا کر) ..... جی ابا جی۔

باپ :۔ تو یہاں کھڑی کیا کر رہی ہے ـــ ادھر آ ـــ اپنا قلم لیکر میرے کمرے میں آ۔

بلقیس :۔ ..... لیکن ابا جی .....

باپ :۔ وہ نیلا پیڈ بھی لیتی آنا۔

(قدموں کی چاپ ـــ وقفہ)

بلقیس :۔ (تنگ آکر) میں یہاں سے چلی کیوں نہ گئی ـــ اب جانے وہ مجھ سے کیا لکھوانا شروع کر دیں گے ـــ ثریا۔

ثریا :۔ آپا ـــ تانگہ آگیا ـــ گلی کے باہر کھڑا ہے۔ آپ جلدی جائیے۔ وہ زیادہ دیر رکے گا نہیں۔

بلقیس :۔ تو ایسا کر یہاں کھڑی رہ۔ جب ابا جی مجھے بلائیں تو کہہ دینا وہ جلدی جلدی میں کالج چلی گئی ہیں۔

باپ :۔ (دور سے آواز آتی ہے) بلقیس بیٹا۔

(بلقیس جواب نہیں دیتی)

ثریا :۔ (سرگوشی میں) کہہ دوں چلی گئی ہیں۔

(باپ خود آجاتا ہے)

باپ :۔ بلقیس۔

بلقیس :۔ (گھبرا کر) ..... جی ابا جی

باپ :۔ میں نے تجھ سے کیا کہا تھا۔

بلقیس :۔ مجھے یاد ہے اباجی ـــــ میں ثریا سے اپنے قلم کی بابت ہی پوچھ رہی تھی جانے کہاں گم ہوگیا ہے۔ وقت کے وقت یوں ہی چیزیں گم ہوجایا کرتی ہیں اور مجھے ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے جلسے میں پہنچ جانا ہے۔

باپ :۔ تو ابھی کافی وقت پڑا ہے ـــــ مجھے صرف ایک خط لکھوانا ہے ـــــ شاباش بیٹا آؤ میرے ساتھ ـــــ اپنا قلم پھر ڈھونڈ لینا ـــــ میرے قلم سے تم لکھ لیا کرتی ہو۔

بلقیس :۔ اباجی .....

باپ :۔ کیا ہے؟

بلقیس :۔ بھائی جان سے آپ کیوں نہیں کہتے۔ وہ آپ کو لکھ دیں گے۔

باپ :۔ نہیں بلقیس۔ وہ بڑا بدخط ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی باتیں وہ اپنی طرف سے لکھ دیا کرتا ہے ـــــ صرف دو تین منٹ کا کام ہے آؤ۔ ـــــ اب بہانے نہ بناؤ۔ چلو۔

بلقیس :۔ چلئے ـــــ (ثریا سے سرگوشی میں) تو تانگے والے سے جا کے یہ کہہ دے کہ وہ کپڑے تبدیل کر رہی ہیں۔ ابھی آتی ہیں۔

باپ :۔ جلدی جانا ـــ ہاں تو جلدی آؤ۔

(وقفہ ـــــ کاغذ کی کھڑکھڑاہٹ)

باپ :۔ اچھا ـــــ دیکھ لو کاغذ پر کوئی داغ دھبہ تو نہیں۔

بلقیس :۔ جی نہیں بالکل صاف ہے۔

باپ :۔ میرا مطلب ہے تم نے کنگھی وگھی کی ہوگی۔ ہاتھوں کو تیل لگا ہوگا یہ کاغذ

نیچے رکھ لو (کاغذ کی کھڑکھڑاہٹ)۔

بلقیس :۔ آپ اب لکھوانا شروع کیجئے۔

باپ :۔ ٹھیرو۔ مجھے مضمون بنا لینے دو ـــــ ہاں۔ تو لکھو ـــــ عزیزمن ـــــ میرا وہ عزیز ہی تو ہے ـــــ اپنے نثار احمد کی بابت کہہ رہا ہوں ـــــ میرا پتا تو تم نے لکھ دیا ہوگا۔

بلقیس :۔ جی ہاں۔

باپ :۔ انگریزی میں لکھنا چاہئے تھا۔ اس لئے کہ اردو میں لکھو گی تو اس کی سمجھ میں نہ آئے گا۔

بلقیس :۔ انگریزی ہی میں لکھا ہے ـــــ ہاں تو لکھوائیے ـــــ عزیزمن

باپ :۔ بعد دعائے عمر درازی کے واضح ہو کہ ہم بخیریت ہیں اور تمہاری خیریت خداوند تعالےٰ سے نیک مطلوب ہیں ـــــ لکھ لیا۔

بلقیس :۔ نیک مطلوب ہیں ـــــ لکھ لیا۔

باپ :۔ صورتِ احوال یہ ہے۔

بلقیس :۔ صورت احوال یہ ہے کہ ..... (ہولے سے) ... عجب مصیبت ہے

باپ :۔ کیا کہا؟

بلقیس :۔ کچھ نہیں ـــــ آپ آگے لکھوائیے۔

(وقفہ)

(بلقیس اضطراب میں ٹانگ ہلانا شروع کر دیتی ہے۔ اس کی آواز آتی ہے)

باپ :۔ صورت احوال یہ ہے ..... تمہاری ماں کہاں ہے؟

(ٹانگ زور سے ہلتی ہے)

بلقیس:۔ وہ پڑوسن کے یہاں گئی ہیں۔

(وقفہ)

باپ:۔ اس کو بھی تو کچھ لکھوانا تھا۔

بلقیس:۔ آپ کو جو لکھوانا ہے وہ تو لکھوا دیجئے ـــــ لکھوائیے۔

باپ:۔ لکھواؤں کیا خاک ـــــ تمہاری ٹانگ اس زور سے ہل رہی ہے کہ....

(ٹانگ ہلنے کی آواز)

بلقیس:۔ میری ـــــ میری ٹانگ ـــــ (ہلنے کی آواز بند ہو جاتی ہے)

اوہ ـــــ اچھا تو اب لکھوائیے ـــــ خدا کے لئے جلدی کیجئے۔

(ٹانگ پھر ہلتی ہے)

باپ:۔ تم ٹانگ ہلانا تو بند کرو۔

بلقیس:۔ (ٹانگ ہلتی رہتی ہے)....اب کہاں ہلتی ہے ـــــ آپ لکھوائیے

باپ:۔ لکھو ـــــ جب سے تم گئے ہو۔ یہاں بلا کی گرمی پڑ رہی ہے ـــــ لوگوں کو دھڑا دھڑ سن اسٹروک ہو رہا ہے ـــــ میں گھر سے بالکل باہر نہیں نکلتا۔ گرمی کی انتہا یہ ہے کہ میرے تین دو باز مر گئے ہیں۔ جو دو سو رج مکھی تھے وہ مرنے کے قریب ہیں۔ تم جب گرمیوں کے بعد یہاں آؤ تو چار پانچ لقّے ضرور لیتے آنا ـــــ لکھ لیا۔

بلقیس:۔ جی ہاں ـــــ چار پانچ لقّے ضرور لیتے آنا ـــــ بس؟

باپ:۔ نہیں۔ ابھی نہیں ـــــ لکھو ـــــ تمہارا لو ہے کا ٹرنک محفوظ پڑا ہے۔

پڑا ہے۔ اس کا تالا ٹوٹا ہوا تھا جو میں نے بنوا دیا ہے۔ کہو تو اس پر روغن بھی کرا دوں۔ میرے خیال میں کالا اچھا رہے گا۔

بلقیس:۔ کالا اچھا رہے گا ـــــ اپنی ماں کو میرا سلام کہنا بچوں کو.... پیار۔

باپ:۔ ہاں بچوں کو پیار..... (دفعتاً چونک کر)....مگر یہ تم نے خط کیوں بند کر دیا۔ مجھے ابھی تو اور بہت سی باتیں لکھوانا تھیں..... تمہاری ماں کہاں ہے؟

بلقیس:۔ ہمسائی کے یہاں گئی ہیں ـــــ بخدمت جناب نثار احمد صاحب بلڈنگ کنٹریکٹر..... کوٹھی نمبر تین۔ راولپنڈی ـــــ یہ لیجئے لفافے پر پتا بھی لکھ دیا ـــــ ثریا سے کہتی ہوں ابھی پوسٹ کرا دے ـــــ اچھا تو میں اب جاتی ہوں۔

باپ:۔ ہاں۔ اسے ابھی پوسٹ کرا دو ـــــ تمہارے بھائی کو دوں گا تو اس کی جیب ہی میں پڑا رہے گا ـــــ مگر بات تو سن بلقیس ـــــ میں سمجھتا ہوں بہت سی باتیں رہ گئی ہیں۔

بلقیس:۔ وہ امّی جان اپنے خط میں لکھوا دیں گی ـــــ اچھا ابا جی میں اب چلتی ہوں (تیز قدموں کی آواز ـــــ چند لمحات کے بعد ـــــ) بس اب دوڑ بلقیس ـــــ ساڑھے آٹھ بجنے ہی والے ہیں۔

(گھڑی کی ٹک ٹک سنائی دے ـــــ)

دوسرا منظر

منتظر:۔ میں بیمار ہوں ـــــ سخت بیمار ہوں۔ آپ ـــــ آپ ـــــ اوہ

ساڑھے آٹھ بجنے والے ہیں۔

دوست:۔ (فکرمند لہجے میں) تم بیمار ہو۔ لیکن بھئی عجیب بیوقوف ہو۔ مجھ سے تم نے پہلے کیوں نہ کہا۔ اب اطمینان سے اپنا سارا حال سناؤ۔ مجھے کوئی خدمت بتاؤ ——— بھئی واللہ کمال کر دیا ——— اور ہاں یہ ساڑھے آٹھ بجے تم نے کیا کہا تھا۔

منتظر:۔ (مردہ آواز میں) ساڑھے آٹھ بجے ۔ ساڑھے آٹھ بجے مجھے دوا پینی ہے۔

دوست:۔ لاؤ میں پلا دیتا ہوں۔ کہاں ہے دوا ——— ساڑھے آٹھ بجنے میں اب کوئی دیر ہے ——— دوا کہاں ہے؟

منتظر:۔ نہیں، نہیں۔ میں خود پی لوں گا ——— آپ تکلیف نہ کریں ——— آپ ——— آپ ——— آپ جائیے۔

دوست:۔ میں تمہیں بیمار چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہوں۔

منتظر:۔ میں ——— میں ——— میں بیمار نہیں ہوں ——— میں ابھی ٹھیک ہو جاؤں گا آپ جائیے ——— اوہ خدا کے لئے آپ جائیے ——— مجھے دل کا دورہ پڑ جائے گا۔

دوست:۔ دل کا دورہ ——— بھئی اب تو میں ہرگز نہیں جاؤں گا۔ بتاؤ دوا کہاں ہے؟

منتظر:۔ دوا میرے پاس نہیں ہے ——— آپ جائیے خدا کے لئے جائیے۔

دوست:۔ تمہیں اس حالت میں چھوڑ کر میں ڈاکٹر کے پاس بھی تو نہیں جا سکتا۔

منتظر:۔ کیا کہا (اضطراب بڑھتا جائے) آپ ڈاکٹر کے پاس بھی نہیں جائیں میں ——— میں ——— مر جاؤں گا ۔ خدا کے لیے ڈاکٹر کے پاس دوڑے جائیے میری حالت بہت خراب ہے ——— میری ——— حالت ——— بہت ——— نازک ——— ہے ——— جائیے ——— (آواز کمزور ہو جاتی ہے)

دوست:۔ عنشی طاری ہو گئی ——— کیا ہوا ——— ڈاکٹر کہاں ملے گا ———

(دروازہ کھولنے کی آواز ——— گھبراہٹ کے ساتھ باہر جانے کی آواز) اب کوئی ڈاکٹر مل جائے۔

(گھڑی کی ٹک ٹک ——— آخر میں کلاک میں خرخراہٹ پیدا ہو اور ایک ٹن کی آواز آئے۔ اس ٹن کی گونج تھوڑی دیر تک سنائی دیتی رہے ——— گھڑی کی ٹک ٹک بند ہو جائے۔ ایک سیکنڈ تک مکمل خاموشی طاری رہے ——— اس خاموشی کے بعد دروازہ کھلے اور بلقیس داخل ہو)

بلقیس:۔ ہیں تو وہی ——— لیکن دیکھئے کس مزے سے جناب سو رہے ہیں۔ گویا ان کو معلوم ہی نہیں کہ میں آ رہی ہوں ——— کافی گہری نیند سو رہے ہیں ——— خدا جانے کہاں سے گھومتے گھامتے تھک کر آئے ہوں گے (خفگی کے ساتھ) تو مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ یہاں بن بلائے مہمانوں کی طرح کھڑی رہوں ———

(ہولے ہولے دروازہ بند کرنے کی آواز)

فیڈ آؤٹ

کمرہ نمبر ۹

افراد

شیریں ..... (ایک شوخ و شنگ لڑکی ..... تیز گفتار)
زمان ..... (بے پروا، آدمی ـــــ شیریں کا بھائی)
فضلو ..... (گھر کا خادم)
رانی ..... (بھنگن)
ناصر ..... (شیریں کا ایک چاہنے والا)

(دروازے پر ایک ہاتھ پڑنے کی آواز)

زمان :۔ دیکھو شیریں۔ دستک نہ دو ـــــ پڑھو یہ کیا لکھا ہے۔
شیریں :۔ (بے پروائی سے) ..... کیا لکھا ہے ؟

زمان :۔ تم اتنی جلد بازی کیوں کرتی ہو ـــــ یہ دیکھو تمہارے سامنے کیا ہے۔
لکھا ہے "ازراہِ کرم دستک نہ دیجئے"
شیریں :۔ دستک نہ دیں تو کیا کریں ؟
زمان :۔ وہ کرو جو لکھا ہے۔
شیریں :۔ کیا لکھا ہے۔
زمان :۔ یہ تمہاری ضد بھی عجیب قسم کی ہے ـــــ یعنی سب کچھ پڑھ چکی ہو اور مجھ سے پوچھے جا رہی ہو کہ کیا لکھا ہے ـــــ بنداوہ لوگ بیوقوف ہیں جو تمہیں عقلمند سمجھتے ہیں۔
شیریں :۔ میں اس وقت بحث کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں ـــــ تمہیں بتانا ہوگا کہ کیا لکھا ہے۔
زمان :۔ لکھا ہے "دستک نہ دیجئے ـــــ صاحبِ خانہ کو آواز دیجئے"
شیریں :۔ یہ تمہارا صاحبِ خانہ جو کوئی بھی ہے دیوانہ ہے۔
زمان :۔ خدا کا واسطہ آہستہ بولو ـــــ سن لے گا تو .....
شیریں :۔ تو کیا ہوگا ..... (زور سے دستک دیتی ہے)
زمان :۔ (ڈر کر) بھئی میں چلا۔
(اندر سے ایک کڑک سنائی دیتی ہے "کون ہے")
شیریں :۔ (ڈر کر) زمان ٹھیرو۔ میں بھی آئی (بھاگنے کی آواز) ٹھیرو ـــــ میں کہتی ہوں زمان نمبر ۹ میں ضرور کوئی دیوانہ رہنے کے لئے آیا ہے ـــــ چلو بھاگو۔ اللہ قسم آواز میں دیوانگی تھی ـــــ تم نے نہیں سنی ؟
زمان :۔ میں نے سب کچھ سن لیا ہے اب گھر چلو۔

(وقفہ ——— دروازے پر دستک کی آواز)

شیریں :۔ دستک کیوں دیتے ہو ؟ ——— چلو اندر۔ دروازہ کھلا ہے۔

زمان :۔ (چونک کر) ..... اوہ ؟ ——— (ہنستا ہے) بھئی حد ہو گئی ہے۔
——— میں کسی اور کا مکان سمجھے ہوئے تھا۔

(دروازہ کھولنے کی آواز)

شیریں :۔ (آواز دیتی ہے) فضلو ——— فضلو

فضلو :۔ (آواز دور سے آتی ہے) آیا بی بی جی۔

شیریں :۔ زمان۔ تم فضلو کو نیچے چوکیدار کے پاس بھیجو۔ وہ اس سے پوچھ کے آئے کہ نو نمبر میں کون صاحب آئے ہیں۔

فضلو :۔ جی بی بی جی ؟

زمان :۔ دیکھو فضلو نیچے چوکیدار کے پاس جاؤ اور اس سے باتوں باتوں میں پوچھ کر نو نمبر میں کون صاحب آئے ہیں۔

شیریں :۔ کیا نام ہے۔ کہاں سے آئے ہیں ——— کیا کام کرتے ہیں ——— شادی شدہ ہیں یا .....

زمان :۔ اتنی باتیں پوچھنے کی کیا ضرورت ہے ——— صرف نام ہی کافی ہے۔

شیریں :۔ نہیں۔ نہیں۔ فضلو تم یہ سب کچھ دریافت کرو۔

فضلو :۔ بہت اچھا بی بی جی۔

(وقفہ)

شیریں :۔ زمان یہ آدمی مجھے بڑا عجیب و غریب معلوم ہوتا ہے۔

زمان :۔ تم نے کیسے جانا۔

شیریں :۔ انسان کے اندر ایک چھٹی حس ہوتی ہے یہی حس مجھ سے کہتی ہے ....
... ٹھیرو میں مالک مکان کو ٹیلی فون کرتی ہوں ——— اس کو اس آدمی کے بارے میں بہت سی باتیں معلوم ہوں گی۔

زمان :۔ (ہنستا ہے) ..... میری چھٹی حس کہتی ہے کہ یہ آدمی تمہیں دیوانہ بنا دیگا۔

(نمبر ملانے کی آواز)

شیریں :۔ ہلو ..... ہلو ——— سیٹھ صاحب ہیں ؟ ——— نہیں ہیں ——— آپ کون ہیں ؟ ——— مینیجر ——— ذرا صاف بولئے ——— آپ نے ہکلانا کیوں شروع کر دیا ہے ——— میں کرشن بلڈنگ کے فلیٹ نمبر ۹ سے بول رہی ہوں ——— جی ہاں ——— دیکھئے ——— نو نمبر میں کون صاحب آئے ہیں ——— آپ کو معلوم نہیں ——— دیکھئے میں نے آپ سے یہ پوچھا تھا کہ نو نمبر میں کون صاحب آئے ہیں ؟ ——— یعنی نو نمبر کا فلیٹ کس نے کرائے پر لیا ہے ——— (وقفہ) ——— جی ——— جی ——— جی ——— تو آپ کو ان کے بارے میں کچھ علم نہیں ——— لیکن میں پوچھتی ہوں آپ نے اصلی کرایہ دار کا نام پتہ کیوں دریافت نہیں کیا ..... (ارادہ تبدیل کر لیتی ہے) ... کچھ نہیں ——— شکریہ (ٹیلی فون کا چونگا رکھ دیتی ہے)

زمان :۔ کیا کہتا ہے ؟

شیریں :۔ عجیب بیوقوف ہیں یہ لوگ ——— ایک تو عورت کی آواز سن کر یوں بوکھلا جاتے ہیں جیسے ——— اب میں کیا کہوں ——— اور یہ بھلا کیا دستور ہے کہ

نام پتہ کسی اور کا لکھ لیا جائے اور مکان میں رہنے کے لئے کوئی دوسرا آئے
کہتا ہے ایک صاحب جن کا اسم شریف خواجہ غلام حسن ہے آئے۔ کرایہ ادا کیا
اور کہا کرائے نامے پر ان کا نام لکھا جائے کیونکہ ان کے دوست جو کہ نمبر نو کے
اصلی کرایہ دار ہیں اپنے نام سے کبھی مکان کرائے پر نہیں لیا کرتے۔

زمان:۔ تمہاری چھٹی حس کے درست ہونے کا یہ پہلا ثبوت ہے۔

فضلو:۔ سرکار چوکیدار کو اس بات کا کچھ پتا نہیں کہ نمبر نو میں کون رہتا ہے۔

شیریں:۔ تم نے اس سے کچھ پوچھا بھی تھا یا ایسے ہی بیڑی پی کر لوٹ آئے ہو۔

فضلو:۔ جی نہیں بی بی جی۔ میں نے اس سے ساری باتیں کرید کرید کر پوچھیں مگر اس کو
کچھ معلوم بھی ہو ـــــ وہ تو کہتا ہے کہ مجھے اس کرایہ دار کی بابت صرف اس
بات کے سوا اور کچھ معلوم نہیں کہ وہ زمین پر سوتا ہے۔

شیریں:۔ یہ بات چوکیدار کو کیسے معلوم ہوئی؟

فضلو:۔ بھنگن نے اس کو بتایا تھا کہ ایک روز اس نے صاحب کو سیمنٹ کے
فرش پر بستر تکیے بغیر لیٹے دیکھا۔

شیریں:۔ کچھ اور۔۔۔۔۔

فضلو:۔ جی اور تو کوئی بات نہیں۔

شیریں:۔ (جلدی جلدی) فضلو ـــــ ٹھیرو ـــــ بھنگن ابھی تک ریلٹنگ ہی
میں ہوگی ـــــ جاؤ اس کو دیکھو۔ اگر مل جائے تو فوراً میرے پاس بھیجو
کہنا ایک ضروری کام ہے۔

فضلو:۔ بہت اچھا بی بی جی۔

زمان:۔ (ہنستا ہے ـــــ پیٹ بھر کر ہنستا ہے)۔۔۔۔۔

شیریں:۔ (خفگی آمیز حیرت کے ساتھ)۔۔۔۔۔ یا وحشت۔

زمان:۔ (ہنستے ہوئے) شیریں میری سمجھ میں نہیں آتا تم اس آدمی سے اتنی دلچسپی
کیوں لے رہی ہو ـــــ تمہیں تو مردوں سے نفرت ہے۔

شیریں:۔ مجھے اس سے خاک بھی دلچسپی نہیں ـــــ میں صرف۔۔۔۔۔

زمان:۔ یہ بھی اچھی رہی ـــــ دلچسپی نہیں تو یہ بال کی کھال کیوں نکالی جا رہی ہے۔
ـــــ بھئی شیریں مجھے تو ہنسی اس بات پر آتی ہے کہ جتنا تم اس آدمی کے
متعلق دریافت کرتی ہو اتنا ہی وہ بھول بھلیاں بنتا جاتا ہے ـــــ میں کہتا
ہوں اس کو جاننے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

شیریں:۔ تو چلو ہٹاؤ اس قصے کو۔

(ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے)

زمان:۔ (ٹیلی فون کا چونگا اٹھاتا ہے) ہلو ـــــ یس ـــــ یس ـــــ
(دبی آواز میں ـــــ شیریں سے)۔۔۔۔ شیریں۔ بٹ صاحب تم سے بات
کرنا چاہتے ہیں۔

شیریں:۔ (بے پروائی سے) پوچھو کیا کہنا چاہتا ہے؟

زمان:۔ میں تمہارا سیکرٹری نہیں ہوں ـــــ جو کہنا ہے آپ کہو ـــــ

شیریں:۔ میرے اچھے بھائی جو ہوئے ـــــ اسے کسی نہ کسی حیلے سے ٹال دو۔

زمان:۔ ہلو ـــــ موجود ہیں ـــــ جی ـــــ جی ـــــ (شیریں سے)۔۔۔۔
بٹ صاحب یہاں آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔

شیریں:۔ آنا چاہتا ہے تو آ جائے مگر کہو ایسا لباس پہن کر نہ آئے جس میں وہ درزیوں کا چھپا ہوا اشتہار معلوم ہو ـــــ وہ جب بھی نیا سوٹ پہن کر آتا ہے مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس نے سوٹ نہیں پہنا بلکہ سوٹ نے اس کو پہن رکھا ہے۔

زمان:۔ (ہنسی دبا کر)..... ہلو ..... بٹ صاحب آپ پھر کبھی تشریف لائیے آج اسے یہیں مل لیں ـــــ آداب عرض ـــــ (دبی ہوئی ہنسی ابھر آتی ہے ـــــ خوب ہنستا ہے) ـــــ بھئی کیا فقرہ کسا ہے۔

شیریں:۔ میں سچ کہتی ہوں۔ کالر میں اس کی گردن اور پتلون میں اس کی ٹانگیں ہمیشہ سوچتی رہتی ہیں کہ ہم کس مصیبت میں پھنس گئی ہیں۔

زمان:۔ سچ تو یہ ہے کہ تمہیں مردوں سے خدا واسطے کا بیر ہے ـــــ یعنی تمہیں کوئی بھاتا ہی نہیں ـــــ اچھا بھلا یہ تو بتاؤ اس بیچارے نثار میں کیا نقص ہے بیحد شریف آدمی ہے ـــــ ملنسار ہے ـــــ بااخلاص ہے۔

شیریں:۔ اس کا منہ مجھے پسند نہیں ـــــ جب وہ بات کرتا ہے تو اس کا منہ اکنی ڈال کر پلیٹ فارم ٹکٹ نکالنے والی مشین کی جھری سا بن جاتا ہے۔ ایسا نہ ہو میں کسی روز اس کے کھلے ہوئے منہ میں اکنی ڈال دوں۔

زمان:۔ (ہنستا ہے) تمہاری اکنی وہ ڈکار لئے بغیر ہضم کر جائے گا ـــــ پلیٹ فارم ٹکٹ اس میں سے نہیں نکلے گا ـــــ اچھا تو شوکت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔

شیریں:۔ خدا کے لئے اس کی بات نہ کرو ـــــ وہ جب بھی آتا ہے اور کچھ دیر یہاں بیٹھتا ہے تو مجھے اس سے دودھ کی بو آتی رہتی ہے۔

زمان:۔ (ہنستا ہے) یہ بھی اچھی رہی۔

شیریں:۔ اور کیا ـــــ یعنی جب تب وہ دودھ ہی کی بات کرے گا۔ دنیا میں گائے بھینسوں اور بکریوں کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں ـــــ مجھے دودھ سے سخت چڑ ہے اول تو دودھ کی رنگت ایسی ہے کہ کوئی شریف آدمی اسے پسند نہیں کر سکتا دوسرے اس کا ذائقہ بہت واہیات ہے۔ پیو تو گھنٹوں طبیعت متلاتی رہتی ہے

زمان:۔ مگر شوکت کے سامنے تم نے کبھی اپنے ان خیالوں کا اظہار نہیں کیا۔

شیریں:۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس کی وٹامنز گنوانا شروع کر دیتا ہے اور وٹامنز کو سمجھنا میری سمجھ سے بہت بالاتر ہے ـــــ میں بے فائدہ شاعروں کے لکھے ہوئے سونیٹ سمجھ سکتی ہوں مگر کسی غذا کی وٹامنز نہیں سمجھ سکتی۔

زمان: (ہنستا ہے) ـــــ اب ایک ناصر باقی رہ گیا ہے ـــــ اس کے متعلق بھی کچھ ہو جائے۔

شیریں:۔ ناصر یوں تو بہت اچھا آدمی ہے ـــــ مگر اس میں تحریکی قوت کی کمی ہے۔ وہ بہت اچھا پکا ہوا سالن ہے مگر جس میں نمک کم ہو ـــــ وہ ایک ایسا ڈرامہ ہے جس میں کلائمکس کھپچیا سا ہو کر رہ جائے ـــــ میں نے خوب غور سے اس کے کردار کا مطالعہ کیا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کسی نہ کسی جگہ اس میں کوئی خامی ضرور رہ گئی ہے ـــــ یہ میں نہیں کہہ سکتی کہاں ـــــ اس میں اور جنیلیٹی بھی نہیں۔ شکل و صورت سے وہ ایک اوزبل، ذہین اور طباع نوجوان دکھائی دیتا ہے مگر جب اس کے اندر جھانک کر دیکھا جائے تو وہ ایک معمولی انسان نظر آتا ہے

بحیثیت انسان کے وہ بہت اچھا ہے ـــــ بہت اچھا ہے مگر صرف انسانیت ہی سے کام نہیں چلتا۔ انسان میں انسانیت کے علاوہ تھوڑی سی حیوانیت بھی ہونی چاہیئے ـــــ یعنی کوئی ایسی چیز جو انسان میں ایک قسم کا بھڑاپن پیدا کرے ـــــ تم میرا مطلب نہیں سمجھو گے۔

زمان:۔ (ہنستا ہے) میں سمجھ گیا ہوں ـــــ تمہارا مطلب یہ ہے کہ انسان میں ایک خاص قسم کی وٹامن ہونی چاہیئے (ہنستا ہے ـــــ بہت ہنستا ہے)

شیریں:۔ نہ معلوم اُن سنجیدہ باتوں میں تمہیں ظرافت کا پہلو کہاں سے نظر آ جاتا ہے ـــــ لو اب خاموش بھی ہو جاؤ ـــــ تو یہ ہنسی ہے یا پلیگ ـــــ

(دستک کی آواز)

شیریں:۔ دیکھو کون آیا ہے۔

زمان:۔ (ہنسنا بند کرتا ہے) جو بھی ہوگا خود بخود آ جائے گا ـــــ ارے یہ تو خود ناصر ہے۔

(وقفہ)

ناصر:۔ آداب عرض۔

شیریں:۔ (جل کر) یہ دلّی ہے ـــــ ابھی ابھی آپ بھجن لال سے ایک گیت سن رہے تھے ـــــ اب آپ انہیں سے ایک اور گیت سنیں گے جس کے اگلے بول یہ ہیں ـــــ تمہیں شرم نہیں آتی سجنی ـــــ ناصر خدا کے لئے اندر داخل ہوتے ہی ہمیں یوں آداب عرض نہ کرو ـــــ ایسا معلوم ہوتا ہے ریڈیو بول رہا ہے ـــــ اب بیٹھ بھی جاؤ ـــــ کہو کیسے آئے۔

ناصر:۔ میں اس لئے حاضر ہوا تھا کہ ـــــ

شیریں:۔ یہاں صوفے پر بیٹھ جاؤ اور اطمینان سے اپنی حاضری کا سبب بتاؤ۔

ناصر:۔ میں آج پکچر دیکھنے جا رہا ہوں ـــــ کیا آپ بھی ساتھ چل سکتی ہیں ـــــ یعنی اگر آپ کو فرصت ہو تو ـــــ

شیریں:۔ بس یہی پوچھنے آئے تھے؟

ناصر:۔ جی ہاں۔ فقط یہی پوچھنے آیا تھا پکچر اچھی ہے اور مجھے یقین ہے۔ آپ کا وقت ضائع نہ ہوگا۔

زمان:۔ یہ تم نے کیسے کہا کہ اس کا وقت ضائع نہ ہوگا۔ اس کا وقت تو اچھی سے اچھی چیز دیکھنے پر بھی ضائع ہو جایا کرتا ہے ـــــ خود پوچھ لو۔

فضلو:۔ بی بی جی ـــــ

شیریں:۔ کیا بات ہے فضلو ـــــ ہاں میں سمجھ گئی ـــــ بھگن مل گئی تجھے۔

فضلو:۔ جی ہاں ـــــ باہر کھڑی ہے۔

شیریں:۔ میں ابھی آئی (اٹھنے کی آواز) ـــــ پھر چند لمحات تک اونچی ایڑی کے شوکی ٹپ ٹپ سنائی دے) ـــــ رانی میں نے تجھے ایک خاص کام سے بلایا تھا۔ یہ نو نمبر کے فلیٹ میں کون رہتا ہے۔

رانی:۔ جی ایک آدمی رہتا ہے۔

شیریں:۔ (ہنستی ہے) ہاں ہاں ـــــ فلیٹوں میں آدمی ہی رہتے ہیں۔ میں یہ پوچھتی ہوں یہ آدمی کون ہے۔ کیسا ہے۔ کیا کرتا ہے۔

رانی:۔ بی بی جی اس بات کی تو مجھے کھبر نہیں پر اتنا جانتی ہوں کہ ایک گورے چٹے

بابو جی ہیں جو اکیلے پڑے رہتے ہیں۔

شیریں:۔ میں نے سنا ہے کہ تم نے ایک روز چوکیدار کو بتایا تھا کہ یہ آدمی جو نو نمبر میں رہتا ہے۔ بستر تکئے کے بغیر ننگے فرش پر لیٹتا ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے۔

رانی:۔ جی ہاں۔ یہ بات تو بالکل ٹھیک ہے ـــ گھر میں ان کے کوئی میج کرسی، چارپائی پلنگ نہیں ہے۔

شیریں:۔ تو رہتے کیسے ہیں؟

رانی:۔ بی بی جی۔ یہ مجھے پتا نہیں کیسے رہتے ہیں پھر ایک دن میں نے ان سے پوچھا تھا۔ بابو جی ـــ آپ کا پھر نیچر کب آئے گا؟

شیریں:۔ تو انہوں نے کیا جواب دیا تھا؟

رانی:۔ کہا تھا۔ پھر نیچر ورنیچر میں پسند نہیں کرتا۔ یہ جو آج کل کی کرسیاں میجیں ہیں ان کی لمبی لمبی ٹانگیں مجھے اچھی نہیں لگتیں ـــ ایسا معلوم ہوتا ہے سوکھی سوکھی ٹانگوں والے آدمی اٹھک بیٹھک کر رہے ہیں ـــ وہ تو بی بی جی کچھ عجیب سے آدمی ہیں۔

شیریں:۔ (ہنستی ہے) ہاں۔ تو اور کیا کہتے تھے؟

رانی:۔ اب میں آپ سے کیا کہوں کہتے تھے اگر میں نے کرسیاں اور میجیں منگوائیں تو ان کی ٹانگوں کو ڈھکنے کے لئے پتلونیں بھی بنواؤں گا۔ (ہنستی ہے)

شیریں:۔ (ہنستی ہے) کوئی اور بات تمہیں ان کے متعلق معلوم ہو؟

رانی:۔ اور تو کوئی بات نہیں ہے۔ پر میں اتنا جرور کہوں گی کہ وہ سپھائی بہت پسند کرتے ہیں۔ ہر روج مجھ سے سارے کمروں کے پھرش دھلواتے ہیں۔

شیریں:۔ کھانا کہاں سے کھاتے ہیں۔

رانی:۔ ایک ہوٹل سے ان کا ہر روج کھانا آتا ہے۔

شیریں:۔ بس مجھے یہی پوچھنا تھا ـــ اب تم جا سکتی ہو۔

رانی:۔ سلام بی بی جی۔

شیریں:۔ سلام ـــ لیکن ٹھیرو ـــ ان کا نام جانتی ہو؟

رانی:۔ جی نہیں ـــ مجھے ان کا نام مالوم نہیں ہے۔

شیریں:۔ اچھا تو جاؤ۔

رانی:۔ سلام بی بی جی۔

شیریں:۔ سلام۔

(چند سیکنڈ کا وقفہ ـــ پھر شیریں کے چلنے کی آواز ـــ ایک دم ٹھیرنے کی آواز۔ ساتھ ہی بھاری قدموں کی چاپ)

شیریں:۔ بس جا رہے ہو ـــ کچھ دیر بیٹھو گے نہیں؟

ناصر:۔ اب پھر کبھی آؤں گا ـــ آپ ـــ آپ نے تو کچھ دیکھنے سے انکار کر دیا ہے۔

شیریں:۔ یہ جو تم مجھے ہر وقت آپ آپ کہتے رہتے ہو اسی لئے میں تمہارے ساتھ کہیں جانے کو تیار نہیں ہوتی ـــ یعنی جب بھی تم آتے ہو کھل کر بات ہی نہیں کرتے آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے ـــ یہاں جتنے لوگ آتے ہیں۔ ان میں سے صرف ایک تم ہو جس کو میں پسند کرتی ہوں۔ جس سے باتیں کرنے کو میرا جی چاہتا ہے مگر تم کچھ ایسے آپ آپ کی الجھنوں میں پڑتے ہو کہ عدالتی زبان میں لکھی ہوئی عرضی بن کے رہ جاتے ہو ـــ اس روز تم مجھے سینما لے گئے خدا کی قسم میں تمہارے

خاموشی سے اس قدر پریشان ہو گئی تھی کہ جی چاہتا تھا اٹھ کر دوڑتی ہوئی جاؤں اور سامنے چلتے ہوئے فلم میں گھس جاؤں ——

ناصر :۔ مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے آپ کو اس روز اتنی پریشانی اٹھانا پڑی۔

شیریں :۔ اُف اوہ —— بھئی کیسے یخ بستہ اور منجمد انسان سے واسطہ پڑا ہے اور کچھ نہیں تو اس وقت یہی کہہ کر میرا دل خوش کر دیا کہ تم بیوقوف ہو۔ جو خاموشی سے گھبراتی ہو۔

ناصر :۔ میں یہ کیسے کہہ سکتا ہوں مجھے خود خاموشی اچھی نہیں لگتی۔

شیریں :۔ تو اپنی اس عادت کو دور کیوں نہیں کرتے ؟

ناصر :۔ یہ عادت دور ہو سکتی ہے اگر میں کسی ایسی عورت سے شادی کر لوں جو خوش گفتار ہو۔

شیریں :۔ اس سے تمہارا مطلب ؟

ناصر :۔ میں خوش گفتار عورتوں کو پسند کرتا ہوں۔ اگر میری شادی کسی ایسی عورت سے ہو جائے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ میری خاموشی پسند طبیعت میں انقلاب آ سکتا ہے۔

شیریں :۔ صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ تم مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو۔

ناصر :۔ اس سے پہلے ایک بار میں اشارۃً آپ سے درخواست کر چکا ہوں۔

شیریں :۔ (جل کر) اور ناچیز نے اشارۃً جناب کو اس کا جواب دے دیا تھا۔

ناصر :۔ میں آپ کے اس اشارے کو سمجھ نہ سکا۔

شیریں :۔ تو لیجئے اب کی بار جناب کھلے لفظوں میں مجھ سے سن لیں کہ آپ کی میری شادی صرف اس لئے نہیں ہو سکتی کہ آپ ضرورت سے زیادہ شریف آدمی ہیں —— آپ میں اور خوبیاں موجود ہیں مگر آپ میں اور جنٹلمینی بالکل نہیں ہے۔

ناصر :۔ اور جنٹلمینی سے آپ کی کیا مراد ہے ؟

شیریں :۔ وہ شے جو آپ میں نہیں ہے —— مگر آپ کو دیر ہو جائے گی —— سینما کا وقت ہو رہا ہے۔

ناصر :۔ جی ہاں —— اچھا تو آج ....

شیریں :۔ (بات کاٹ کر) آداب عرض۔

ناصر :۔ (تھوڑا ہنستا ہے)

شیریں :۔ یہ آپ ہنسے تھے ؟

ناصر :۔ (ایک دم سنجیدہ ہو کر) جی ہاں۔

شیریں : کیوں ؟

ناصر :۔ ایسے ہی —— اچھا آؤ ....

شیریں :۔ (فوراً) آداب عرض ——

(ناصر کے چلنے کی آواز —— دروازہ کھلتا ہے پھر بند ہوتا ہے —— اس کے بعد شیریں زور زور سے ہنسنا شروع کرتی ہے —— ہنستے ہنستے وہ دوسرے کمرے میں پہنچتی ہے)

زمان :۔ یا وحشت —— اتنی ہنسی آخر کس بات پر آ رہی ہے ؟

شیریں :۔ (ہنسی بمشکل روک کر) تم آہستہ آہستہ ناصر کی طرح آداب عرض کہو میں تمہیں بتاتی ہوں۔ کہو۔ آداب عرض۔

زمان :۔ آؤ ....

شیریں :۔ آداب عرض (ہنسنا شروع کر دیتی ہے)

(زمان اور شیریں دونوں ہنستے ہیں)

زمان :۔ تم نے غریب ناصر کو ضرور چھیڑا ہوگا ـــــ میں کہتا ہوں اس بیچارے کو زیادہ تنگ نہ کیا کرو۔ بڑا شریف آدمی ہے۔

شیریں :۔ اس کی ضرورت سے زیادہ شرافت ہی پر تو مجھے اعتراض ہے ـــــ خیر چھوڑو اس قصّے کو ـــــ اس فرنیچر کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔

زمان :۔ کس فرنیچر کے متعلق ؟

شیریں :۔ یہی جو اس کمرے میں پڑا ہے ـــــ تمہارا کیا خیال ہے ـــــ کیا ان کرسیوں میزوں اور تپائیوں کی ٹانگیں تمہیں ننگی ننگی نظر نہیں آتیں ؟

زمان :۔ میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔

شیریں :۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ان ٹانگوں کی طرف دیکھ کر تمہارے دماغ میں کیا یہ خیال نہیں آتا کہ ان کی ـــــ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ یہ ٹانگیں کیا تمہیں ننگی ننگی دکھائی نہیں دیتیں ؟

زمان :۔ یہ کیا اوٹ پٹانگ باتیں کر رہی ہو ـــــ کیا ان میزوں کرسیوں اور تپائیوں کی ٹانگوں کے لئے تم کوئی لباس تیار کرنا چاہتی ہو ـــــ (ہنستا ہے) ترقی پسندی نہ جانے اس دور میں کتنی ترقی کر گئی ہے۔

شیریں :۔ لو جی تم سے کوئی بات کرے ـــــ لو بابا میری توبہ ـــــ بھول ہوئی مجھ سے جو میں نے یہ بات شروع کی ..... لاٹھ کھڑی ہوتی ہے ـــــ فرش پر چند لمحات چلنے کی آواز ـــــ پھر ساز چھیڑنے کی آواز۔ اس کو آہستہ آہستہ فیڈ کر دیا جائے۔ مرغ کی اذان۔ وقفہ)

رانی :۔ فضلو ـــــ اے فضلو

فضلو :۔ کیا ہے رانی ؟

رانی :۔ جرا ادھر تو آ ـــــ تجھ سے ایک بات کہنی ہے۔

(وقفہ)

فضلو :۔ کیا ہے ؟

رانی :۔ کل بی بی جی نے مجھ سے نو نمبر کے صاحب کی بابت کچھ پوچھا تھا۔ آج مجھے ایک نئی بات کی کھبر لگی ہے۔

فضلو :۔ کیا ؟

رانی :۔ میں ابھی ابھی ادھر گئی تو دیکھا کہ صاحب رو رہے ہیں ...

شیریں :۔ رو رہے تھے ـــــ کون رو رہے تھے ؟

رانی :۔ بی بی جی۔ سلام

شیریں :۔ سلام ـــــ مگر یہ تو کس کی بات کر رہی تھی ؟

رانی :۔ نو نمبر کے صاحب کی۔

شیریں :۔ نو نمبر کے صاحب ـــــ تو کیا وہ سچ مچ رو رہے تھے ؟

رانی :۔ جی ہاں ـــــ میں ابھی ابھی ادھر ہی سے آ رہی ہوں ـــــ ان کی آنکھوں سے یہ موٹے موٹے آنسو ٹپک رہے تھے ـــــ جانے کیوں اتنا رو رہے تھے ـــــ میں نے جب ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے مجھ سے کہا "رانی کبھی تو بھی روئی ہے ؟" میں نے کہا ـــــ "ہاں صاحب کئی بار روئی ہوں" اس پر انہوں نے کہا "نہیں رانی۔ تو کبھی نہیں روئی ـــــ رونا وہ ہوتا ہے جو

آواج نہ دے، ـــــ اب معلوم نہیں بی بی جی اس سے ان کا کیا مطلب تھا۔

شیریں:۔ رونا وہ ہوتا ہے جو آواز نہ دے (چونک کر) کیا کہا؟

رانی:۔ جی کچھ بھی نہیں۔

شیریں:۔ کوئی اور بات؟

رانی:۔ اور تو کوئی بات نہیں ہے ـــــ میں نے جلدی کمرے سا پھ کئے اور ادھر چلی آئی۔

شیریں:۔ خیر ـــــ فضلو۔ جا ایک کام کر۔ اسپرین لے آ۔ رات مجھے نیند نہیں آئی۔ درد کے مارے سر پھٹا جا رہا ہے۔ بھاگ کے جا۔

فضلو:۔ بہت اچھا بی بی جی۔

(شیریں کے چلنے کی آواز ـــــ چند لمحات تک یہ آواز آتی رہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ دوسرے کمرے میں جا رہی ہے)

شیریں:۔ زمان ـــــ زمان ـــــ ابھی تک صو رہے ہو؟

زمان:۔ نہیں تو ـــــ ایسے ہی لیٹا ہوا .....

شیریں:۔ کچھ سنا تم نے ـــــ رانی بھنگن نے ابھی ابھی مجھے بتایا ہے کہ نو نمبر کا وہ پراسرار آدمی رو رہا تھا۔

زمان:۔ تو کیا ہوا ـــــ ہنسنا رونا سبھی کے ساتھ ہے۔

شیریں:۔ میرا مطلب ہے۔ کوئی بہت بڑا صدمہ ہو گا جو وہ رویا۔

زمان:۔ ایسا ہو سکتا ہے۔

شیریں:۔ میرا خیال ہے کہ تم جاؤ اور اس سے ملو ـــــ بہت ممکن ہے ہم اس کا

غم ہلکا کر سکیں۔

زمان:۔ لیکن میں تو اسے جانتا ہی نہیں اس کی شکل تک بھی تو میں نے ابھی نہیں دیکھی۔

شیریں:۔ اسی بہانے ملاقات بھی ہو جائے گی۔

فضلو:۔ بی بی جی اسپرین لے آیا ہوں۔

شیریں:۔ لاؤ مجھے دو ـــــ زمان تم اٹھو اور وہاں جاؤ۔

فضلو:۔ بی بی جی۔ نو نمبر میں سے کسی کے گانے کی آواز آ رہی ہے۔

شیریں:۔ گانے کی آواز؟ ـــــ کون گا رہا ہے؟

فضلو:۔ یہ مجھے معلوم نہیں۔

شیریں:۔ آواز عورت کی ہے یا مرد کی؟

فضلو:۔ آواز تو مرد کی ہے بی بی جی ـــــ پر بڑی سریلی ہے۔

شیریں:۔ میں خود جا کے سنتی ہوں ـــــ فضلو۔ دروازہ بند ہے یا کھلا؟

فضلو:۔ بند ہے بی بی جی۔

زمان:۔ تم خواہ مخواہ کیوں اس آدمی سے دلچسپی لے رہی ہو۔ سر میں تمہارے درد ہے بیٹھو اسپرین کھاؤ اور آرام کرو۔

شیریں:۔ میں ابھی آئی ـــــ (چلنے کی آواز ـــــ دروازہ کھلتا ہے ـــــ پھر چلنے کی آواز ـــــ مندرجہ ذیل غزل کے ابتدائی سُر قریب آتے جاتے ہیں)

میرے قابو میں نہ پھروں دلِ ناشاد آیا
وہ مرا بھولنے والا جو مجھے یاد آیا

لیجئے سنئے اب افسانہ فرقت مجھ سے
آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا
آپ کی بزم میں سب کچھ ہے مگر داغ نہیں
ہم کو وہ خانہ خراب آج بہت یاد آیا

(آہستہ آہستہ یہ غزل فیڈ ہوتی جاتی ہے ـــ دروازہ کھولنے کی آواز آتی ہے۔ شیریں کمرے تک چلتو ہے۔ اس کی آواز)

زمان:۔ سن آئی ہوگا نا؟

شیریں:۔ کوئی اس فلیٹ میں داغ کی ایک پھڑکتی ہوئی غزل گا رہا تھا ـــ اچھا گلا پایا ہے۔ آواز میں درد ہے اور اس درد میں خلوص ہے ـــ اچھا شعر ہے (اسی انداز میں گاتی ہے) لیجئے سنئے اب افسانۂ فرقت مجھ سے ـــ آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا۔

زمان:۔ بہت اچھا شعر ہے۔

شیریں:۔ (کچھ اور سوچتے ہوئے) ہاں خوب ہے ـــ (وقفہ) مگر وہ تو اس سے کچھ دیر پہلے رو رہا تھا ـــ کیا بات ہے۔ میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آتا ـــ یہ آدمی عجب معمّا بنتا جا رہا ہے۔

زمان:۔ (دور سے) کیا کہا؟

شیریں:۔ کچھ نہیں ـــ یہ شعر بھی اچھا ہے ـــ (گاتی ہے) ـــ میرے قابو میں نہ پھروں دلِ ناشاد آیا ـــ وہ مرا بھولنے والا جو مجھے یاد آیا۔

ـــ یہی کچھ بھی ہو غزل ہندوستانی شاعری کی جان ہے۔

(دور سے آواز آتی ہے "ناصر کی" ـــ ناصر فضلو سے پوچھتا ہے "کیا زمان صاحب اندر ہیں؟" ـــ فضلو جواب دیتا ہے "جی ہاں")

شیریں:۔ زمان۔ ناصر آئے ہیں۔

زمان:۔ (بلند آواز میں) ناصر صاحب اندر تشریف لے آئیے۔

(وقفہ)

شیریں:۔ آداب عرض ناصر صاحب۔

ناصر:۔ تسلیمات ـــ کہئے کیسی طبیعت ہے؟

شیریں:۔ اللہ کا شکر ہے ـــ فرمایئے آپ کے مزاج تو بخیر ہیں۔

ناصر:۔ جی ہاں۔ بالکل تندرست ہوں ـــ زمان صاحب آپ ادھر کھڑے کیا کر رہے ہیں؟

زمان:۔ میں داغ کا دیوان دیکھ رہا ہوں ـــ ایک غزل نکالنی ہے۔

شیریں:۔ نو نمبر میں ایک صاحب آئے ہیں ـــ ان کے منہ سے داغ کی ایک غزل سنی ـــ خوب گاتے ہیں۔

ناصر:۔ آپ سے ان کی ملاقات ہوئی؟

شیریں:۔ ملاقات تو نہیں ہوئی ـــ میں باہر کوری ڈور میں کھڑی تھی کہ اندر سے گانے کی آواز آئی۔ چنانچہ کچھ دیر وہاں کھڑی یہ غزل سنتی رہی ـــ معلوم نہیں کون ہیں۔

ناصر:۔ تو آپ ان کو بالکل نہیں جانتے؟

شیریں:۔ کیسے جان سکتے ہیں۔ جبکہ وہ گھر کے باہر یہ بڑا نوٹس لگائے رکھتے ہیں
"ازراہ کرم دستک نہ دیجئے ـــــ صاحب خانہ کو آواز دیجئے"

ناصر:۔ ظاہر ہے۔

شیریں:۔ میں سنتی ہوں یہ آدمی کچھ عجیب و غریب عادات رکھتا ہے ـــ گھر میں اس کے کوئی میز کرسی۔ چارپائی وغیرہ نہیں ہے ـــ کبھی روتا ہے کبھی ہنستا ہے۔

ناصر:۔ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟

شیریں:۔ اس کی تفصیل میں جانے کی کیا ضرورت ہے ـــ بس کسی نہ کسی طریقے سے معلوم کر لیا۔

ناصر:۔ یہ میں نے آپ سے اس لئے پوچھا تھا کہ میں اس آدمی کو اچھی طرح جانتا ہوں۔

شیریں:۔ کس کو؟

ناصر:۔ وہی جو نو نمبر میں رہنے کے لئے آیا ہے۔

شیریں:۔ کیا نام ہے اس کا۔

ناصر:۔ نام ـــ کچھ ایسا ہی نام ہے ـــ کیا احمد؟ ـــــ میں اسے بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔

شیریں:۔ تو آپ ان سے ہمارا انٹروڈکشن کرا سکتے ہیں؟

ناصر:۔ ابھی چلئے۔

شیریں:۔ چلئے ـــ مگر وہ کہیں برا نہ مانیں ـــ یعنی ممکن ہے وہ بہت چڑچڑی طبیعت کے ہوں۔

ناصر:۔ اجی نہیں۔ وہ تو بے حد شریف آدمی ہے ـــ چلئے زمان صاحب آپ بھی چلئے

زمان:۔ نہیں بھائی تم لوگ جاؤ ـــ مجھے کپڑے تبدیل کرنے پڑیں گے اور.....

شیریں:۔ ہم دونوں چلتے ہیں۔

(دونوں کے چلنے کی آواز ـــ دروازہ کھلتا ہے ـــ پھر دونوں کے قدموں کی چاپ)

شیریں:۔ آپ دستک دیں گے یا آواز۔

ناصر:۔ ان دونوں کی ضرورت نہیں ـــ چلئے ـــ دروازہ کھلا ہے ـــ (دروازہ کھلنے کی آواز)۔ آجایئے ـــ (آواز دیتا ہے) ارے بھئی کوئی ہے ـــ (لمبا وقفہ)

شیریں:۔ ابھی تک آئے نہیں۔

ناصر:۔ وہ آگئے ہیں۔

شیریں:۔ (دبی آواز میں) کہاں ہیں؟

ناصر:۔ یہ آپ کے سامنے کون کھڑا ہے؟

شیریں:۔ (دبے لہجے میں) کہاں؟

ناصر:۔ شیریں تم میں ضرورت سے زیادہ بھولا پن ہے ـــ یہ مجھے بالکل پسند نہیں ـــ بظاہر تم بہت شوخ اور چنچل ہو مگر اصل میں حد درجہ بھولی بھالی ہو ـــ اتنے دن ہو گئے ہیں تمہیں مجھ سے ملتے ہوئے مگر تم نے نظری طور پر مجھے نہیں سمجھا ـــ تو نمبر کا ساکن میرے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔

شیریں:۔ یہ ـــ یہ ـــ یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟

ناصر:۔ اب خاموش رہو ـــ ایسا نہ ہو کہیں بگڑ جاؤں ـــ بیٹھو ـــ

چاہئیں ـــــ (لہجہ بدل کر) ـــــ یہ فرنیچر میں نے خاص طور پر بنوایا ہے ـــــ کہو کیسا ہے۔

شیریں:۔ مگر ـــــ مگر ـــــ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

ناصر:۔ لیجئے سنئے اب افسانۂ فرقت مجھ سے
آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا۔

(فیڈ آؤٹ)

ٹیڑھی لکیر

افراد

جاوید	
اسلم	جاوید کے دوست
الطاف	جاوید کے دوست
جمیل	جاوید کے دوست
عیاس	جاوید کے دوست
گل خاں	(نوکر)
معلّن	(جو ریڈیو کے اعلان پڑھے گا)
ایک گویّا	(جو اقبال کے شعر گائے گا)
مجید	

اسلم:۔ لاؤ میں پڑھے دیتا ہوں۔

جاوید:۔ پڑھو۔

اسلم:۔ لکھا ہے (کاغذ کی کھڑکھڑاہٹ) لکھا ہے ..... آگ کا کھیل عرف مداری کی آنکھ ..... گوہر ٹون ٹاکیز کا پہلا شاہکار ـــــ سو فیصدی ناچتا بولتا اور گاتا فلم خاص اداکار: مس منیرا اور سیتا رام ـــــ اس کے ساتھ ہی زندہ ناچ و گانا بھی ہوگا۔ ـــــ نگینہ ٹاکیز ـــــ پہلا کھیل شام کے چھ بجے دوسرا کھیل ساڑھے آٹھ بجے۔

نوٹ:۔ منیجر کو پروگرام بدلنے کا حق حاصل ہے، خریدا ہوا ٹکٹ واپس نہیں کیا جائے گا، شراب پی کر دنگہ فساد کرنے والوں کو حوالہ پولیس کیا جائے گا۔ بجلی فیل ہونے کی صورت میں ٹکٹوں کے دام واپس نہیں کئے جائیں گے ـــــ نگینہ ٹاکیز امرت بازار۔

جاوید:۔ شادی کے رقعوں میں بھی کھیل کا نام ہوتا ہے اور خاص اداکاروں کا بھی۔ یہ بھی لکھا ہوتا ہے کہ یہ کس کا پہلا شاہکار ہے ـــــ زندہ ناچ اور گانے کا ذکر نہیں ہوتا مگر یوں یہ چیز ہوتی ضرور ہے ..... اور پھر اس کھیل کے اوقات بھی درج ہوتے ہیں ـــــ البتہ یہ نوٹ ساتھ نہیں ہوتا کہ منیجر کو پروگرام بدلنے کا حق حاصل ہے۔ خریدا ہوا ٹکٹ واپس نہ ہوگا اور پھر بجلی فیل ہونے کی صورت میں ٹکٹ کے دام واپس نہیں کئے جائیں گے۔ حالانکہ ان باتوں کا حوالہ ان رقعوں میں ضروری ہے۔

اسلم:۔ مین میخ خوب نکالتے ہو اور مضحکہ اڑانے کا فن بھی تمہیں خوب یاد ہے پر دوست

زیادہ دیر تک تم سے اس مشکل راستے پر نہ چلا جائے گا۔

جاوید:۔ سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ تم مجھے ابھی تک نہیں سمجھ سکے ـــــ زیادہ دیر تک مجھ سے اس مشکل راستے پر نہ چلا جائے گا یہی کہتے ہو نا ـــــ لیکن بھئی میں کچھ دیر تو ضرور اس مشکل راستے پر چلوں گا، بس کافی ہے ..... تم سیدھی اور ہموار سڑک کے قائل ہو جس میں نہ کوئی موڑ ہو نہ پھیر، لیکن بندہ ایسی سڑک پر دو قدم نہیں چل سکتا ..... سیدھی سڑک پر تو ہر آنے والی چیز سامنے ہوتی ہے، اس میں کیا خاک لطف آسکتا ہے ..... یعنی ہر شے تمہاری نگاہوں کے سامنے ہے، کوئی چیز تمہاری نگاہوں سے اوجھل نہیں۔ ٹیڑھی بنکی موڑوں اور پھیروں والی سڑک ہو تو کئی آنکھوں سے اوجھل چیزیں بڑے دلنشین انداز میں آنکھوں کے سامنے آتی ہیں ـــــ اس موڑ پر ایک دم کوئی بھاری بھرکم لاری تمہارے دل میں دھڑکا پیدا کرتی ہانپتی ہوئی گذر جاتی ہے۔ اس موڑ پر اچانک کوئی ..... کوئی حسین عورت اس انداز سے تمہارے سامنے آتی ہے۔ جیسے تحت الشعور سے کوئی دھندلا سا خیال ایک دم ذہن میں کود پڑے۔ ..... زندگی صرف موڑوں اور پھیروں ہی کی وجہ سے بسر کرنے کے قابل ہے، ورنہ اس میں رکھا ہی کیا ہے .....

اسلم:۔ قطع کلامی معاف مگر آپ نے ابھی ابھی حسین عورت کا ذکر کیا تھا ..... عورت میں حسن تلاش کرنا آپ نے کب سے شروع کیا ہے یعنی موڑوں پر حسین عورتوں کے اچانک سامنے آجانے میں آپ نے کب سے دلچسپی لینا شروع کی ہے۔

جاوید:۔ (وقفہ) بڑا ٹیڑھا سوال کیا ہے تم نے؟

اسلم :۔ اس لئے کہ آپ سے سیدھا سادا سوال کیا ہی نہیں جا سکتا۔

جاوید :۔ ٹھیک ہے ..... ٹھیک ہے ..... (وقفہ) موڑوں پر حسین عورتوں کے اچانک سامنے آجانے میں کب سے دلچسپی لینا شروع کی ہے؟ ..... کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں اپنے کچھ الفاظ واپس لے لوں ـــــ نہیں صرف ایک لفظ ـــــ عورت کے بجائے گائے کہہ لینے دیجئے مجھے ـــــ اس میں آپ کا کیا ہرج ہوگا ـــــ ہاں تو اس موڑ پر اچانک کوئی حسین گائے اس انداز سے تمہارے سامنے آتی ہے جیسے .....

اسلم :۔ دوست حسین گائے تو سامنے آگئی پر اب تحت الشعور سے وہ دھندلا خیال تمہارے ذہن میں نہیں کودے گا ... گائے کی دم تمہارے تحت الشعور ـــــ تک نہیں پہونچ سکتی جس کو تھام کر وہ خیال اوپر آجائے۔

جاوید :۔ بھئی مجبوری بھی کوئی چیز ہے ـــــ کیا یہ واقعہ نہیں کہ ہمارے ہاں سڑکوں پر عورتوں سے زیادہ گائے بھینسیں چلتی ہیں ـــــ عورتیں ہیں کہاں؟ ... میں بھولا ہوں، مگر صندوقوں میں بند ـــــ اب اس کا علاج کیا ہو سکتا ہے؟ ..... یہی وجہ ہے کہ اکثر آزادی پسند اور آرٹسٹک طبیعت رکھنے والے مرد تنگ آکر کوئی ڈیری فارم کھول لیتے ہیں۔

اسلم :۔ آپ نے تنگ آکر کوئی ڈیری فارم کھولا؟

جاوید :۔ جی نہیں، اس کے لیے بھی تو گایوں کی ضرورت ہے اور میری زندگی میں نہ چوپایہ ہے نہ دوپایہ ـــــ البتہ امنگیں سینے میں کافی ہیں ـــــ بریاد رہے صرف امنگیں ـــــ اور ہیں ـــــ اور میں کیا ہوں؟ ... بقول آپ کے

ایک ٹیڑھی لکیر جو سیدھی لکیر کے مقابلے میں ہمیشہ بڑی ہوتی ہے .... یہ بڑا پن ..... (ہنستا ہے) یہ بڑا پن اپنے آپ کو تسکین دینے کے لئے بڑا نہیں۔ کیا خیال ہے الطاف صاحب۔

الطاف :۔ خیال؟ ـــــ میرا خیال؟ میرا خیال آپ کے خیال کے مقابلے میں اتنا لمبا نہیں ہے جو آپ اپنے فلسفے کے اسکندری گز سے ناپ سکیں۔

جاوید :۔ الطاف ـــــ اسلم ـــــ تم دونوں مجھے اپنا دوست سمجھتے ہو اور یہ بھی کہتے ہو کہ تم دونوں میرے دوست ہو ... میں آج تم سے ایک بات پوچھتا ہوں ـــــ کیا میں واقعی برا ہوں ـــــ کیا میرے خیالات واقعی اتنے خطرناک ہیں کہ یہاں کسی چوراہے میں ٹکٹکی سے باندھ کر مجھے کوڑے لگائے جائیں؟ ..... میں چور نہیں، ڈاکو نہیں ـــــ اگر میں کبھی سیندھ لگاؤں گا تو اپنے ہی گھر میں۔ چوری کروں گا تو اپنی ہی چیزوں کی۔ میری پھونکیں اس تہذیب کا چراغ بجھانا نہیں چاہتیں ـــــ میرے اندر چند دیئے روشن ہیں، میں ان ہی کو جلانے بجھانے کے دلچسپ کھیل میں مشغول رہنا چاہتا ہوں ..... اس پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے اور تم جو میرے دوست ہو اس میں کیا عیب دیکھتے ہو۔

(خاموشی)

جاوید :۔ لیکن ..... لیکن اس کمرے کی فضا ایکا ایکی اتنی اداس کیوں ہو گئی ہے ..... کیا یہ میری باتوں کا اثر ہے یا ... یا .....

اسلم :۔ چھوڑو جاوید ان باتوں کو ..... تم نے بالکل سچ کہا تھا ہم تمہیں نہیں سمجھ سکے اور نہ کبھی سمجھ سکیں گے ..... الطاف کوئی اسٹیشن تو لگا لو ـــــ

ریڈیو تمہارے قریب پڑا ہے ـــــ ذرا گانا ہو جائے۔

(ریڈیو)

اقبال کی یہ نظم گائی جائے۔

یہ دیر و کہن کیا ہے؟ انبارِ خس و خاشاک!
مشکل ہے گذر اس میں بے تابِ آتشناک
رمزیں ہیں محبت کی گستاخی و بے باکی
ہر شوق نہیں گستاخ ہر جذب نہیں بیباک
فارغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا
یا اپنا گریباں چاک یا دامنِ یزداں چاک

ریڈیو:۔ ابھی ابھی آپ اعجاز صاحب سے حضرتِ اقبال کا کلام سن رہے تھے اب آپ کو کل یعنی گیارہ فروری کے پروگرام کے متعلق کچھ بتایا جائے گا۔۔۔ کل۔۔۔ گیارہ فروری کو۔۔۔۔۔۔

(وقفہ)

ریڈیو:۔ ہم دہلی سے بول رہے ہیں ـــ ابھی ابھی آپ بازار کے بھاؤ سن رہے تھے آپ سے کل یعنی گیارہ دسمبر کے پروگرام کی چند دلچسپیوں کا ذکر کیا جائے گا۔۔۔

اسلم:۔ الطاف تمہیں یاد ہے، جاوید سے ملے ہوئے ہمیں پورے دس مہینے ہو گئے ہیں ـــ پچھلی بار جب اس سے گفتگو ہوئی تھی اس دن فروری کی گیارہ تاریخ تھی ـــ آج دس دسمبر ہے ـــ کہاں غائب ہو گیا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

الطاف:۔ یہی میں بھی سوچتا ہوں۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم نے اسے ناراض کر دیا ہے۔۔۔۔ اس کے دل کو دکھ پہنچایا ہے ـــ اسلم، جاوید کا دل بہت نازک ہے ـــ تمہیں یاد ہے اس روز کس درد بھرے لہجے میں اس نے ہم سے پوچھا تھا ـــ کیا میں واقعی برا ہوں ـــ کیا میرے خیالات واقعی اتنے خطرناک ہیں کہ یہاں کسی چوراہے میں ٹکٹکی سے باندھ کر مجھے کوڑے لگائے جائیں۔۔۔۔ مجھے جب اس کے یہ لفظ یاد آتے ہیں تو دل میں ایک ہلچل سی مچ جاتی ہے۔

(دستک کی آواز)

الطاف:۔ دیکھ بھئی، کوئی باہر دستک دے رہا ہے۔

اسلم:۔ کون ہے؟ ـــ چلے آؤ دروازہ کھلا ہے۔

(دروازہ کھلنے کی آواز)

اسلم:۔ آخاہ! ـــ یہ تو اپنا مجید ہے۔۔۔۔۔ کہو بھئی مجید اتنے دن کہاں رہے۔

مجید:۔ بیمار تھا۔۔۔۔۔ لیکن بھئی تم لوگ جاوید کے نکاح پر کیوں نہیں آئے کیا یہاں نہیں تھے۔

اسلم:۔ جاوید؟۔۔۔۔۔۔ کون سا جاوید؟

مجید:۔ بھئی واہ ـــ جاوید ایک ہے دو تو نہیں ہیں ـــ تم کتنے جاوید کو جانتے ہو؟

الطاف:۔ تم ـــ تم ـــ تمہارا مطلب ـــ یعنی تمہارا مطلب اپنے جاوید سے ہے۔

مجید:۔ یہ قصہ کیا ہے؟ ـــ ایک ہی جاوید کو تو ہم جانتے ہیں، وہ ہمارا اپنا ہی

تھا پر اب تو کسی اور کا ہو گیا ہے ـــــ بڑی حیرت کی بات ہے تم لوگ جو اس کے بہترین دوست ہو اس کی شادی کے متعلق کچھ جانتے ہی نہیں۔

اسلم :۔ جاوید نے شادی کر لی؟

الطاف :۔ کس سے؟ ـــــ کہاں؟ ـــــ کب؟

مجید :۔ گوجرانوالہ میں یکم دسمبر کو ـــــ تم ـــــ تم ـــــ عباس کو نہیں جانتے ـــــ وہ لم تڑنگ جو ہمارے ساتھ اسکول میں پڑھا کرتا تھا۔

اسلم :۔ اچھی طرح جانتا ہوں ـــــ کیا ہوا اس کو؟

مجید :۔ جاوید کا نکاح اسی کی بہن سے ہوا ہے۔

اسلم :۔ جھوٹ۔

مجید :۔ مجھے اس میں جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے اپنی لڑکی کو چھوڑنے کے لئے میں گوجرانوالہ گیا تھا وہاں عباس سے ملاقات ہوئی چنانچہ مجھے نکاح کی رسم میں شریک ہونا پڑا۔

اسلم :۔ اور ـــــ اور ـــــ وہاں ملا صاحب بھی تھے؟

مجید :۔ کون سے ملا صاحب؟

اسلم :۔ ارے بھائی وہی جو نکاح پڑھواتے ہیں۔

مجید :۔ ان کے بغیر نکاح کیسے ہو سکتا ہے ـــــ کہیں تمہارا دماغ تو نہیں بہک گیا ـــــ نکاح خوانی کے وقت جو کچھ ہوا کرتا ہے ہوا، جاوید نے سہرا پہن رکھا تھا اور ـــــ

الطاف :۔ چھوہارے بھی بانٹے گئے اور کیا وہ الائچی دانے بھی تھے؟ ـــــ

ایجاب و قبول ہوا ہو گا اور جاوید نے تین مرتبہ سر ہلا کر ہاں بھی کی ہو گی۔

اسلم :۔ کیوں نہیں؟

الطاف :۔ (بلند آواز میں) وہ مارا ـــــ اسلم، مار لیا جاوید کو ـــــ اگر یہ خبر سچ ہے تو بندے کو ناچنے میں بھی کوئی عذر نہیں ـــــ مجید بھئی خدا کی قسم کیا خبر سنائی ہے تم نے ـــــ دل باغ باغ کر دیا اب وہ ہے کہاں ـــــ گوجرانوالہ ہی میں ہے؟ ـــــ کیا اس وقت کوئی گاڑی اُدھر جاتی ہے؟ ـــــ میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ اب ہم سے آنکھ کیسے ملاتا ہے؟ ـــــ کہاں گیا جناب کا وہ فلسفہ؟ ـــــ کیوں اسلم کیا فرما رہے تھے جناب اس دن؟ یہ شادی بیاہ کی رسمیں کیا ہیں؟ ـــــ اور سرکار نے سہرہ بھی لگایا ـــــ مایوں بھی بیٹھے ہوں گے ـــــ (ہنستا ہے۔ زور زور سے ہنستا ہے) ـــــ لیکن اب معلوم یہ کرنا ہے کہ حضرت ہیں کہاں؟ ـــــ ان سے ملاقات کہاں ہو سکتی ہے؟

اسلم :۔ کیوں مجید، کیا تم اس کا پتا بتا سکتے ہو ـــــ لیکن میں حیران ہوں، وہ گوجرانوالہ کیسے پہونچ گیا اور یہ ـــــ یہ نکاح کیسے ہو گیا۔

مجید :۔ کیسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو ـــــ نکاح کیسے ہو گیا؟ ـــــ تمہارا نکاح کیسے ہوا تھا اور ـــــ اور تمہاری شادی کیسے ہوئی تھی ـــــ

اسلم :۔ چھوڑو اس بحث کو، تم نہیں جانتے کہ ہم اس قدر متعجب کیوں ہو رہے ہیں۔ تم فقط اتنا بتاؤ کہ وہ آج کل ہے کہاں۔

مجید :۔ میں جب گوجرانوالہ سے واپس آ رہا تھا تو وہ کہیں جانے کی تیاریاں کر رہا تھا کیونکہ اسے شادی کے لئے انتظام کرنا تھا ـــــ ہاں میں تم کو یہ بتانا تو بھول ہی گیا۔

کہ اس کی شادی یکم جنوری کو ہو رہی ہے، یعنی نئے سال کے آغاز کے ساتھ ہی اس کی نئی زندگی بھی شروع ہو جائے گی۔

اسلم:۔ تو..... یکم جنوری سے پہلے ہم اس سے نہیں مل سکتے..... مگر تمہیں سب باتوں کا علم بھی تو نہیں..... الطاف، تم اطمینان رکھو میں سب کھوج لگاؤں گا

الطاف:۔ اسلم وہ ہم سے بچ کر جائے گا کہاں؟

(قدموں کی چاپ)

جاوید:۔ میں خود حاضر ہو گیا ہوں۔

اسلم:۔ جاوید!

الطاف:۔ جاوید؟

مجید:۔ لو بھئی جاوید خود ہی آ گیا ـــــ ادھر آؤ یار، ان دونوں کی اوٹ پٹانگ باتوں نے تو مجھے پریشان کر دیا ہے ـــــ تمہارے نکاح کا ان کو یقین ہی نہیں آتا اور پھر جانے کیا کیا باتیں کی ہیں انہوں نے کب آئے گو جرانوالہ سے۔

اسلم:۔ تو جناب کا نکاح ہو گیا؟

جاوید:۔ (سنجیدگی کے ساتھ) جی ہاں۔

الطاف:۔ ملا صاحب بھی تشریف لائے تھے؟

جاوید:۔ جی ہاں وہ بھی تشریف لائے تھے؟

اسلم:۔ مایوں بھی بیٹھے ہوں گے آپ؟

جاوید:۔ جی ہاں!

اسلم:۔ اور..... اور.....

جاوید:۔ جی ہاں۔

اسلم:۔ یعنی..... یعنی.....

جاوید:۔ جی ہاں۔

الطاف:۔ تو..... تو..... گویا آپ اس اونچے منار سے نیچے تشریف لے آئے ہیں جہاں بیٹھ کر آپ ہم لوگوں کو دیکھا کرتے تھے یعنی اب آپ نے بھی لڈو منگھ لیا ہے۔

جاوید:۔ جی ہاں۔

اسلم:۔ اب آپ یہ فرمائیے کہ ایک زمانے کے بعد آپ کا یہاں آنا کیسے ہوا؟

جاوید:۔ آپ سے وہ سو روپے واپس لینے کے لئے جو عرصہ ہوا آپ نے مجھ سے قرض لئے تھے۔ آپ نے کہا تھا جب تمہیں ضرورت ہو گی میں یہ رقم واپس دے دوں گا۔

اسلم:۔ جناب کو اپنی شادی کے لئے یہ روپے چاہئیں ـــ اپنی شادی کے لئے جو کہ آج سے کچھ عرصہ پہلے آپ کے نزدیک مضحکہ خیز چیز تھی۔

جاوید:۔ جی نہیں، مجھے یہ روپے اپنی شادی کے لئے نہیں چاہئیں ـــــ ایک اس سے بھی زیادہ ضروری کام مجھے ان روپوں کے ذریعے سے نکالنا ہے۔

الطاف:۔ وہ ضروری کام کیا ہے؟

جاوید:۔ میں ایک لڑکی کو اغوا کر رہا ہوں ـــــ پرسوں رات میں اسے بھگا کر لے جاؤں گا ـــ اور ظاہر ہے کہ اس کام کے لئے مجھے روپوں کی اشد ضرورت ہے۔

مجید:۔ اور..... اور..... وہ تمہاری شادی..... اس لڑکی کا کیا ہو گا جس کو تم نکاح کے بندھن میں باندھ چکے ہو۔

اسلم:۔ (ہنس کر) تو جناب کسی لڑکی کو پرسوں اغوا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

جاوید:- جی ہاں ـــ لڑکی بالکل تیار ہے ..... اور میں بھی بالکل تیار ہوں.... لیکن اس کے باوجود ہم اسے اغوا ہی کہیں گے ـــ اس لئے کہ الطاف صاحب اور اسلم صاحب بھی میرے اس فعل کو اغوا ہی کا نام دیں گے۔

اسلم:- آپ کی یہ گفتگو بھی اغوا سے کم خطرناک نہیں۔

جاوید:- تو لیجئے میں اپنی زبان بند کرتا ہوں ـــ براہِ مہربانی وہ سو روپے مجھے دے دیجئے تاکہ میں چلا جاؤں۔ میں یہاں زیادہ دیر ٹھیر کر آپ لوگوں کے دماغ پر "اغوائی" کیفیت طاری نہیں کرنا چاہتا۔

الطاف:- تم بہت روکھے ہو گئے ہو جاوید.....

اسلم:- تمہارے لہجے میں یہ تلخی کہاں سے آگئی؟

الطاف:- اپنی رام کہانی تو سناؤ ـــ اس دوران میں تم پر کیا کیا بیتی ـــ بیٹھ جاؤ ـــ اور ـــ اسلم، تم نے غور کیا، کس قدر دبلا ہو گیا ہے جاوید..... جاوید کیا ہو گیا ہے، تمہیں؟

مجید:- میں نے پچھلے دنوں کو جرانوالہ میں جب انہیں دیکھا تھا تو اتنے لاغر نہیں تھے ـــ اب تو.....

جاوید:- وہ سو روپے آپ نے ابھی تک مجھے نہیں دیئے.... شاید آپ نے میری بات باور نہیں کی ـــ میں سچ کہتا ہوں پرسوں مجھے ایک لڑکی کو اغوا کر کے لیجانا ہے اور میرے پاس زیادہ وقت نہیں جو میں بے کار ضائع کر سکوں۔

اسلم:- روپے میری جیب میں ہیں.... میں ابھی نکالے دیتا ہوں ـــ روپے لے لو پھر باتیں کریں گے.... (نوٹوں کی کھڑکھڑاہٹ ـــ تھوڑا وقفہ)

ستر، اسی، نوے اور یہ سو..... دس نوٹ ہیں دس دس کے.... لو۔

جاوید:- شکریہ..... بہت بہت شکریہ ـــ اچھا میں اب رخصت چاہتا ہوں۔

اسلم:- چلے جاؤ گے.....

الطاف:- کچھ دیر ٹھیرو گے نہیں۔

مجید:- یہ معاملہ کیا ہے؟

اسلم:- جاوید!

الطاف:- جاوید!

جاوید:- میں چلا ـــ لیکن تم دعا کرو خدا مجھے کامیابی دے۔

(تھوڑا وقفہ ـــ ایک سناٹا طاری رہتا ہے)

اسلم:- آج تاریخ کیا ہے؟

مجید:- دس دسمبر۔

(وقفہ)

عباس:- آج دسمبر کی تیس تاریخ ہے جمیل ـــ خدا کے لئے سوچو کہ ہم پر مصیبت کا کتنا بڑا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے ـــ ان تین دنوں میں ہم کیا کر سکتے ہیں ـــ کچھ بھی نہیں۔ دس روز سے متواتر ہم اسے تلاش کر رہے ہیں مگر.... مگر میں اب کیا کروں..... کسی نے سچ کہا ہے کہ.....

جمیل:- میں خود بہت حیران ہوں عباس ـــ اس سے مجھے یہ توقع ہرگز نہ تھی۔ میں تو کہتا ہوں کہ ابھی خاموش رہو ـــ شاید.....

عباس:- نہیں، اب زیادہ دیر تک مجھ سے خاموش نہ رہا جائے گا۔ والد صاحب

کی بھی یہی رائے ہے کہ جاوید سے سب کچھ کہہ دیا جائے۔ اس کو اندھیرے میں رکھنا بہت بڑا ظلم ہے ـــــ میں نے اسی لئے تمہیں یہاں گوجرانوالہ آنے کی تکلیف دی ہے کہ تم واپس جا کر مجید کو ساری بات سمجھا دو۔ مجید کو میں نے یہاں بلوا لیا ہوتا مگر اس کو دفتر سے چھٹی نہیں مل سکتی۔ مجید، جاوید کو سمجھا دے گا۔ آدمی شریف ہے سن کر خاموش ہو جائے گا اور شور نہیں مچائے گا ـــــ اب تم خود ہی غور کرو کہ اس کے سوا اور چارہ ہی کیا ہے ـــــ یہ ہمارے نصیب ہیں کہ اس نے ہماری ناک کٹوائی۔

جمیل :۔ جو تم نے کہا ہے بس بڑے اچھے طریقے سے مجید کو سمجھا دوں گا ـــــ پر کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ ابھی ایک دو دن اور دیکھ لیا جائے۔

عباس :۔ کیا دیکھ لیا جائے ؟ ـــــ یہ دن دیکھنا تھا سو دیکھ لیا ـــــ نہیں جمیل یہ طے ہے کہ جاوید کو سب کچھ بتا دیا جائے۔

(نوکر کی آمد)

نوکر :۔ ایک صاحب تشریف لائے ہیں، آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

عباس :۔ کون ہیں ؟ ـــــ کہہ دو عباس گھر پر نہیں۔

نوکر :۔ بہت اچھا جناب ـــــ یہ کارڈ لے لیجئے گا ان کا۔

(تھوڑا وقفہ)

جمیل :۔ ارے بھئی ـــــ یہ اسلم ہے ..... نوکر کو جلد واپس بلاؤ۔

عباس :۔ گل خان ـــ گل خان ـــ کون اسلم ؟ ـــــ گل خان بات سنو۔

جمیل :۔ اسلم ـــ وہی اسلم جو لاہور میں ہمارے ساتھ پڑھتا تھا ـــــ بھئی واہ

اتنی جلدی بھول گئے ـــــ تمہاری اس کے ساتھ خط و کتابت بھی تو ہے۔

عباس :۔ گل خان ـــ جاؤ ان کو اندر لے آؤ ـــــ مگر جمیل یہ وہی اسلم ہے یا کوئی اور ہے ..... اور دیکھا اگر وہی ہے تو اس سے کوئی بات نہ کرنا۔ لیکن اگر اس نے پوچھا کہ شادی کب ہو رہی ہے تو میں کیا جواب دوں گا ؟ ..... میری جان کس قدر مصیبت میں پھنس گئی ہے ! ..... میں تم سے کیا کہوں جمیل، والدہ نے تو اپنا برا حال کر رکھا ہے ..... سمجھ میں نہیں آتا یہ ایکا ایکی کیا ہو گیا ....

جمیل :۔ لو وہ اسلم آ گیا ـــــ آؤ بھئی اسلم ..... کیسے آئے ؟

عباس :۔ آیئے، آیئے، تشریف لایئے، پر آپ نے اپنی آمد سے مطلع تو کر دیا ہوتا ..... یہاں ..... یہاں آپ کس کے ہاں ٹھیرے ہیں ..... یعنی کیا میرا گھر نہیں تھا ..... ابھی پرسوں ہی تو آپ کا خط مجھے ملا ہے، اس میں لکھ دیا ہوتا ..... تشریف رکھئے ..... ہاں ..... ہاں ..... تو میں کیا کہہ رہا تھا بات، دراصل یہ ہوئی اسلم صاحب کہ میں ..... کہ میں بہت پریشان رہا، یہی وجہ ہے کہ میں آپ کے خط کا جواب نہ دے سکا۔

اسلم :۔ کوئی حرج نہیں اور اپنی آمد کی اطلاع دینے کے متعلق یہ عرض ہے کہ مجھے معلوم نہیں تھا۔ میں اتنی جلدی ادھر آ نکلوں گا ..... قصہ یہ ہے کہ مجھے کل جاوید کا خط ملا تھا چنانچہ مجھے فوراً ہی ادھر کا رخ کرنا پڑا۔

عباس :۔ تو ..... تو ..... آپ کو معلوم ہے ؟

اسلم :۔ جی ہاں ..... اور میری عقل کام نہیں کرتی کہ اس نے یہ کیا حماقت کی ؟

جمیل :۔ دیکھو اسلم اب جو کچھ ہونا تھا ہو چکا ..... خدا کے لئے یہ بات اب پھیلنے نہ

پائے ـــ تم جانتے ہو اس میں ایک بڑے خاندان کی عزت کا سوال ہے ـــ
اور عباس ہمارا دوست ہے ـــ لیکن تم یہ بتاؤ کہ جاوید نے اپنے خط میں تمہیں کیا
لکھا ہے ـــ اس نے اس افسوسناک واقعہ کو کس رنگ میں دیکھا ہے ـ

اسلم :ـ میں کچھ سمجھ نہ سکا تم نے کیا کہا ہے ـــ جاوید اپنی حماقتوں کو ہمیشہ ہی سے ایک
عجیب و غریب رنگ میں دیکھتا رہا ہے جو کہ اس کی سب سے بڑی حماقت
ہے ـــ مگر اس واقعے نے تو میرے ہوش گم کر دیئے ہیں ـــ یہ بات کس
کے ذہن میں آسکتی تھی ـ

عباس :ـ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا ـــ جاوید صاحب نے کیا کیا ہے ـ

اسلم :ـ اس کا خط پڑھ لیجئے ـ (کاغذ کی کھڑکھڑاہٹ) ـــ جمیل میں تم سے
کیا کہوں، جاوید جیسا عجیب و غریب آدمی دنیا میں پھر کبھی پیدا نہ ہوگا ـــ

عباس :ـ (تلاکر) یہ ـــ یہ ـــ یہ ـــ یہ کیا کیا جاوید صاحب نے ؟ ـــ
ـــ یعنی ـــ یعنی ـــ اس کی ضرورت ہی کیا تھی ؟ ـــ اور ہم دس دن سے
اس کا کھوج لگا رہے ہیں ـــ کھانا پینا اور رات کی نیند ہم پر حرام رہی ہے ـــ
میں پوچھتا ہوں اس میں انہوں نے کیا مصلحت دیکھی ـ

اسلم :ـ یہی تو میں بھی سوچتا ہوں ـــ نکاح ہو چکا تھا، بیوی اس کی تھی، وہ جب چاہتا
اسے اپنے گھر لیجاتا مگر یہ اغوا کرنے کی ضرورت اسے کیوں محسوس ہوئی ـ رات
کو وہ اسے بھگا کر کہیں لے گیا ـــ اور جیسا کہ آپ کہتے ہیں آپ کو کچھ علم نہیں
خدا جانے آپ نے یہ دن کس طرح گذارے ہونگے اور وہ ـــ اور وہ ـــ اب میں اس کو کیا کہوں ـــ

عباس :ـ ٹیڑھی لکیر ـــ یہ دیکھئے نا خط پر ٹیڑھی لکیر کھنچی ہوئی ہے ـــ اس کا کیا مطلب ہے ـــ

جیب کترا

افراد

کانشی ـــــــــــــــــــ جیب کترا
بملا ـــــــــــــــــــ اسٹنانی جوان عورت
گردھاری ـــــــــــــــ کانشی کا ساتھی
پنڈت ـــــــــــــــ کالا چور (بلیک میلر)
تین چار فالتو آدمی

(ذیل کا مکالمہ شروع ہو تو اس کے عقب میں بازار کا صوتی منظر پیش کیا جائے
گاڑیوں ـ رکشاؤں ـ موٹروں اور راہ گذروں کا شور پیدا کیا جائے ـ ایسا
معلوم ہو کہ بڑی بھیڑ بھاڑ ہے ـ کھوے سے کھوا چھل رہا ہے)

ایک آدمی:۔ ارے بھئی اوپر کیوں چڑھے آتے ہو۔ سمجھائی نہیں دیتا کیا۔

دوسرا:۔ اماں کچھ ہوش کی دوا کرو۔

تیسرا:۔ ارے بھائی کیوں دھکّے دیتے ہو۔ کچھ اس عورت کا تو لحاظ کرو۔ بے چاری پس گئی ہے۔

چوتھا:۔ تھوڑی سی جگہ بنا دو۔

کانشی:۔ ہاں ذرا تم ہی ادھر ہٹ جاؤ۔ بھئی کیا ہٹے ہو۔ بیچاری کا بٹوہ ہی.....
(عورت سے) ٹھیریئے میں اٹھا دیتا ہوں۔ یہ لیجئے۔

بملا:۔ (گھبراہٹ کے ساتھ) شکریہ۔

پہلا:۔ اب یہ ہو کیا رہا ہے۔ راستہ صاف کیوں نہیں ہوتا؟

دوسرا:۔ کہتے ہیں آگے ایک چھکڑا الٹ گیا ہے۔

تیسرا:۔ اتنے چھوٹے بازاروں میں چھکڑے آخر چلنے کیوں دیئے جاتے ہیں؟

چوتھا:۔ یا تو بازار بڑے اور چوڑے کئے جائیں یا ان چھکڑوں کا سائز چھوٹا کیا جائے۔

(بازار کی آمد و رفت کا شور آہستہ آہستہ بند ہو جائے)

کانشی:۔ (قہقہہ لگاتے ہوئے) بازار اور چھکڑے بڑے کئے جائیں یا چھوٹے ہماری گاڑی تو چلتی ہی رہے گی۔ کیوں گردھاری؟

گردھاری:۔ ٹھیک ہے پر داد اس بات کی دو کہ کس صفائی سے اس لونڈیا کا بٹوہ نیچے گرایا۔

کانشی:۔ اور بندے نے کس پھرتی سے اس کا پیٹ چاک کیا۔

گردھاری:۔ بھئی کیا کہنے ہیں تمہارے۔ بس اب ذرا ان سبزوں کی بہار دکھلا دو۔

کانشی:۔ بڑے بے صبرے ہو۔ (وقفہ) اور اگر سبزے نہ ہوئے تو؟

گردھاری:۔ تو تم کانشی جیب کترے نہیں کسی دفتر کے منشی ہو۔

کانشی:۔ اماں ایسا کبھی ہو سکتا ہے کانشی کوئی آدمی نا کے اور اس کے پاس سے مال نہ نکلے۔ لو دیکھو۔ (کاغذوں کی کھڑکھڑاہٹ)۔ زیادہ نہیں ہیں۔ دو سو کے نوٹ ہوں گے۔ تو تم گنو۔ یہ کاغذ کیا ہے۔

گردھاری:۔ خط و ط ہوگا۔ نہیں لفافہ ہے۔ لو تم کھولو۔ لیکن میں تو کہتا ہوں۔ پانچ پیسے کا اسٹامپ لگا کر ڈاک میں ڈال دو۔ کیا یاد کرے گی۔

کانشی:۔ کھول کے پڑھ لوں تو کیا حرج ہے۔ (لفافہ کھولنے کی آواز).....

گردھاری:۔ یہ نوٹ تمہاری جیب میں پسینے سے گیلے ہوئے ہیں یا بٹوے ہی سے ایسے نکلے ہیں۔ بھئی مفلسی میں آٹا گیلا سنا تھا۔ نوٹوں کا گیلا ہونا نہیں سنا تھا۔

۔ پورے دو سو ہیں۔ میں نے کہا تم نے پہلے گن تو نہیں لئے تھے۔ ارے تم تو خط بڑی دلچسپی سے پڑھ رہے ہو۔ ہاں تو کیا لکھتی ہیں شریمتی جی۔ عشق و شق کا قصہ تو نہیں۔ میں جو تم سے کہتا ہوں یہ چشمہ پہننے والی عورتیں بڑی عشق باز ہوتی ہیں۔ ہماری گلی میں ایک چشمہ لگانے والی عورت تھی۔ شکل و صورت سے بڑی خاموش اور سوچ بچار کرنے والی دکھائی دیتی تھی۔ لیکن بھئی کچھ ہمیں بھی بتاؤ کیا لکھا ہے۔

کانشی:۔ گردھاری بہت برا ہوا ہے۔

گردھاری :۔ اچھا کب ہوا ہے ؟

کانشی :۔ (سوچتے ہوئے) میں کہتا ہوں بہت برا ہوا ہے ـــــ لو تم خود پڑھ لو۔

(کاغذ کی کھڑکھڑاہٹ)

گردھاری :۔ یہ آج تمہیں مذاق کیا سوجھا ہے ـــــ اچھی طرح جانتے ہو کہ میں پڑھ نہیں سکتا ـــــ اگر پڑھا لکھا ہوتا تو آج کیا جیبیں کاٹتا۔

کانشی :۔ کیا کرتے ؟

گردھاری :۔ سر کاٹتا (ہنستا ہے)۔۔۔۔ لو اب بتاؤ کیا لکھا ہے اس خط میں۔

کانشی :۔ یہ نوٹ بھی میرے حوالے کرو ـــــ میں انہیں واپس کرنا چاہتا ہوں۔

گردھاری :۔ کیا کرنا چاہتے ہو ـــــ کہیں بہک تو نہیں گئے۔

کانشی :۔ اس کو ان روپوں کی بہت زیادہ ضرورت ہے ـــــ ہمارا کام ان کے بغیر بھی چل سکتا ہے مگر اس پر تو مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا۔

گردھاری :۔ ذرا خط پھر دکھانا مجھے ـــــ گیتا کا کوئی اشلوک تو نہیں لکھ دیا اس نے ـــــ بھئی عجب بہروپیے ہو۔

کانشی :۔ اب وہ کہیں مل جائے ـــــ کہاں جاؤں ـــــ کدھر جاؤں ـــــ کچھ سمجھ میں نہیں آتا ـــــ میں نے بہت برا کیا ہے گردھاری ـــــ اس کو روپوں کی سخت ضرورت تھی میرا پیشہ بہت برا ہے ۔ یہ میرا دل برا نہیں مجھے صدمہ ہوا ہے ـــــ بھگوان جانتا ہے مجھے بہت دکھ ہوا ہے ـــــ وہ عورت دکھی ہے ـــــ تم نہیں جانتے وہ کتنی دکھی ہے ـــــ میں ـــــ میں بڑا اتیاچاری ہوں ـــــ اب میں کیا کروں ـــــ

گردھاری :۔ یہ نوٹ میرے حوالے کرو اور چپٹا باتھ میں لے کر سادھو بن جاؤ۔

کانشی :۔ نہیں ـــــ نہیں گردھاری ـــــ میں یک بیک بدل نہیں کیا ـــــ میں صرف اس عورت کے روپے واپس کرنا چاہتا ہوں ـــــ اس لیے کہ وہ بے حد دکھی ہے ـــــ اگر نوٹوں کے ساتھ یہ خط نہ ہوتا تو ـــــ تو ـــــ میں جاتا ہوں اس کی تلاش میں۔

نوٹ :۔ میں جاتا ہوں اس کی تلاش میں کہنے کے ساتھ ہی بازار کی آمد و رفت کا شور شروع ہو جائے ـــــ یہ شور اس طور پر شروع کیا جائے کہ پہلے مدھم ہو پھر آہستہ آہستہ تیز ہو جائے ـــــ اس سے ڈرامے کے مصنف کا یہ مطلب ہے کہ آوازوں اور موسیقی کے ذریعے سے کانشی کی جستجو ظاہر کی جائے جوں جوں وقت گذرتا جائے۔ جستجو کی شدت بڑھتی جائے۔ یہ بات بولوں سے بھی کی جا سکتی ہے کہ پہلے ٹکڑے میں صرف آدمیوں کی آمد و رفت کا صوتی منظر پیش کیا جائے۔ پھر اس منظر کو دوسرے ٹکڑے میں تحلیل کیا جائے جس میں لوگوں کی آمد و رفت اور رکشاؤں کے چلنے کی آواز بھی شامل ہو۔ تیسرے ٹکڑے میں لوگوں کی آمد و رفت اور رکشاؤں کی آواز کے علاوہ موٹروں کی آواز بھی ہو۔۔۔۔ چوتھے ٹکڑے میں حسب حال اور ضرورت کے مطابق موسیقی بھی شامل کی جائے آخری ٹکڑے کو آہستہ آہستہ ہی ان کی کھلنا ہٹ میں تحلیل کیا جائے۔ یہ گنگناہٹ پہلے مدھم ہو پھر آہستہ آہستہ ابھر آئے۔ اس گنگناہٹ پر پتھریلے فرش پر تھکے ہوئے قدموں کی آواز سیرا سوزی جائے قدموں کی یہ آواز چند لمحات تک جاری رہے۔ پھر بند ہو جائے۔ ایک لمحے تک سمندر یا دریا کی گنگناہٹ پیش منظر میں آجائے۔ ایک لہر کی آواز آئے اور کوئی موٹی اور گھناؤنی آواز میں کہے "تم بڑے ظالم ہو"۔ ایک اور لہر آئے اور وہی آواز آئے۔ تم اسے تلاش نہیں کر سکتے

ایک اور لہر آئے۔ جب اس نے بٹوہ خالی پایا ہوگا تو اس کی کیا حالت ہوئی ہوگی؟ ایک اور لہر آئے۔ تم راکھشس ہو ـــــ تم نے ایک بیکس عورت کو بہت دکھ پہنچایا ہے۔"
ایک دم لہروں کے شور اور موسیقی کے سروں کے الجھاؤ سے ایک تیز چکر سا بن جائے۔

کانشی:۔ (مضطرب ہوکر) ل... ل... لیکن اس میں میرا کیا قصور ہے ـــــ
م ـــــ مجھے کیا معلوم تھا کہ.....
(لہریں گنگناتی ہیں)
کانشی:۔ (غمگین آواز سے متاثر ہوکر)..... میں بڑا ظالم ہوں ـــــ میں
راکھشس ہوں۔ میں نے ایک بیکس عورت کو بہت دکھ پہنچایا ہے ـــــ
(وقفہ) اس کو ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے میں تھک گیا ہوں ـــــ جانے اس
وقت کہاں ہوگی۔
(ایک دم پانی میں کسی کے گرنے کی آواز آتی ہے ـــــ پانی میں ہاتھ
پاؤں مارنے کی آواز)۔
کانشی:۔ (گھبرا کر) کون گرا ـــــ (پانی میں ہاتھ پاؤں مارنے کی آواز).....
(پتھریلے فرش پر اضطراب کے ساتھ ادھر ادھر دوڑتا ہے ـــــ پھر پانی میں کود
جاتا ہے ـــــ کودنے کی آواز ـــــ چند لمحات تک پانی میں کشمکش جاری
رہتی ہے ـــــ حلق میں پانی جانے کی غرغراہٹ بھی سنائی دے۔ پھر کچھ دیر
کے لئے خاموشی طاری ہوجائے۔ مگر عقب میں لہروں کی گنگناہٹ بدستور
جاری رہے)۔

کملا:۔ (ماندہ آواز میں)..... تم نے مجھے کیوں بچایا ـــــ مجھے ڈوبنے دیا ہوتا۔
کانشی:۔ شکر ہے تم بچ گئیں (پھولے ہوئے سانس کے ساتھ) مگر تم نے پانی میں چھلانگ
کیوں لگائی..... تم..... (حیرت سے) ت..... ت..... تم تو بڑی
عورت ہو ـــــ (خوش ہوکر) میں نے تمہیں پالیا ـــــ میں نے
آخر تمہیں پالیا ـــــ یہ لو اپنے روپے ـــــ (نوٹوں کی کھڑکھڑاہٹ)
..... میں تمہیں صبح سے ڈھونڈھ رہا ہوں ـــــ آہ۔ اگر تم مجھے نہ
ملتیں تو بہت ممکن ہے میں نے بھی تمہاری طرح خودکشی کا ارادہ کرلیا ہوتا
ـــــ تم ـــــ تم ـــــ اب ٹھیک ہو نا؟ ـــــ چلو تمہیں کسی
ڈاکٹر کے پاس لے چلوں ـــــ!
کملا:۔ تم کون ہو؟
کانشی:۔ میں جیب کترا ہوں ـــــ تمہارے بٹوے سے یہ دو سو کے نوٹ
میں نے اڑائے تھے۔
کملا:۔ تم نے ـــــ تم نے میرے بٹوے سے نوٹ نکالے تھے؟ اب تمہیں کیا
ہوگیا ہے ـــــ تم مجھے ڈھونڈتے رہے ـــــ تم مجھے کیوں ڈھونڈھتے رہے
ـــــ تم نے یہ ہاتھ آیا ہوا مال مجھے کیوں واپس دینا چاہا؟
کانشی:۔ نوٹوں کے ساتھ ایک خط بھی تو تھا جو تم نے.....
کملا:۔ اوہ! ـــــ تو ـــــ تو وہ خط تم نے پڑھ لیا ـــــ (افسردگی کے ساتھ)
..... تم بھی میرے راز سے واقف ہوگئے ـــــ اب ایک کے بجائے
دو ہوگئے میں مر کیوں نہ گئی ـــــ (رونا شروع کردیتی ہے)

کانشی :- مجھے تمہارے راز سے کوئی واسطہ نہیں ـــــ خط پڑھ کر مجھے افسوس ہوا کہ میں نے ایک ایسی عورت کے روپے نکالے ہیں جو بے حد دکھی ہے ـــ تم نے یہ دو سو روپے کس مشکل سے جمع کئے ہوں گے ـــــ میں اب تم سے کیا کہوں مجھے کتنی ندامت ہے ـــ مجھے بہت دکھ ہوا ہے ـــــ میں ـــ میں مسفر مسیار ہوں ـــ لیکن اب میرا بوجھ کچھ ہلکا ہوگیا ہے کہ میں نے تمہیں پا لیا ہے ـــ بچا لیا ہے۔

بملا :- (روتے ہوئے) نہیں۔ میں سمجھتی ہوں جو کچھ میں نے کیا ٹھیک تھا۔ مجھے مرجانا چاہئے ـــ جو کر بھی تو یہ مری رہتی ہوں پھر اور جینے سے کیا فائدہ ـــ میں ڈرتی ہوں ـــ میں ڈرتی ہوں .....

کانشی :- کس سے .....

بملا :- میں ڈرتی ہوں کہ تم بھی میرے جیون پر کالے بھوت کی طرح چھا جاؤ گے تم بھی میرے راز کا سودا کرنا شروع کر دو گے ـــ تم جیبیں کترنا چھوڑ دو گے میرا دل کترنا شروع کر دو گے ..... تم جانتے ہو ـــ خط پڑھنے کے بعد تم کیا کچھ نہیں جانتے۔

کانشی :- دیوی میں جیب کترا ضرور ہوں ـــ لیکن انسان بھی ہوں مجھے تم سے پوری پوری ہمدردی ہے ـــ مجھے معاف کر دو ـــ (وقفہ) تم بڑی بہادر عورت ہو۔

بملا :- لیکن اس بات کو کتنے آدمی جانتے ہیں۔ کسے معلوم ہے کہ گرلز اسکول کی ایک استانی ـــ ایک کمزور اور نحیف عورت چار برس سے ایک راکھشس کا نیا خون پلا رہی ہے۔ اس جرم کی پاداش میں کہ اس نے محبت کی اور ماں بن گئی ـــ

محبت مٹ گئی لیکن اس کی تھکاوٹ باقی ہے ـــ بچی مرگئی مگر ممتا ابھی تک زندہ ہے ـــ یہ دو اشیاء ہیں جن کو وہ اپنے سینے سے لگائے کچھ دن جینا چاہتی تھی ـــ لیکن اس کی قیمت طلب کی گئی اس لئے کہ دنیا بیوپار پر چلتی ہے یہاں دکھ بھی مفت نہیں ملتے۔ روگ لگاؤ اور اس کے دام دو۔ اس دنیا کا اصول ہے ـــ عورت کی ایک کمزوری چو منزلہ مکان کے مقابلے میں زیادہ نفع بخش ہے ـــ یہ کسی بیوپاری مرد کے ہاتھ میں آجائے تو وہ اس سے ماہ بماہ کرایہ وصول کرتا رہتا ہے ـــ تم جانتے ہی ہو کہ میں۔

کانشی :- ..... میں جانتا ہوں ..... لیکن میں پوچھتا ہوں تم نے اپنی زندگی کو فواد نخواہ یہ روگ کیوں لگا رکھا ہے ـــ تم اس سے ڈرتی کیوں ہو ـــ تم نے کسی کی چوری نہیں کی ـــ ڈاکہ نہیں ڈالا ـــ تمہیں کس بات کا ڈر ہے ؟

بملا :- میں نے چوری نہیں کی ـــ میں نے ڈاکہ نہیں ڈالا ابھی تو میں ڈرتی ہوں ـــ تم دوسروں کی جیب کاٹتے ہو اور نہیں ڈرتے۔ میں اپنی جیب کٹوا لی ہوں اسی لئے ڈرتی ہوں ـــ

کانشی :- تم ـــ تم مجھے کوسے جا رہی ہو ـــ پرماتما کے لئے اب جانے دو ـــ میں تم سے سچ کہتا ہوں میں سب کو سب اچھا ہوں ـــ ایک صرف میری انگلیاں بری ہیں ـــ میں چاہتا ہوں کہ یہ بھی اچھی بن جائیں مگر .....

بملا :- تم نے کبھی ان کو اچھا بنانے کی کوشش نہیں کی ـــ کوشش کرو تو ہو سکتا ہے ـــ کیا تم سچ مچ اچھا بننا چاہتے ہو ؟

کانشی :- ہاں، بشرطیکہ.....

بملا :- میں تمہیں اچھا بناؤں گی ——— آج ہی سے میں تمہیں سدھارنے کا کام شروع کر دوں گی۔ مگر تم مجھ سے وعدہ کرو جو کچھ میں کہوں گی تم مان لو گے۔

کانشی :- میں وعدہ کرتا ہوں۔

(سمندر کی لہروں کی آواز عقب سے نکل کر پیش منظر میں آجائے اور چند لمحات کے بعد قید ہو جائے)

(فرش پر ٹہلنے کی آواز ——— کبھی قدم رک جائیں کبھی چلنا شروع کر دیں۔ ——— یہ سلسلہ چند لمحات تک جاری رہے ——— اس دوران میں ایک دو بار کانشی سیٹی بھی بجائے)

بملا :- (حیرت کے ساتھ) کانشی!

کانشی :- (گھبرا کر)..... کون ——— ؟

بملا :- یہ تم کیا کر رہے تھے؟

کانشی :- کچھ بھی نہیں (گھبراہٹ کے ساتھ) ک..... ک..... کچھ بھی نہیں۔

بملا :- میں سب کچھ دیکھ چکی ہوں پر میں پوچھتی ہوں کہ یہ حرکت کیا تھی؟

کانشی :- میں ——— میں نے کیا کیا ہے ——— سارا دن اس کمرے میں بیٹھا تمہاری دی ہوئی کتابیں پڑھتا رہا ہوں ——— میں نے ایک قدم باہر نہیں نکالا۔ ایک ——— ایک مہینے سے میں کہیں باہر نہیں گیا ——— تمہارے سوا

کسی آدمی کی شکل تک میں نے نہیں دیکھی ——— یہ ——— یہ کتابیں جو تم نے مجھے دی تھیں سب کی سب میں نے پڑھ ڈالی ہیں ——— اب بتاؤ میں کیا کروں؟

بملا :- جو کچھ میں نے پوچھا ہے اس کا پہلے جواب دو ——— تم ابھی ابھی کیا کر رہے تھے ——— تم نے اپنا کوٹ یہاں کھونٹی پر کیوں نہیں لٹکایا تھا؟

کانشی :- تم دیکھ تو چکی ہو۔

بملا :- تو یہ ٹھیک ہے کہ تم...

کانشی :- ہاں ٹھیک ہے ——— میں نے اپنے کوٹ کی جیب سے سگریٹ کی ڈبیا نکالی تھی اور پھر وہیں ڈال دی تھی ——— میں نے اسی طرح دو مرتبہ اپنا بٹوہ بھی نکالا تھا ——— مگر تم مجھے ایسی ملامت بھری نظروں سے کیوں دیکھ رہی ہو۔ یہ کوٹ میرا اپنا ہی تو ہے اور اس میں جو چیزیں پڑی ہیں وہ بھی تو میری ہیں۔ میں اپنی جیبوں میں سے اپنی ہی چیزیں نکال رہا تھا ——— اس میں کیا حرج ہے؟

بملا :- کانشی ——— تمہاری حالت قابلِ رحم ہے ——— تم اتنے بگڑ چکے ہو کہ تمہیں سدھارنا بہت ہی کٹھن کام ہے ——— میں تو ناامید ہو چلی ہوں۔

کانشی :- لیکن بملا کچھ غور تو کرو ——— یوں چٹکیوں میں تو ایسے کام نہیں ہو سکتے یہ بھی تو سوچو کہ میں کتنے برسوں سے جیبیں کاٹ رہا ہوں۔ ایک مہینے میں تم میری یہ عادت کیسے دور ہو سکتی ہو ——— میں تو کہتا ہوں۔ جتنی جلدی یہ عادت دور ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے پر یہ اذکار (تو آہستہ آہستہ ہی رہ پر آئیں گی ——— تم ناامید ہو جاؤ گی تو میرا کیا بنے گا ——— میں تو دھوبی کا کتا ہوں نہ گھر کا ——— نہ گھاٹ کا رہوں گا نہ گھر کا ——— پرماتما کے لئے مذاق نہ ہو ——— میں ضرور ایک دن

ان انگلیوں کو ٹھیک کر لوں گا۔

بملا :۔ تمہیں دراصل پرائے مال پر ہاتھ صاف کرنے کا چسکا پڑا ہوا ہے تم کبھی درست نہیں ہو سکتے ـــــ تم نے آج تک خود کما کر کھایا ہو تو تمہیں ان باتوں کا علم ہو ـ تم کیا جانو کہ محنت مشقت کیا بلا ہے ـــــ میری طرف دیکھو دن رات محنت کرتی ہوں ـــــ سو روپے مجھے ماہوار ملتے ہیں۔

کانشی :۔ جن میں سے پچاس ـــــ نہیں پچاس نہیں ستر دہ آدمی وصول کر لیتا ہے

بملا :۔ (فخر کے ساتھ) چاہیئے تو یہ تھا کہ مجھے ہر طرح کا آرام میسر ہوتا مگر ـــــ تم دیکھ چکے ہو ـــــ تم جانتے ہو کہ میں کتنی دکھی ہوں۔ ایک پل مجھے چین کا نہیں ملتا ـــــ میری مظلومیت کی انتہا یہ ہے کہ ایک نکما فونٹین پن بھی میں خرید نہیں سکتی حالانکہ دوسروں کے پاس اچھے اچھے قلم دیکھ کر روز میرا جی للچاتا ہے مگر مجبوری ہے ـــــ سینے پر پتھر رکھ کر میں کام کیے چلی جا رہی ہوں اس لئے کہ مجھے جینا ہے ـــــ ایک تم ہو کہ اپنی انگلیوں کو قابو میں نہیں لا سکتے ـــــ تمہارے پیش نظر تو پھر کوئی منزل ہے لیکن میں تو منزل کی تلاش میں بھٹک رہی ہوں تم بڑے بدقسمت ہو ـــــ

کانشی :۔ مجھے معاف کر دو ـــــ میں ـــــ میں اب ایسی حرکت نہیں کروں گا۔ میں اپنے دل سے وعدہ کرتا ہوں کہ پھر ایسی حرکت نہیں کروں گا ـــــ

بملا :۔ بہت اچھا ـــــ لیکن سن لو اگر پھر تم نے مجھے نامید کیا تو میں تمہیں بالکل چھوڑ دوں گی ـــــ تو اب میں جاتی ہوں اسکول کا وقت ہو گیا ہے۔

(جانے کی آواز ـــــ پھر دروازہ بند کرنے کی کھڑکھڑاہٹ)

(بازار کی آمد و رفت کا شور، گاڑیوں، موٹروں اور رکشاؤں کی ملی جلی آوازیں آوازوں کے اس پردے پر ذیل کا ٹکڑا سپر امپوز کیا جائے)

بملا :۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ مجھے ہر طرح کا آرام میسر ہوتا۔ مگر تم جانتے ہو کہ میں بہت دکھی ہوں ایک پل مجھے چین کا نہیں ملتا۔ میری مظلومیت کی انتہا یہ ہے کہ میں ایک نکما سا فونٹین پن بھی خرید نہیں سکتی حالانکہ دوسروں کے پاس اچھے اچھے قلم دیکھ کر روز میرا جی للچاتا ہے مگر مجبوری ہے ـــــ

(گاڑیوں وغیرہ کا شور)

بملا :۔ میری مظلومیت کی انتہا یہ ہے کہ میں ایک نکما سا فونٹین پن بھی نہیں خرید سکتی۔

(گاڑیوں وغیرہ کا شور)

بملا :۔ دوسروں کے پاس اچھے اچھے قلم دیکھ کر روز میرا جی للچاتا ہے۔

(گاڑیوں وغیرہ کا شور آہستہ آہستہ فیڈ ہو جائے)

بملا :۔ تو کل تم نے خوب بازاروں کی سیر کی ـــــ سارا دن گھومتے رہے۔

کانشی :۔ (ذہنی انتشار کے ساتھ) ہاں سارا دن گھومتا رہا۔

بملا :۔ آج موسم کتنا اچھا ہے ـــــ آسمان کا رنگ میری چوڑیوں کی طرح نکھرا ہوا ہے۔

کانشی :۔ ہاں چوڑیوں کا رنگ آسمان کی طرح نکھرا ہوا ہے۔

بملا :۔ یہ چوڑیاں تمہیں پسند ہیں ؟

کانشی :۔ جب دکان پر تھیں تو اتنی خوبصورت نہیں تھیں مگر اب تو ـــــ

بملا :۔ (ہنستی ہے) تم مجھے بناؤ نہیں ـــــ

کانشی :- آج تمہاری سالگرہ ہے نا.....

بملا :- ہے تو سہی ـــ لیکن.....

کانشی :- (ذہنی انتشار کے ساتھ) سالگرہیں اچھی ہوتی ہیں۔

بملا :- یہ تم کیا اوٹ پٹانگ باتیں کرتے ہو؟

کانشی :- (گھبرا کر) نہیں تو ـــ میں ..... میں دراصل کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔

ـــ (وقفہ) میں سوچتا ہوں۔ میں نے کئی مرتبہ سوچا ہے کہ اب دنیا میں میری حیثیت ایک فالتو آدمی کی سی ہو گئی ہے ـــ چھکڑے میں اگر پانچواں پہیہ لگا دیا جائے تو میری حالت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے ـــ لیکن نہیں ـــ ـــ میں ـــ میں ـــ اپنے آپ کو کارآمد بنا سکتا ہوں ـــ ایسا ہو سکتا ہے ـــ تم ہو ـــ یعنی تم مجھ پر اتنی مہربان ہو کیا کچھ نہیں ہو سکتا ہے ـــ میرا مطلب ہے کہ..... کچھ نہیں..... تم کتنی اچھی ہو بملا ـــ میرا جی چاہتا ہے تمہاری خدمت کروں ـــ خدمت ـــ خدمت ـــ ہاں میرا جی چاہتا ہے کہ تمہیں خوش کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کروں۔

بملا :- کانشی مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تم مجھ سے چھپا رہے ہو۔

کانشی :- (اور زیادہ گھبرا کر) ن ..... ن ..... نہیں تو۔

بملا :- دیکھو کانشی لڑائی ہو جائے گی۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔

(وقفہ)

بملا :- بولو۔ سوچ کیا رہے ہو۔

(وقفہ)

کانشی :- میں ـــ میں تمہارے لیے ایک تحفہ لایا ہوں ـــ قبول کرو گی۔

بملا :- پہلے مجھے تحفہ دکھاؤ۔

کانشی :- فونٹین پن ہے ـــ یاد ہے تم نے اس روز کہا تھا: میری مظلومیت کی یہ انتہا ہے کہ میں ایک نکما فونٹین پن نہیں خرید سکتی حالانکہ دوسروں کے پاس اچھے اچھے قلم دیکھ کر روز میرا جی للچاتا ہے ـــ میں کل بازار گیا تو یہ قلم تمہارے لئے.....

بملا :- دکھاؤ تو۔

کانشی :- یہ لو۔

بملا :- بہت اچھا ہے ـــ بڑھیا قلم ہے۔

کانشی :- تمہیں پسند آگیا؟

بملا :- کیوں نہیں..... (وقفہ) لیکن تم نے یہ لیا کہاں سے؟

کانشی :- لیا کہاں سے..... (حلق میں جیسے کچھ پھنس گیا ہے) لیا کہاں سے.....

بملا :- بولو کہاں سے لیا؟

کانشی :- (ندامت بھرے لہجے میں)..... ایک راہ چلتے آدمی کی جیب سے۔

بملا :- (قلم زمین پر پٹکنے کی آواز)..... کانشی ـــ تم ـــ تم ـــ کانشی تم نے مجھے کیا سمجھ رکھا ہے جو چوری کی یہ چیز تم نے مجھے تحفے کے طور پر دی ہے ـــ میں نے تم سے کیا پہلے ہی نہیں کہا تھا کہ تم کبھی درست نہیں ہو سکتے۔ چوری چکاری تمہارے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی ہے ـــ تم ـــ تم

بہت ہی ذلیل آدمی ہو۔

کانشی:۔ مگر..... مگر.....

بملا:۔ میں کچھ سننے کو تیار نہیں ـــــ تم بڑے ہی ذلیل آدمی ہو ـــــ کیا تم سمجھ رہے تھے کہ چوری کا یہ مال لے کر میں خوش ہو جاؤں گی ـــــ

کانشی:۔ مگر..... مگر..... بملا تم میری بات تو سن لو ـــــ میں قصوروار ہوں لیکن ـــــ لیکن.....

بملا:۔ لیکن لیکن کیا؟

کانشی:۔ تم ذرا سوچو تو ـــــ یعنی جو کچھ میرے دل میں ہے اس کا تو کھوج لگاؤ ـــــ میں نے ـــــ میں نے یہ قلم اس لئے نہیں اڑایا تھا کہ تم اسے لے کر خوش ہو جاؤ گی ـــــ اس روز جب تم نے کہا "میری مظلومیت کی انتہا یہ ہے کہ میں ایک نکما فونٹین پن بھی نہیں خرید سکتی" تو یقین مانو میری آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے ـــــ میں آج تک کبھی نہیں رویا مگر اس روز میں رو دیا ـــــ میں ـــــ میں ـــــ میں اب اپنے دل کا حال کیسے بیان کروں ـــــ میں جانتا ہوں میں نے غلطی کی ہے۔ میں نے تمہیں پھر ناامید کیا ہے۔ مگر میں کیا کروں۔ راہ چلتے ہوئے آدمی کی جیب میں جب میں نے یہ قلم دیکھا تو اپنے آپ میری انگلیوں میں حرکت پیدا ہوئی اور ـــــ اور قلم میرے پاس تھا مجھے بہت افسوس ہے ـــــ میں سخت نادم ہوں.....

بملا:۔ تم کبھی دوست نہیں ہو سکتے۔ جیبیں کترنے کی عادت پک کر تمہاری طبیعت بن گئی ہے.....

کانشی:۔ (وقفہ ـــــ غمگین آواز میں) تم ٹھیک کہتی ہو۔

بملا:۔ مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ باوجود پوری کوشش کے میں تمہیں درست نہ کر سکی ـــــ تم بہت زیادہ بگڑ چکے ہو۔

کانشی:۔ تمہارا کہنا بالکل ٹھیک ہے ـــــ لیکن اب میں کیا کروں۔

بملا:۔ جاؤ جوجی میں آئے کرو..... (بھرائی ہوئی آواز میں) لوگوں کی جیبیں کاٹو چوری کرو ـــــ ڈاکے ڈالو ـــــ تمہیں اس بات کی کیا خبر ہے کہ میں.....

..... میں..... (اور زیادہ رونا شروع کر دیتی ہے)

کانشی:۔ پرماتما کے لئے تم روؤ نہیں..... میں اچھا ہو جاؤں گا ـــــ میں اچھا بننے کی پوری کوشش کروں گا ـــــ میں جاتا ہوں ـــــ اپنے آپ کو درست کر لوں پھر تمہیں اپنا منہ دکھاؤں گا ـــــ اچھا تو پھر ملیں گے اگر.....

(آواز بھرا جاتی ہے).....

(بملا کی سسکیاں ـــــ آہستہ آہستہ ان کو فیڈ کر دیا جائے)

پنڈت:۔ میں اس معاملے پر زیادہ گفتگو نہیں کرنا چاہتا ـــــ بڑی سیدھی سی بات ہے کہ میں بیک مشت تم سے کچھ روپیہ لے کر تمہارے خط حوالے کر سکتا ہوں۔

بملا:۔ میرا راز آپ میرے ہی پاس بیچ رہے ہیں۔

پنڈت:۔ مجھے چھان بین پسند نہیں ـــــ تمہیں ان خطوں کی ضرورت ہے اور مجھے بیک مشت کچھ روپوں کی ـــــ کیا تمہیں یہ سودا قبول ہے ـــــ خط حاصل کرنے کے بعد تمہیں کسی بات کا کھٹکا نہیں رہے گا ـــــ یہ بات خاص طور پر

قابل غور ہے۔

بملا:۔ میں اچھی طرح غور کر چکی ہوں، پر میں سوچتی ہوں کہ اس میں بھی آپ کی کوئی نئی عیاری چھپی ہوئی ہے۔

پنڈت:۔ تمہارے شبہات بالکل غلط ہیں۔ میں ایک سودا کرنا چاہتا ہوں اگر تمہیں منظور ہو تو ٹھیک ہے ورنہ۔۔۔۔

بملا:۔ کتنے میں آپ فیصلہ کرنا چاہتے ہیں؟

پنڈت:۔ صرف پانچ سو روپوں میں۔

بملا:۔ یہ تو بہت ہوئے۔

پنڈت:۔ اس سے کم میں سودا نہیں ہو سکتا۔

بملا:۔ سارے خط آپ کے پاس اس وقت ہیں۔

پنڈت:۔ نہیں جب سودا پکا ہو جائے گا۔ میں لے آؤں گا۔

بملا:۔ تو۔۔۔۔ (وقفہ) ۔۔۔۔ تو آپ۔۔۔۔ تو آپ ایسا کیجئے۔۔۔۔ کیا آپ بوری بندر کے اسٹیشن پر مل سکتے ہیں ـــ یعنی کیا آپ میرا کل بوری بندر اسٹیشن پر ایک دو بجے کے درمیان انتظار کر سکتے ہیں؟

پنڈت:۔ یہ سب ہو جائے گا مگر سوال یہ ہے۔۔۔۔

بملا:۔ آپ کا سودا مجھے منظور ہے ـــ میں کل روپے لے آؤں گی۔ آپ سارے خط لے آئیے گا ـــ دیکھئے کوئی باقی نہ رکھئے گا ـــ اور ـــ اور ـــ میں ایک اور دو بجے کے درمیان بوری بندر اسٹیشن پر پہنچ جاؤں گی ـــ آپ خط ڈالنے والے بھیجنے کے پاس کھڑے رہئے گا ـــ میں سیدھی

وہیں آجاؤں گی ـــ تو یہ طے ہو گیا نا؟

پنڈت:۔ ہاں طے ہے ـــ میں وہاں مقررہ وقت پر پہنچ جاؤں گا ـــ تو اب میں جاتا ہوں ـــ کل شاید ہماری آخری ملاقات ہو گی۔

بملا:۔ پرماتما کرے ایسا ہی ہو ـــ تو آپ ایک اور دو بجے کے درمیان وہاں پہنچ جائیں گے؟

پنڈت: (ہنستے ہوئے) ہاں۔ ہاں پہنچ جاؤں گا۔۔۔۔

(ہنسی کی آواز آہستہ آہستہ دور ہوتی جائے پھر دروازہ بند کرنے کی آواز)

بملا:۔ (اضطراب کے ساتھ)۔۔۔۔ اب مجھے کانشی کو تلاش کرنا ہے ـــ وہ مل گیا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔

(بازار کی آمد و رفت کی آوازوں پر ذیل کے مکالمے سپرامپوز کئے جائیں)

بملا:۔ کانشی کہاں ہے؟

گردھاری:۔ تین چار روز سے ملاقات نہیں ہوئی۔ گھر ہو گا۔

(جھانجھ)

بملا:۔ آپ کو پتا ہے کانشی کہاں ہے۔

الف:۔ جی نہیں۔

(جھانجھ)

بملا:۔ کانشی کہاں ہے؟

ب:۔ ہسپتال میں ہے۔

بملا:۔ ہسپتال میں؟

ب :- کسی نے مجھے بتایا تھا کہ وہ تین چار روز سے ہسپتال میں ہے۔ نہیں تین چار روز نہیں دس پندرہ روز سے کیونکہ اس نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ بس اب وہ ہسپتال سے آنے ہی والا ہے۔

(جھانجھ)

بملا :- کانشی۔

کانشی :- بملا۔

(وقفہ)

کانشی :- تم یہاں کیسے چلی آئیں؟

بملا :- تم مجھے یہ بتاؤ اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟

کانشی :- بالکل تندرست ہوں ـــــ مجھے ہوا کیا تھا ـــــ ایسے ہی ـــــ

بملا :- تم بالکل ٹھیک ہو نا؟

کانشی :- ہاں ہاں۔

بملا :- (آہستہ) مجھے تم سے ایک ضروری کام ہے ـــــ تم چل پھر سکتے ہو نا؟ ـــــ تمہیں یہاں سے جانے کی اجازت مل جائے گی نا؟

کانشی :- ہاں ہاں ـــــ کیوں نہیں ـــــ کہو تو ابھی تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں ـــــ بتاؤ کیا کام ہے ـــــ؟

بملا :- (آہستہ) میں بتاتی ہوں ـــــ دیکھو کل ایک اور دو بجے کے درمیان بوری بندر اسٹیشن پر ایک آدمی آئے گا۔ میں تمہیں اس کا حلیہ بتا دوں گی۔

کانشی :- بہت اچھا۔

بملا :- اس آدمی کی کسی جیب میں خطوں کا ایک پلندہ ہوگا۔ (وقفہ) ـــــ تم اسے اڑا لینا ـــــ

(وقفہ)

بملا :- وہ خط مجھے مل جائیں تو ـــــ تم اڑا لو گے نا یہ خط میرے لئے۔

(وقفہ)

بملا :- چپ کیوں ہو گئے۔ بولتے کیوں نہیں۔

کانشی :- (غمگین آواز میں) بملا ـــــ میں اچھا بن چکا ہوں ـــــ میں ـــــ میں اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کٹوا چکا ہوں ـــــ یہ دیکھو ـــــ

(بملا زور سے چیختی ہے ـــــ فیڈ آؤٹ)

سب سے ضروری چیزیں بادام روغن اور کدو کا تیل ہیں ـــــ آپ یہ دونوں تیل منگوایئے اور ہر روز سر میں لگایئے۔ آپ کے دماغ کی یہ ساری خشکی یوں چٹکیوں میں دور ہو جائے گی۔

مسعود:۔ خالد ـــــ خدا کے لئے مذاق نہ کرو۔

خالد:۔ تو کیا کروں ـــــ یہاں تمہارے پاس میں آیا کس لئے ہوں۔ ٹائپ کرنے کے لئے ایسے اوٹ پٹانگ مضمون لکھنے کے لئے؟

مسعود:۔ یہ کام بہت ضروری ہے۔

خالد:۔ بالکل غلط ـــــ سب سے ضروری چیزیں جنگ میں لوہا اور فولاد ہیں اور اس وقت سب سے ضروری چیزیں عید کارڈ اور تحفے تحائف ہیں ـــــ مسعود اب خدا کے لئے اس ٹائپ رائٹر کو بند کرو ـــــ کل عید ہے اور مجھے سینکڑوں چیزیں خریدنا ہیں۔ چلو آؤ۔ باہر چلیں۔

مسعود:۔ باہر جا کے کیا کریں گے۔

خالد:۔ بھئی عجب اوندھی کھوپڑی کے انسان ہو ـــــ باہر جائیں گے۔ ذرا سیر کریں گے چہل پہل دیکھیں گے اور کچھ خرید و فروخت بھی کریں گے ـــــ چلو اٹھو ـــــ مجھے اپنے دوستوں کو عید کارڈ بھیجنا ہیں۔ کچھ بھیج چکا ہوں لیکن ابھی کچھ باقی رہ گئے ـــــ اور ہاں۔ میں تم سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔

مسعود:۔ پوچھو۔

خالد:۔ تم جانتے ہی ہو کہ میرٹھ میں میری بات پکی ہو چکی ہے ـــــ میں ایک شرارت کرنا چاہتا ہوں۔

مسعود:۔ کس قسم کی شرارت۔

خالد:۔ میں اس کو ایک عید کارڈ بھیجنا چاہتا ہوں ـــــ یعنی اس میں حرج ہی کیا ہے ـــــ میں اب کوئی لغیر تھوڑے ہی ہوں ـــــ کیا خیال ہے تمہارا؟ ـــــ میں سمجھتا ہوں اچھی دل لگی رہے گی۔

مسعود:۔ عید کارڈ ـــــ آخر تم لوگوں نے کاغذ کے ان ٹکڑوں کو اتنی اہمیت کیوں دے رکھی ہے ـــــ عید کارڈ کے بجائے کچھ اور بھیج دو۔

خالد:۔ خدا کی قسم اب تم میں قطعاً شفریت نہیں رہی ـــــ عید کارڈ میں ایک خاص بات ہے بھئی ـــــ لوگوں کا سر تو نہیں پھر گیا جو عید پر عید کارڈ بھیجنا پسند کرتے ہیں ـــــ عید کارڈ بڑی خوبصورت چیز ہے ـــــ اس سے آدمی کے مذاق کا پتا بھی چل جاتا ہے۔

مسعود:۔ خالد سچ پوچھو تو میں نے کبھی ان باتوں پر غور ہی نہیں کیا اور جب غور کیا ہے تو مجھے ان میں کوئی دلچسپی نظر نہیں آتی ـــــ عید کارڈ بھیجنے میں بچپنا سا ہے اور جو عید کارڈ وصول کرنے پر خوش ہوتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں وہ تو بالکل بچے ہیں ـــــ عید کارڈ کھلونے ہی تو ہیں ـــــ کھلونے نہ کہو مصنوعی پھول کہہ لو ـــــ آدمی جب دیکھتا ہے کہ وہ اپنی دعائیں یا اپنے دوسرے نازک جذبات دور رہنے والے عزیزوں تک زبانی نہیں پہنچا سکتا تو اس کی انگلیوں میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور وہ کاغذ کے ٹکڑے تراشنا شروع کر دیتا ہے ـــــ ان کاغذ کے تراشوں میں وہ اپنے جذبات کی تصویریں بناتا ہے ـــــ گونگی۔ اندھی اور لنگڑی ـــــ

خالد:۔ کچھ اور بھی کہنا چاہتے ہو؟

مسعود:۔ کہنے کو تو بہت کچھ کہا جا سکتا ہے مگر..... اچھا خالد تمہیں بتاؤ کہ ان تصویروں کا کیا مطلب ہوتا ہے جو عید کارڈوں پر بنی ہوتی ہیں ـــــ دو ہاتھ ہیں آپس میں ملے ہوئے ـــــ ریت کا ایک بہت بڑا ٹیلا ہے جس کے پیچھے چاند نکل رہا ہے۔ ٹیلے کے پاس ہی ٹیلے سے اونچا ایک اونٹ ہے جس پر کوئی بیٹھا ہے۔ قریب ہی کھجور کا درخت ہے ـــــ ایک ٹوکری ہے پھولوں کی اس پر موٹے حروف میں عید مبارک لکھا ہے ـــــ ایک ٹوکری ہے پھلوں سے بھری ہوئی۔ پاس ہی کھلا ہوا چاقو پڑا ہے ـــــ ایک فرنگی عورت ایک فرنگی مرد پاس پاس بیٹھے ہیں۔ ان کے اوپر ایک شعر چھپا ہے۔

سنتے ہیں کہ سامانِ عشرت لائی ہے عید
آپ گلے ملتے تو ہم بھی جانتے کہ آئی ہے عید

لاحول ولا.....

خالد:۔ تم مجھے بہکانا چاہتے ہو ـــــ اور کیا ـــــ یہ اپنی نرالی منطق کسی اور سے چھانٹنا۔ میں عید کارڈ ضرور خریدوں گا۔ اور تمہیں بھی ایک بھیجوں گا دوقتی نہیں تمہیں ہرگز نہیں بھیجوں گا کہ تم منہ دیکھتے ہی رہو۔ یہ تمہاری سزا ہے۔

مسعود:۔ (ہنستا ہے)۔

خالد:۔ میں چلا..... تم بڑے شوق سے ٹائپ کر سکتے ہو ـــــ جنگ میں دو چیزیں سب سے ضروری ہیں۔ لوہا اور فولاد..... (ہنستا ہنستا چلا جاتا ہے)

(دروازہ بند کرنے کی آواز)

مسعود:۔ (توقف کے بعد) جنگ میں لوہا اور فولاد بہت ضروری ہے اور زندگی میں

انسان کے لئے ماں باپ کا ہونا بھی اشد ضروری ہے ـــــ ماں باپ نہ ہو تو کوئی بھائی بہن ہی ہو ـــــ کوئی بھی نہ ہو تو کوئی اور ہی ہو ـــــ اکیلا ہونا بہت ہی تکلیف دہ ہے۔

(دستک کی آواز)

مسعود:۔ کون ہے؟

یاسمین:۔ (آواز دور سے آتی ہے) میں اندر آ سکتی ہوں؟

مسعود:۔ آؤ ـــــ آؤ ـــــ یاسمین چلی آؤ۔ دروازہ کھلا ہے۔

(دروازہ کھولنے کی آواز)

مسعود:۔ آجاؤ ـــــ اب آ بھی جاؤ۔

یاسمین:۔ میں آپ کے کام میں مخل تو نہیں ہوئی؟

مسعود:۔ بالکل نہیں۔

یاسمین:۔ مگر آپ کے ٹائپ رائٹر میں تو کاغذ چڑھا ہوا ہے ـــــ مجھے ان دو عید کارڈوں پر کچھ لکھوانا ہے؟

مسعود:۔ تو کیا ہوا۔ یہ کاغذ ابھی نکل جائے گا ـــــ لاؤ یہ عید کارڈ مجھے دو ـــــ (وقفہ) بولو کیا لکھوانا ہے؟

(ٹائپ رائٹر کی کھٹ کھٹ سے کاغذ آزاد کرتا ہے)

مسعود:۔ یہ عید کارڈ تو بڑا ـــــ بڑا رنگین ہے۔ کسے بھیجو گی؟

یاسمین:۔ بھائی جان کو۔ آج بھیجوں گی۔ کل مل جائے گا ـــــ اس پر ان کا پتہ لکھ دیجئے اور ـــــ اور یہاں کونے میں میرا نام ـــــ صرف یاسمین لکھئے گا۔

(ٹائپ میں کاغذ چڑھانے کی آواز)

مسعود:۔ بہت اچھا (ٹائپ کرنے کی آواز) یاسمین ——— (وقفہ) اچھا اب یہ بتا جو تم نے اس کاغذ پر لکھا ہے لفافے پر ٹائپ کر دوں۔

یاسمین:۔ جی ہاں۔

مسعود:۔ (ٹائپ کرتے ہوئے) مگر یاسمین تم نے ہاتھ سے کیوں نہیں لکھ لیا۔

یاسمین:۔ ٹائپ کیا ہو تو خوب صورت معلوم ہوتا ہے۔

مسعود:۔ ٹھیک ——— (کاغذ نکالتا ہے) لو یہ ایک تو ہو گیا۔ دیکھ لو ٹھیک ہے نا؟

یاسمین:۔ بالکل ٹھیک ہے ——— اب دوسرا بھی اسی طرح ٹائپ کر دیجئے۔ پتا کاغذ پر لکھا ہوا ہے۔

مسعود:۔ (کاغذ مشین پر چڑھاتا ہے) یہ عید کارڈ بھی خوب ہے (ٹائپ کرتا ہے) کتنے میں خریدا؟

یاسمین:۔ جی یہ تو چھ آنے کا ہے اور یہ جو میرے پاس ہے آٹھ آنے کا ہے۔ لفافے سمیت۔

مسعود:۔ (ٹائپ کرتے ہوئے) یہ کس کو بھیجو گی؟

یاسمین:۔ اپنی باجی جان کو۔

مسعود:۔ ٹھیک ——— مگر تم نے اپنی باجی جان کے لئے دو آنے کم کا عید کارڈ کیوں پسند کیا؟

یاسمین:۔ (ہنستی ہے) اس میں ایک بڑا راز ہے۔

مسعود:۔ (ٹائپ رائٹر کی گرفت سے کاغذ کو آزاد کرتا ہے) مجھے نہ بتاؤ گی؟

یاسمین:۔ جی نہیں ——— لیکن ٹھیریئے میں آپ سے ایک بات پوچھتی ہوں۔ اگر آپ کا ایک

بھائی ہوتا اور ایک بہن ہوتی تو آپ کس کو اچھا عید کارڈ بھیجتے؟

مسعود:۔ یہ تم نے بڑا ٹیڑھا سوال کیا ہے ——— نہ میرا کوئی بھائی ہے۔ نہ میری کوئی بہن ہے۔

یاسمین:۔ جھوٹ ——— یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

مسعود:۔ (ہنستا ہے) ہو کیوں نہیں سکتا ——— لو یہ اپنا عید کارڈ لو۔ دیکھ لو کوئی غلطی تو نہیں ہے۔

یاسمین:۔ (توقف کے بعد) جی نہیں ٹھیک ہے ——— شکریہ ——— بہت بہت شکریہ۔

مسعود:۔ ٹھیرو۔ ابھی جاؤ نہیں۔ میرے ایک سوال کا جواب دیکر جاؤ۔

یاسمین:۔ کہئے۔

مسعود:۔ تمہیں اپنے بھائی سے زیادہ محبت ہے یا بہن سے۔

یاسمین:۔ بھائی جان سے ——— اچھا اب میں چلی .....

(دروازہ کھولنے اور بند کرنے کی آواز)

مسعود:۔ (ہنستا ہے) ——— یہاں بھی وہ ضد قائم ہی رہتی ہے ——— (لمبا وقفہ) ..... (خیالات سے چونک کر) ..... لیکن میں کس سوچ میں پڑ گیا ہوں۔ کام کیوں نہیں کرتا (ٹائپ رائٹر پر کاغذ چڑھاتا ہے) ..... ہوں (ٹائپ کرتا ہے) اس کے بالمقابل برطانیہ میں فولاد کی پیداوار ۸۸۴۹۰۰ ٹن تھی اور سن انیس سو اڑتیس میں صرف ۱۰۲۴۰۰۰ عید کارڈ تھی ——— جب نازیوں ..... لاحول ولا ——— یہ میں نے کیا کر دیا ہے ——— (ہنستا ہے) سن انیس سو اڑتیس میں صرف ۱۰۲۴۰۰۰ عید کارڈ تھی ———

(ہنستا ہے) ـــــ یہ عید کارڈ اچھا میرے دماغ پر سوار ہوا ہے۔

(دروازہ کھلتا ہے)

خلیل:۔ آپ کے دماغ پر کیا سوار ہوا ہے۔ بہت تو عام طور پر آپ کے دماغ پر سوار رہتے ہیں۔ آج کوئی نئی چیز تو سوار نہیں ہو گئی ـــــ میں نے کہا مسعود صاحب آداب عرض کرتا ہوں۔

مسعود:۔ میں بھی تسلیم بجالاتا ہوں ـــــ تشریف رکھئے ـــــ کہئے کیسے آنا ہوا۔

خلیل:۔ آج ادھر عید کارڈ لینے آیا تھا سو تمہارے پاس بھی آگیا۔

مسعود:۔ عید کارڈ؟

خلیل:۔ جی ہاں۔ عید کارڈ ـــــ کیوں۔ آپ میری طرف یوں گھور گھور کے کیوں دیکھنے لگے؟

مسعود:۔ تو آپ عید کارڈ لینے آئے تھے۔

خلیل:۔ جی نہیں عید کارڈ لینے آیا تھا۔

مسعود:۔ (ہنستا ہے) میں سمجھا آپ عید کارڈ لینے آئے تھے۔

(دونوں خوب ہنستے ہیں)

خلیل:۔ اف توبہ ـــــ لو دیکھو ـــــ یہ عید کارڈ لایا ہوں۔

مسعود:۔ ارے ـــــ یہ تو بیشمار ہیں ـــــ اتنے کیا کرو گے؟

خلیل:۔ کیا کروں گا۔ بھیجوں گا ـــــ پندرہ تو رشتہ داروں میں بٹ جائیں گے دس دوستوں میں تقسیم ہو جائیں گے ـــــ ایک دو فالتو ہیں وہ بھی کہیں نہ کہیں چلے ہی جائیں گے۔

مسعود:۔ یہ بھی اچھا خاصا بیوپار ہے ـــــ تمہیں بھی تو ان تمام لوگوں کی طرف سے ایسے ہی رنگ برنگی عید کارڈ آئیں گے۔

خلیل:۔ آئیں نہ آئیں مجھے اس کا کوئی خیال نہیں ـــــ صرف ایک آدمی کا عید کارڈ آجائے تو سمجھو عید ہو گئی۔

مسعود:۔ کس کا؟

خلیل:۔ یہ نہ پوچھو ـــــ اتنا بتائے دیتا ہوں کہ وہ عید کے خوبصورت تصور سے بھی کہیں زیادہ خوبصورت ہے۔

مسعود:۔ خلیل ـــــ تم بھی محبت کرنے لگے۔

خلیل:۔ یہ ـــــ یہ ـــــ یہ کیسا سوال ہے۔

مسعود:۔ تو ہٹاؤ اسے۔ یہ بتاؤ کیا وہ واقعی بہت خوبصورت ہے۔

خلیل:۔ اگر اس کی خوبصورتی کے متعلق جھوٹ بولا جائے تو وہ اتنا خوبصورت نہیں ہوگا جتنا کہ اس کا ایک جلوہ حقیقت میں خوبصورت ہے ـــــ اس کی آنکھیں اس کی آنکھیں ـــــ ٹھیرو۔ میں تمہیں وہ عید کارڈ دکھاتا ہوں جو میں خاص اس کے لئے لایا ہوں ـــــ یہ دیکھو ـــــ لیکن تم ہاتھ نہیں لگاؤ اسے۔ دور سے دیکھو ـــــ اس کی آنکھیں اس جھیل کی طرح پراسرار ہیں ـــــ بالکل اسی طرح ـــــ نیلے نیلے اونگھتے ہوئے سایوں کا ایک جال سا ـــــ یہ دیکھو میں نے یہاں لکھ بھی دیا ہے۔ تم خود پڑھو۔

مسعود:۔ تیری ان پراسرار جھیلوں کے نام جن پر تیری پلکوں کے سائے ہمیشہ جھکے رہتے ہیں ـــــ خلیل بخدا تم اب شاعر ہو گئے ہو۔ یعنی اگر تم چاہو تو بے قافیہ

نظموں کا ایک دیوان بڑی آسانی کے ساتھ چھپوا سکتے ہو۔

خلیل:۔ مسعود ـــــ تم مذاق کرتے ہو مگر حقیقت ہے کہ اس لڑکی نے میری زندگی کو ردیف اور قافیے کی قید سے بالکل آزاد کر دیا ہے ـــــ محبت ـــــ محبت ـــــ تم کیا جانو کہ محبت اجتہاد کا دوسرا نام ہے ـــــ لاؤ یہ تمام عید کارڈ میرے حوالے کر دو۔

مسعود:۔ بس چلے۔

خلیل:۔ ہاں بھئی اب جاؤں گا۔ یہ سب عید کارڈ پوسٹ کرنے ہیں۔

مسعود:۔ لو یہ سنبھال لو ـــــ دو میں نے رکھ لئے ہیں۔

خلیل:۔ اور لے لو۔

مسعود:۔ نہیں دو کافی ہیں۔

خلیل:۔ کیا تم بھی کسی اچھی آنکھوں والی کو.....

مسعود:۔ (ہنستا ہے) ہاں..... کچھ ایسی ہی بات ہے۔

خلیل:۔ اچھا بھئی۔ خدا حافظ ـــــ انشاء اللہ کل ملاقات ہوگی۔

(دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز)

مسعود:۔ تو یہ بات ہے ـــــ (وقفہ) عید کارڈ بری چیز نہیں ـــــ یعنی جب دو مفت مل گئے ہیں تو کیا برا ہے۔ بھیج کیوں نہ دیں ـــــ (وقفہ) ایک تو اس کو بھیج دینا چاہئے ـــــ اماں اسی کو ـــــ اتنی جلدی نام بھی بھول گئے ـــــ اسی کو ـــــ اپنی ـــــ اپنی زہرہ کو ـــــ ہاں ہاں زہرہ ہی کو ـــــ (وقفہ) پیاری زہرہ کو ملے ـــــ از طرف ـــــ مسعود حسن

مگن ہال بلڈنگ سرکلر روڈ دہلی ـــــ چلئے ـــــ کیا یاد کرے گی.....

(میوزک کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا۔ اس کے بعد دوسرا منظر شروع ہو)

(دروازے پر دستک کی آواز)

مسعود:۔ (اندر سے بولتا ہے) کون ہے؟

ڈاکیہ:۔ حضور ڈاکیہ۔

مسعود:۔ (دروازہ کھول کر) اوہ تم ہو۔ کہو کوئی چٹھی وٹھی لائے۔

ڈاکیہ:۔ جی ہاں۔ خالی ہاتھ انعام لینے کے لئے کیسے آسکتا ہوں ـــــ یہ لیجئے ـــــ

مسعود:۔ (خوش ہو کر) تمہیں ڈبل انعام ملے گا ـــــ یہ عید کارڈ ہماری زہرہ نے بھیجا ہے ـــــ لو یہ ایک روپے کا نوٹ۔

ڈاکیہ:۔ شکریہ ـــــ ٹھہریئے مسعود صاحب آپ کی ایک اور چٹھی بھی ہے ـــــ میں نکالتا ہوں ـــــ یہ رہی ـــــ لفافے پر آپ نے کوئی اڈریس ہی نہیں لکھا ـــــ اندر آپ نے لکھا ہے۔ زہرہ کو ملے ـــــ نیچے اپنا پتا بھی لکھا ہے۔ لیکن..... لفافہ.....

مسعود:۔ (گھبرا کر) ہاں ہاں ـــــ وہ کچھ ایسا ہی ہوا ہے ـــــ لاؤ یہ مجھے دو ـــــ اچھا تو ـــــ ہاں ـــــ ٹھیک ہے (دروازہ بند کر دیتا ہے)

ڈاکیہ:۔ (ہنستا ہے)..... یہ بابو لوگ بھی عجیب ہوتے ہیں ـــــ لڑکا بھی آپ اور لڑکی بھی آپ..... (ہنستا ہے) ـــــ فیڈ آوٹ۔

اکیلی

افراد

سوشیلا..... (ایک نوجوان عورت جس کی آواز میں رت جگے کی خرخراہٹ ہو)
کشور..... (ایک دولتمند آدمی) ـــــ آواز میں بانکپن ہو)
موتی ..... (ایک جذباتی نوجوان)
چپیلا..... (ایک عام کنواری لڑکی)
مدن..... (کشور کا دوست)
قلی
اور چار پانچ اکسٹرا

(ریل گاڑی کے چلنے کی آواز ـــــ اس آواز پر ذیل کی عبارت سپرامپوز کی جائے)
تمہید:- زندگی کی گاڑی چلی جا رہی ہے ـــــ دندناتی ہوئی ـــــ

کسے معلوم ہے کہ اس کے بھاری بھرکم پہیوں کے نیچے کتنے پتھر پس جاتے ہیں۔ کتنی جاندار چیزیں اس کے سدا گھومنے والے چکر کی لپیٹ میں آجاتی ہیں۔
..... زندگی کی گاڑی یوں ہی چلتی رہے گی ـــــ دندناتی ہوئی ـــــ بچے گھٹیوں چلتے رہیں گے۔ جوان اونچی اونچی فضاؤں میں اڑتے اور گرتے رہیں گے ـــــ بڑھاپا روتا رہے گا۔ جوانی چلاتی رہے گی اور ـــــ
..... زندگی کی انتھک گاڑی چلتی رہے گی ـــــ دندناتی ہوئی۔ تدبیر تقدیر سے ٹکراتی رہے گی۔ امید اور یاس باہم دست و گریباں ہوتی رہیں گی ـــــ حسن اپنا دستر خوان بچھائے عشق کو دعوت دیتا رہے گا ـــــ اور..... زندگی کی گاڑی دندناتی رہے گی۔
ایک عورت اور ایک مرد۔ دو عورتیں اور ایک مرد۔ دو مرد اور ایک عورت یہ گردان ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گی۔ قصۂ آدم رنگین تر ہوتا جائے گا اور ـــــ زندگی کی آہنی گاڑی پیچ کھاتی ہوئی چلتی رہے گی۔

(گاڑی کی آواز چند لمحات تک جاری رہے گی ـــــ پھر اسی گاڑی کے ٹھیرنے کی آواز آئے۔ یاد رہے کہ رات کا وقت ہے ـــــ خوانچے والوں کی اداس اور تھکی ہوئی آواز کبھی کبھی سنائی دے۔ اس دوران میں انجن کی شائیں شائیں برابر آتی رہے۔ ذیل کا ٹکڑا ان آوازوں پر سپرامپوز کیا جائے۔
سوشیلا:- (گھبرائے ہوئے لہجے میں) ـــــ قلی ـــــ قلی ـــــ (زور سے) قلی۔

ایک آدمی :۔ کیوں بھئی کوئی قلی ہے ؟

سوشیلا :۔ موہن ـــــ موہن ـــــ موہن کہاں گیا ؟

وہی آدمی :۔ موہن ؟

سوشیلا :۔ کچھ نہیں ـــــ قلی ـــــ قلی ۔

قلی :۔ جی حضور ۔

سوشیلا :۔ (گھبراہٹ میں) یہ میرا سامان باہر نکالو ـــــ کون سا اسٹیشن ہے ۔

قلی :۔ یہ ایک سوٹ کیس اور بستر ہی کیا ہے یا کچھ اور بھی ہے ۔

سوشیلا :۔ (اپنے آپ سے) موہن کہاں گیا ؟ ـــــ یہ کون سا اسٹیشن ہے ـــــ ٹھیرو قلی ۔ اسباب ابھی نہ اتارو ـــــ ان کا بستر اور ٹرنک کہاں ہے ـــــ

قلی :۔ (اپنے دھیان میں) ایک آدمی پھیرے کا میم صاحب آپ سے جیادتی تھوڑے لونگا ۔

سوشیلا :۔ اسباب باہر نکال دیا ـــ لیکن ـــ لیکن ـــ یہ کون سا اسٹیشن ہے ۔ موہن کہاں ہے ـــــ میرے سوٹ کیس کا تالا کس نے کھولا ہے ۔

قلی :۔ ایسے ہی کھلا پڑا تھا ۔

(ٹرنک کھولنے کی آواز ـــــ پھر دبی دبی چیخ)

سوشیلا :۔ میرے زیور ـــــ میں لٹ گئی ۔

قلی :۔ کیا ہوا میم صاحب ۔

سوشیلا :۔ (پریشانی کے عالم میں) کچھ نہیں ـــــ تم جاؤ میرا اسباب یہیں پڑا رہنے دو ۔

(چند لمحات تک انجن کی شائیں شائیں ۔ پھر سیٹی کی آواز ۔ انجن کی چیخ پھر گاڑی

چلنے کی آواز ـــــ آہستہ آہستہ یہ آواز دھیمی ہوتی جائے)

کشور :۔ م ـــ م ـــ میں سمجھتا ہوں آپ کسی کا انتظار کر رہی ہیں ۔

سوشیلا :۔ (چونک کر) موہن تم (پھر فوراً ہی ناامید ہو کر) نہیں ! موہن کہاں ہے ؟

کشور :۔ (بڑے بانکے انداز میں) میں سمجھتا ہوں آپ کو کسی کا انتظار ہے ۔

سوشیلا :۔ (گھٹی گھٹی آواز میں) ..... جی نہیں ـــــ میں اکیلی ہوں ۔

کشور :۔ (مسکرا کر) ..... آپ اکیلی نہیں ہیں ـــــ قلی ان کا اسباب اٹھاؤ ۔

(دور سے گاڑی کی چیخ مدھم آواز آئے اور تھوڑی دیر تھرا کر ڈوب جائے)

(ناچنے کی آواز ـــــ سوشیلا توڑا لیتی ہے)

کشور :۔ بھئی سوشیلا خوب ناچتی ہو ـــــ ایسا معلوم ہوتا ہے ہوا میں سگرٹ کا دھواں پریشان ہو رہا ہے ـــــ آنکھوں کے سامنے خوبصورت اداؤں اور لچکیلے خیالوں کا ایک بھنور سا بن جاتا ہے ۔ ایک عجیب چکر میں آدمی پھنس جاتا ہے ۔ سمجھ میں نہیں آتا تم کہاں سے شروع ہوتی ہو اور کہاں ختم ہو جاتی ہو ۔

(ناچ بند ہو جاتا ہے ۔ زمین پر گھنگھروؤں کے ساتھ سوشیلا کے چلنے کی آواز آتی ہے)

سوشیلا :۔ ایک صرف آپ نے داد دی تو کیا ہوا ـــــ میں کچھ اور بھی چاہتی ہوں ـــــ

کشور :۔ کیا چاہتی ہو تم ـــــ تمہیں اور کس چیز کی ضرورت ہے ؟

سوشیلا :۔ یہ مکان ـــــ اس کے آٹھ بڑے بڑے سنسان کمروں ـــــ ایک چھوٹے سے باغ اور تین چار نوکروں کی جھکی ہوئی کمر کے آگے کیا اور کچھ بھی نہیں ـــــ میں چاہتی ہوں ـــــ میں چاہتی ہوں ـــــ جانے میں

کیا چاہتی ہوں۔

کشور:۔ (ہنس کر) کچھ چاہ کرنا چاہنا ہی عورت کی سب سے بڑی چاہ ہے ——— لیکن میں پوچھتا ہوں آجکل تم سوچتی کیا رہتی ہو۔

سوشیلا:۔ (مضطرب لہجے میں)۔۔۔ میں یہ سوچتی رہتی ہوں اس خالی خالی گھر میں میں ایک خوبصورت پتائی ہوں جس کو آپ اپنی مرضی کے مطابق سجاتے رہتے ہیں۔

کشور:۔ اس لئے کہ پتائی اور عورت میں کوئی زیادہ فرق نہیں ——— پتائی پر سے اگر کپڑا سرک جائے تو بڑے قیمتی پھولدان گر کر چکنا چور ہو جایا کرتے ہیں اور۔۔۔۔

سوشیلا:۔ بس ——— بس پرماتما کے لئے اس سے آگے نہ کہئے گا ——— کشور صاحب آپ عورت کو بالکل نہیں جانتے ——— وہ مرد عورت کو کیا جانے جسے پلیٹ فارم پر کھوئے ہوئے ٹکٹ کی طرح ایک عورت مل گئی ہو ——— میں جو کچھ چاہتی ہوں مجھے معلوم ہے۔ آج سے دو برس پہلے جب میں گھر سے بھاگ کر سونے اور چاندی کے چور موہن کے ساتھ ایک ریل گاڑی میں سوار ہوئی تھی اس وقت میرے دل میں جس بات کی چاہ تھی مجھے اب بھی یاد ہے ——— اور سچ پوچھئے تو وہی نامکمل چاہ وہی پیاسی خواہش میرے اندر تڑپ رہی ہے ——— وہ الفاظ جو میری زبان کی نوک پر اگر جم گئے تھے پگھل کر باہر نکلنے کے لئے بیتاب ہیں ——— میں اکیلی ہوں ——— کشور صاحب میں اکیلی ہوں ——— دو برس سے میں اس خوفناک طور پر سنسان مکان میں ان گھنگھروؤں کی اداس جھنجھناہٹیں سنا کی ہوں ——— میں کچھ اور بھی سننا چاہتی ہوں ——— دنیا میں گھنگھروؤں کی جھنجھناہٹ کے علاوہ اور بہت سی آوازیں موجود ہیں۔ میں سب کی سب سننا چاہتی ہوں ——— میں چاہتی

ہوں۔ میرے اردگرد ہجوم ہوں۔ میں ان ہجوموں کے اندر گھر جانا چاہتی ہوں ——— آوازوں کے سمندر میں ڈبکیاں لگانا چاہتی ہوں ——— میں بہت کچھ چاہتی ہوں۔

(ہجوم کا شور ——— ذیل کے ٹکڑے اس پر سپر امپوز کئے جائیں)

الف:۔ وار فنڈ کے سلسلے میں مس سوشیلا کا ناچ۔

ب:۔ مس سوشیلا پہلی مرتبہ اسٹیج پر۔

ج:۔ ٹاؤن ہال میں ایک شاندار اجتماع۔

د:۔ رائے بہادر لالہ کشور چند کی مساعی جمیلہ۔

(ہجوم کا شور بڑی تیزی سے رقص کے ایک ٹکڑے میں تحلیل کیا جائے)

(رقص پورے اور کسٹرا کے ساتھ ——— توڑے وغیرہ لئے جائیں۔ جب رقص ختم ہو جائے تو داد کے نعرے بلند ہوں۔ تالیاں پیٹی جائیں ——— آہستہ آہستہ یہ شور تحلیل ہو جائے)

سوشیلا:۔ (سخت گھبراہٹ میں ——— لہجہ لرزاں ہو جیسے جذبات سے بھرپور ہے)

۔۔۔۔ میں ——— میں ——— میں آپ لوگوں کی قدردانی ۔۔۔۔۔ میں آپ لوگوں کی قدردانی کا شکریہ ادا کرتی ہوں (حلق میں جیسے کچھ پھنس جاتا ہے)۔۔۔۔ میں پہلی مرتبہ اسٹیج پر آئی ہوں ——— اس لئے ——— اس لئے (ہنسنے کی کوشش کرتے ہوئے) کچھ گھبرا سی گئی ہوں ——— میں نے اتنا ہجوم پہلے کبھی نہیں دیکھا ——— میں ——— میں ایک (جلدی سے) بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔

(ہجوم کا شور اور تالیوں کی آواز)

نوٹ: - یہ شور آہستہ آہستہ تحلیل کر دیا جائے۔

کشور: - تم نے میری تالی کی آواز سنی تھی سوشیلا۔

سوشیلا: - (ہجوم کا اثر ابھی تک اس پر قائم ہے) نہیں ـــ میں نے کسی کی تالی کی آواز نہیں سنی ـــ مجھے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ تقدیر کے دو بڑے بڑے ہاتھ میرے کانوں کے پاس ایک نہ ختم ہونے والی تالی بجا رہے ہیں۔ ـــ اُف یہ آواز کتنی بھیانک تھی۔

کشور: - دو برس کی تنہائی ختم ہو چکی ـــ ان آٹھ سنسان کمروں نوکروں کی جھکی ہوئی کمر اور چھوٹے سے بغیچے کے آگے بہت کچھ پڑا ہے جس کی سیاحت تم نے اب شروع کر دی ہے ـــ گھبراؤ نہیں دنیا اتنی بڑی نہیں جتنی کہ تم سمجھے بیٹھی ہو ـــ (ہنس کر) اب کیا سوچ رہی ہو۔

سوشیلا: - یہ ـــ یہ سوچ رہی ہوں ـــ میں پوچھتی ہوں آپ مجھ سے محبت کیوں نہیں کرتے ـــ (جذباتی انداز میں) ... دو سال ہو گئے ہیں مجھے یہاں آئے ہوئے۔ آپ نے ایک بار مجھے محبت کی نظروں سے نہیں دیکھا ـــ میں عورت ہوں۔ ایک نامکمل عورت ہوں ـــ کرسی نہیں ہوں ـــ ایک بار بھی آپ نے محبت بھرا کلمہ منہ سے نہیں نکالا ـــ کیا میں خوبصورت نہیں کیا مجھ میں وہ خوبیاں نہیں ہیں جو مرد کے دل میں محبت پیدا کرتی ہیں ـــ مجھ میں کیا نقص ہے جو آپ نے مجھے ان نگاہوں سے دیکھنا گوارا نہیں کیا جو عورت کے ازلی نسوانیت بیدار کرتی ہیں۔ جو عورت کو بتاتی ہیں کہ وہ عورت ہے مٹی کی ڈھیری

نہیں ـــ دو برس تک میں سوچتی رہی ہوں۔ دو برس تک میں آپ کی نگاہوں میں محبت کی اداسی ڈھونڈھتی رہی ہوں مگر ... میں پوچھتی ہوں مجھے یہاں لانے سے آپ کا مطلب کیا تھا ـــ آپ نے کوئی ہاتھی خرید لیا ہوتا کوئی بندر پال لیا ہوتا ـــ کوئی مینا پنجرے میں ڈال لی ہوتی۔

کشور: - (مسکرا کر) آہستہ ـــ آہستہ (وقفہ) اب پوچھو کیا پوچھتی ہو۔

سوشیلا: - (تھک کر) میں کچھ پوچھنا نہیں چاہتی۔

کشور: - لو میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں ـــ میں نے ان دو برسوں میں ایک مرتبہ بھی تمہیں محبت بھری نظروں سے نہیں دیکھا۔ درست ہے ـــ اب تم یہ بتاؤ کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو ـــ مجھ سے محبت کر سکتی ہو۔

(چند لمحات خاموشی طاری رہے)

کشور: - بولو ـــ کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو ـــ کیا تم مجھ سے محبت کر سکتی ہو۔

سوشیلا: - (وقفہ) نہیں ـــ میں آپ سے محبت نہیں کرتی ـــ میں آپ سے محبت ـــ نہیں میں اس کے متعلق اس وقت وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔ لیکن میرا خیال ہے میں آپ سے کبھی محبت نہیں کر سکوں گی۔ اس لئے کہ آپ عورت سے کوسوں دور ہیں۔

کشور: - تم ٹھیک کہتی ہو ـــ میں عورت سے اتنا ہی دور ہوں جتنا کہ مریخ ہمارے اس کرۂ زمین سے دور ہے ـــ لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں ـــ تم غور کرو تو یہ سارا قصور اس دوری کا ہے ـــ میں ـــ تم جانتی ہو کہ

میں ایک دولتمند آدمی ہوں ـــــ چیزیں خریدنے کا عادی ـــــ میں نے صرف تمہارے منہ سے محبت محبت نہیں سنی۔ یہ لفظ میں اس سے پیشتر کئی مرتبہ سن چکا ہوں ـــــ میں چاہتا ہوں کہ اس سے مجھے دلچسپی پیدا ہو جائے مگر۔۔۔۔ افسوس یہ ہے کہ تم دولتمند نہیں ہو ـــــ تم میری باتوں کا مطلب کیسے سمجھو گی ـــــ محبت (ہنس کر) ـــــ یقیناً یہ کوئی دلچسپ چیز ہوگی مگر میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ یا تو کوئی چیز پسند کی جاتی ہے یا ناپسند ـــــ میں تمہیں پسند کرتا ہوں ـــــ اس کے باوجود تمہیں پسند کرتا ہوں کہ تم مجھ سے محبت نہیں کرتیں ـــــ میرا مطلب یہ ہے کہ مجھے پسند نہیں کرتیں۔

سوشیلا:۔ میں آپ کو پسند ضرور کرتی ہوں اس لئے نہیں کہ آپ مجھ سے محبت نہیں کرتے بلکہ اس لئے کہ آپ اچھے آدمی ہیں ـــ آپ اگر محبت کرنا بھی چاہیں تو نہ کر سکیں گے ـــــ اور میں ـــــ اور میں ـــــ ایسے نقطے پر پہنچ چکی ہوں جہاں ایک ایسا خطرناک موڑ آتا ہے کہ پچھلی زندگی کے تمام واقعات اوجھل ہو جاتے ہیں۔

کشور:۔ میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آتا (ہنس کر) سوشیلا تمہاری باتیں سمجھنے کے لئے مجھے ضرور کسی سے محبت کرنا پڑے گی ـــ اچھا بھلا یہ تو بتاؤ محبت کرنے کے لئے پہلے کیا کچھ کرنا پڑتا ہے ـــــ میرا مطلب ہے محبت میرے دل میں کس طریقے سے پیدا ہو سکتی ہے ـــــ کیا تم میرے اندر محبت پیدا کر سکتی ہو؟

سوشیلا:۔ (وقفہ) کشور صاحب آپ نے بڑی سخت غلطی کی جو مجھے سجا بنا کر اس دنیا میں لے گئے جو خواہشوں سے بھری ہوئی ہے ـــــ اکیلی اچھی تھی ـــــ اب مجھے ہجوم سے ڈر لگتا ہے ـــــ کشور صاحب میں تنہا رہنا چاہتی ہوں ـــــ مجھے ڈر ہے

ـــــ مجھے ڈر ہے ـــــ اگر میرے گونگے جذبات احساس کی شدت سے بول اٹھے تو میرے کان بہرے ہو جائیں گے ـــــ مجھے کوئی آواز سنائی نہ دے گی ـــــ آپ کی آواز بھی سنائی نہ دے گی۔

کشور:۔ (ہنستا ہے) تم دیوانی ہو ـــــ (ہنستا ہے)

(دھیمے دھیمے سروں میں وائلن بجائی جائے۔ ذیل کا مکالمہ جب تک جاری رہے اس کے عقب میں وائلن بجتی رہے)

موتی:۔ (سرگوشیوں میں) سوشیلا تم سچ مچ دیوانی ہو۔

سوشیلا:۔ نہیں تم نہیں سمجھتے موتی ـــــ تمہاری باتیں ایسی ہیں کہ میں بہک جاتی ہوں ـــــ

موتی:۔ تم کتنی سندر ہو۔

(سانسوں کی آواز)

موتی:۔ چاند کی روشنی میں تمہاری گردن دیکھتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے میرا ہی کوئی حسین خیال مجسم ہو گیا ہے ـــــ

(سانسوں کی آواز)

موتی:۔ تمہارے سانس میرے سانسوں میں گھل مل رہے ہیں ـــــ آج کی رات کتنی پراسرار ہے۔

(سوشیلا تیزی سے سانس لیتی ہے)

موتی:۔ تم اس رات اسٹیج پر رقص کر رہی تھیں اور میں ایک کونے میں بیٹھا تمہاری ہر لچک

کو اپنے دل میں جذب کر رہا تھا۔

سوشیلا:۔ (بے خود ہو کر، موتی کی آواز پہنچ جاتی ہے) موتی۔ آؤ ــــ یہاں سے بھاگ جائیں ــــ لیکن کہاں جائیں گے ــــ ٹھیرو ــــ چلو ایسی جگہ چلیں جو بڑی وسیع ہو ــــ لیکن جس کی وسعتیں اٹھا کر ہم جب چاہیں اپنے اندر چھپا سکیں۔

موتی:۔ چلو۔

سوشیلا:۔ چلو ــــ مجھے ایسی جگہ لے چلو جہاں میں ایک بار کھل کر ناچ سکوں ــــ جہاں میرے تخنے گھنگھروؤں کی تمام جھنجھناہٹیں نچوڑ دیں ــــ جہاں میں حرکت کی آخری حد کو پہنچ کر ساکت ہو جاؤں۔

موتی:۔ جہاں زندگی کے آغاز اور انجام کا کچھ پتا ہی نہ چلے۔

سوشیلا:۔ ہاں ایسی ہی جگہ ہو ــــ (وقفہ) موتی ــــ یہ دنیا بڑی سندر ہے۔

موتی:۔ آج رات کو دو بجے بالکنی کے نیچے میں تمہارا انتظار کروں گا ــــ آج ہی رات ہمیں یہاں سے بھاگ جانا چاہئے۔

سوشیلا:۔ دو بجے ــــ

(کلاک۔ دو بجاتا ہے۔ ٹن۔ ٹن ــــ آخری ٹن کی گونج تھوڑی دیر تک سنائی دے)

موتی:۔ (آواز دور سے آئے ــــ سرگوشی کی صورت میں) سوشیلا ــــ سوشیلا۔

(سوشیلا کے ٹہلنے کی آواز)

موتی:۔ سوشیلا ــــ سوشیلا۔

سوشیلا:۔ آگیا ــــ آگیا ــــ اب میں کیا کروں ــــ (وقفہ ... سرگوشیوں میں)

موتی ــــ موتی۔

موتی:۔ سوشیلا ــــ ہاں میں ہوں موتی ــــ آؤ ــــ جلدی نیچے چلی آؤ سب سامان تیار ہے۔

سوشیلا:۔ آہستہ بولو ــــ آہستہ بولو ــــ دیکھو باہر کا دروازہ بند ہے۔ اب میں کیسے نیچے آؤں ــــ بالکنی سے اتر آتی مگر میرے پاس کوئی رسّی بھی تو نہیں ــــ (دروازے پر دستک ہوتی ہے) ... یہ کون؟ ــــ تم پرے ہٹ جاؤ موتی ــــ

(وقفہ ــــ پھر دروازہ کھولنے کی آواز)

سوشیلا:۔ (سخت گھبرا کر) ... آپ ــــ کشور صاحب آپ؟

کشور:۔ (ہنس کر) ارے ــــ ابھی تک تم سوئی نہیں ــــ میں سمجھا ــــ کل تمہاری سالگرہ جو ہے ــــ اسی خوشی میں نیند تو نہیں آتی ہوگی ــــ نئے سال اور نئے قدم میں کوئی خاص فرق تو نہیں ہوتا ــــ

سوشیلا:۔ میں ــــ میں ــــ ہاں سالگرہ ــــ بیٹھئے ــــ میں ــــ میں۔

کشور:۔ تمہارے لئے آج میں نے ایک تحفہ خریدا تھا ــــ یہ لو ــــ ساڑھی ہے۔ امید ہے تم پسند کرو گی ــــ ٹھیرو۔ میں تمہیں کھول کر دکھاتا ہوں ــــ ساڑھیاں کھولنے کا یہ طریقہ مجھے کبھی نہ آئے گا ــــ دیکھو تو رسا بنا دیا ہے۔

سوشیلا:۔ رسا؟

کشور:۔ صبح تمہیں ایسے کئی تحفے ملیں گے ــــ میں چاہتا تھا کہ سالگرہ پر سب سے پہلا تحفہ تم میری طرف سے قبول کرو۔

سوشیلا:۔ ش ـــ ش ـــ شکریہ۔

کشور:۔ اچھا اب میں جاتا ہوں ـــ تم سو جاؤ اور اچھے اچھے خواب دیکھو ـــ یہ ساڑھی سنبھال لو ـــ مجھے امید ہے تم اسے پسند کرو گی (جمائی لیتا ہے) بھئی مجھے تو سخت نیند آ رہی ہے ـــ میں چلا۔

(وقفہ ـــ پھر دروازہ بند کرنے کی آواز)

(کپڑوں کی تیز سرسراہٹ)

سوشیلا:۔ (نیچے ہوئے لہجے میں)..... موتی..... موتی۔

موتی:۔ کیا ہے ـــ تم کہاں چلی گئی تھیں ـــ نیچے اترنے کے لئے کوئی سامان پیدا کیا؟

سوشیلا:۔ نہیں تو ـــ موتی اب میں ایک منٹ یہاں نہیں ٹھیرنا چاہتی ـــ ٹھیرو ایک چیز مل گئی ـــ میرے پاس ساڑھی ہے ـــ اس جنگلے سے باندھ کر نیچے اتر آؤں گی ـــ تم یہاں ٹھیرو ـــ

(وقفہ)۔

سوشیلا:۔ یہاں باندھ دیتی ہوں۔

موتی:۔ مضبوطی سے ـــ سنبھل کے ـــ سنبھل کے ـــ ابھی نہیں ـــ ابھی نہیں ـــ بس اب ٹھیک ہے ـــ کود جاؤ۔

(کودنے کی آواز)

سوشیلا:۔ (مرحلہ طے کرنے کے بعد) اُف ـــ اب چلو ـــ تمہاری موٹر کہاں ہے (وقفہ ـــ پھر موٹر چلنے کی آواز)

(کشور ہنستا ہے)

کشور:۔ چلی گئی ـــ اور ساڑھی بھی کام آ ہی گئی ـــ چلو بھئی اب سوتے ہیں۔ سخت نیند آ رہی ہے ـــ (جمائی لیتا ہے)

(ناچ کی گت شروع ہو ـــ پہلے بالکل دھیمی ہو پھر آہستہ آہستہ بہت تیز ہو جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ سوشیلا کے ناچنے کی آواز بھی آئے۔ پھر آہستہ آہستہ لے دھیمی ہو جائے اور موسیقی اور ناچ کی آواز عقب میں چلی جائے ـــ ذیل کا مکالمہ اس پر سپرامپوز کیا جائے)۔

موتی:۔ ایسا معلوم ہوتا ہے آسمان سے گھنگھروؤں کی بارش ہو رہی ہے ـــ کتنے سہانے دن ہیں اور کیسی پیاری راتیں ہیں۔

سوشیلا:۔ میں خوش ہوں ـــ میں بہت خوش ہوں ـــ ان کھلی کھلی فضاؤں میں ایسا معلوم ہوتا ہے میں پھیلتی جا رہی ہوں ـــ موتی میں یہ چاند اٹھا کر اپنے سر کے نیچے تکیہ بنا کر رکھ لوں۔

موتی:۔ میرے بازو پر سر رکھ کر سو جاؤ ـــ یہ چاند سے زیادہ آرام دہ ہوگا۔

سوشیلا:۔ میری نیندیں ـــ کہاں گئیں میری نیندیں؟

موتی:۔ سو جاؤ ـــ سو جاؤ.....

(دھیمے دھیمے سروں میں ایک دھن شروع ہو جس میں ذیل کا گیت موتی گائے)

گیت:۔ تاروں سے اپیلی پریاں چھم چھم کرتی آئیں
میٹھی میٹھی لوری دے کر من تیرا بہلائیں

مُوندی پلکوں پر آکاش کی خوشبوئیں برسائیں
بیتی باتیں ہلکے پھلکے سپنے سے بن جائیں

نیندیں سندرتا کا گہنا
سورگ ہے نیند نگر میں رہنا

کرنوں کی سیڑھی سے اتریں ٹم ٹم کرتے تارے
پو پھٹنے تک ہولے ہولے ناچیں ہر کے دوارے
من ساگر میں ڈوبی ناریں سپنے پیارے پیارے
چھٹ جائیں سب غم کے بادل کٹ جائیں دکھ سارے

سوشیلا اور موتی:۔

نیندیں سندرتا کا گہنا
سورگ ہے نیند نگر میں رہنا

سوشیلا:۔ (ایک دم) نہیں ـــ نہیں ـــ میں نہیں سونا چاہتی ـــ میں نہیں سو سکتی ـــ میں جاگتی رہوں گی۔

(ناچ کی گت شروع ہو ـــ رقص کا ایک تیز سا چکر شروع ہو ـــ چند لمحات کی تیز گردشوں کے بعد ایک دم ارکسٹرا بند ہو جائے اور ایسا معلوم ہو کہ بہت سے گھنگھرو فرش پر بکھر گئے ہیں ـــ اس کے بعد ایک دم خاموشی طاری ہو جائے)

موتی:۔ (گھبرائے ہوئے انداز میں) گھر سے تار آیا ہے کہ جلدی پہنچو ـــ مجھے ابھی ابھی جانا ہوگا ـــ تمہیں یہاں اکیلی چھوڑ کر میں جا رہا ہوں ـــ میں ـــ

(غم افزا موسیقی کا ٹکڑا ـــ ذیل کا مکالمہ اس پر سپرامپوز کیا جائے)

سوشیلا:۔ تشریف رکھئے ـــ میرا ہی نام سوشیلا ہے۔

چپلا:۔ تار میں نے بھیجا تھا ـــ اس لئے کہ میں تم سے اکیلے میں بات کرنا چاہتی تھی ـــ (جذبات کی شدت کے ساتھ) تم خوبصورت ہو۔

سوشیلا:۔ آپ کی نگاہیں خوبصورت ہیں ـــ بیٹھ جایئے۔ آپ تھکی تھکی معلوم ہوتی ہیں۔

چپلا:۔ میں اس گھر میں نہیں بیٹھوں گی جہاں دوسرے گھروں کو تباہ کرنے والی عورت رہتی ہے۔

سوشیلا:۔ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔

چپلا:۔ تو مجھے صاف لفظوں میں کہنا پڑے گا کہ میں اس آدمی کی منگیتر ہوں جس کو تم قریب قریب تباہ کر چکی ہو ـــ میری جرأت کی شاید تم داد نہ دے سکو۔ میں رسم و رواج کے تمام بندھن توڑ کر یہاں تمہارے پاس پہنچی ہوں ـــ مجھے میرا منگیتر واپس دے دو ـــ مجھے تم سے نفرت ہے۔ اس لئے کہ تم ڈسنے والی ناگن ہو ـــ مگر میں ـــ میں ـــ تم جانتی ہو تمہاری وجہ سے ایک صرف میں تباہی کے غار میں نہیں گروں گی۔ بلکہ وہ بھی برباد ہو جائے گا ـــ اس کا باپ اس کو عاق کرنے والا ہے۔

سوشیلا:۔ اس میں میرا قصور؟ ـــ میں اس کے باپ سے جائداد نہیں مانگتی۔ میں کسی سے کچھ بھی نہیں مانگتی ـــ اس کے ملنے کے بعد میں اور کس چیز کی خواہش کر سکتی ہوں۔

چپلا :۔ تم بہت خود غرض ہو۔

سوشیلا :۔ ہر آدمی خود غرض ہوتا ہے۔ کیا آپ نہیں ہیں ـــــ اچھا بھلا یہ تو بتلایئے کیا آپ کو موتی سے محبت ہے؟

چپلا :۔ (خاموش رہتی ہے)

سوشیلا :۔ کیا آپ کو موتی سے محبت ہے؟

چپلا :۔ یہ کیسا بے ڈھب سوال ہے ـــــ میں اس سے محبت کروں گی ـــــ مجھے اس سے محبت کرنی پڑے گی اس لئے کہ وہ میرا ہونے والا پتی ہے ـــــ وہ مجھے عزیز نہ ہوتا تو میں یہاں تمہارے پاس کیوں آتی۔

سوشیلا :۔ (ہنستی ہے۔ آپ کو بھی اس سے محبت پیدا ہوگی۔ مگر میں تو اس سے محبت کر رہی ہوں ـــــ کس کا حق اس پر زیادہ ہوا ـــــ آپ کا یا میرا؟

چپلا :۔ مجھے زیادہ باتیں بنانا نہیں آتیں ـــــ میں نے سچی سچی بات تم سے کہہ دی ہے ـــــ یہ مجھے معلوم ہی تھا کہ تم میرے جذبات کی قدر نہ کرو گی ـــــ سچ ہے ایک ناچنے گانے والی عورت.....

سوشیلا :۔ (بات کاٹ کر) یہ فرمایئے آپ چاہتی کیا ہیں؟

چپلا :۔ (رونا شروع کر دیتی ہے) ..... میں کچھ نہیں چاہتی ـــــ تم اپنی ہٹ سے باز نہ آؤ گی تو وہ تباہ ہو جائے گا ـــــ اور ـــــ اور ـــــ میں برباد ہو جاؤں گی۔

سوشیلا :۔ میرے متعلق بھی آپ نے کچھ سوچا۔

چپلا :۔ میں ـــــ میں تمہارے متعلق کیا سوچ سکتی ہوں ـــــ تم مجھ سے بہتر اپنے متعلق سوچ سکتی ہو ـــــ تم نے دنیا دیکھی ہے ـــــ میں نے تو آج پہلی مرتبہ گھر سے باہر

قدم نکالا ہے (روتی ہے)

سوشیلا :۔ روئیے نہیں ـــــ مجھے آپ سے ہمدردی ہے ـــــ جایئے میں نے آپ کا ہونے والا موتی آپ کو دے دیا ـــــ (غمگین ہنسی کے ساتھ) میں اس کو آپ کی اور اس کی اپنی بہتری کے لئے چھوڑتی ہوں۔ مگر میں اس کی محبت اپنے دل سے نہیں نکال سکوں گی ـــــ کاش ـــــ میں آپ کے لئے یہ بھی کر سکتی ـــــ میری دعا ہے کہ آپ اس سے محبت کر سکیں ـــــ موتی تو محبت کرنے میں ماہر ہے.....

(جھانجھ کی آواز)

کشور :۔ (جھنجھلا کر) یہ محبت محبت کی رٹ تم نے کیا لگا رکھی ہے ـــــ میں تم سے ہزار مرتبہ کہہ چکا ہوں سوشیلا سے مجھے محبت نہیں ہے ـــــ نہیں ہے نہیں ہے (وقفہ) مجھے اس کی غیر حاضری ضرور محسوس ہوتی ہے اس لیئے کہ میں انسان ہوں پتھر نہیں ہوں ـــــ اس کمرے میں جب اس کی بکھری ہوئی چیزیں دیکھتا ہوں تو مجھے اس کی یاد ضرور ستاتی ہے اس لیئے کہ دو ڈھائی برس تک میں اس دلچسپ عورت کو متواتر دیکھتا رہا ہوں ـــــ یہی وجہ ہے کہ آج میں نے اس کی تمام چیزیں آگ میں جھونک دینے کا ارادہ کر لیا ہے ـــــ آہستہ آہستہ اس کی یاد ضرور محو ہو جائے گی۔

مدن :۔ بھئی عجب انسان ہو ـــــ تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ محبت نہیں کرتے ہو اور کرتے بھی ہو ـــــ اب یہ تمہارا نیا فلسفہ سن رہا ہوں۔

لگاؤ آگ ان چیزوں کو ـــــ چلو ـــــ جھونکو ان کو انگیٹھی میں ـــــ کچھ دیر یہ بھی تماشا رہے ـــــ

کشور:۔ (چیزیں آگ میں پھینکنے کی آواز ـــــ یہ لو اور (آواز)

مدن:۔ اور یہ جناب نے مداریوں کی طرح سوشیلا کا ریشمی رومال اپنے کوٹ کی آستین میں کیوں چھپا لیا ہے ـــــ ؟

کشور:۔ (لاجواب ہو کر) کون ـــــ کون کہتا ہے ـــــ رومال ـــــ آستین ـــــ تم ـــــ تم جھوٹ کہتے ہو۔

مدن:۔ (ہنستا ہے) میں جھوٹ کہہ سکتا ہوں مگر تمہاری گھبراہٹ جھوٹ نہیں بولتی۔

کشور:۔ میں نے ـــــ میں نے اگر اس کا رومال اپنی آستین میں رکھ لیا ہے تو کیا برا کیا ہے ـــــ مجھے کیا اس کے ایک چھوٹے سے رومال پر بھی حق نہیں ـــــ یہ رومال میرا اپنا ہی تو ہے ـــــ (وقفہ) تم یہاں بیٹھو ـــــ میں ذرا باغ میں ہو آؤں ـــــ (وقفہ ..... پھر دروازہ کھلنے کی آواز)

کشور:۔ (ایک دم حیرت زدہ ہو کر) ـــــ سوشیلا ـــــ تم آگئیں ـــــ

سوشیلا:۔ (افسردگی آمیز متانت سے) ہاں آگئی ـــــ بے کھٹکے اندر چلی آئی ـــــ اس لئے کہ آپ مجھ سے محبت نہیں کرتے ـــــ مجھے صرف پسند کرتے ہیں ـــــ

کشور:۔ (پھر پہلی سی شان کے ساتھ) چھوڑو ان باتوں کو ـــــ مجھے معلوم تھا تم ضرور واپس آؤ گی ـــــ یہ دنیا بہت چھوٹی ہے سوشیلا ـــــ مدن دیکھا میں نے تم سے کیا کہا تھا ـــــ سوشیلا آگئی ـــــ سوشیلا تم کدھر دیکھ رہی ہو۔

تمہاری یہ چیزیں پرانی ہو گئی تھیں ـــــ میں نے انگیٹھی میں ڈال دیں ـــــ اب نئی خریدیں گے ـــــ مدن تم بیوقوفوں کی طرح میری طرف کیا دیکھ رہے ہو ـــــ (ناچ کی گت شروع ہو ..... سوشیلا اب پھر وہی دلچسپیاں رہیں گی۔

(رقص کا ٹکڑا) ـــــ ہجوم اور تالیوں کا شور ـــــ چند لمحات کے بعد یہ ختم ہو جائے)

سوشیلا:۔ فرمائیے ـــــ مجھ سے ملنے کی آپ نے کیوں تکلیف کی ؟

موتی:۔ (غصہ دبا کر) جیسے تم مجھے جانتی ہی نہیں ـــــ میں تمہارے لئے بالکل اجنبی ہوں ـــــ دیکھو سوشیلا ـــــ میں زیادہ گفتگو نہیں کرنا چاہتا ـــــ میں تم سے صرف ایک بات پوچھنے آیا ہوں۔

سوشیلا:۔ پوچھئے۔

موتی:۔ تم مجھے چھوڑ کر کیوں چلی آئیں ـــــ تم نے میری واپسی کا انتظار کیوں نہ کیا ؟

سوشیلا:۔ (رومالی تکلیف محسوس کرتے ہوئے) اس لئے کہ کشور تمہارے مقابلے میں کہیں دولت مند ہے ـــــ تمہارے پاس کچھ بھی نہیں تھا ـــــ تم اپنے باپ کے رحم و کرم پر تھے۔

موتی:۔ (حیرت زدہ ہو کر) تم ـــــ تم ـــــ تم میری ہتک کر رہی ہو ـــــ میں ـــــ میں ـــــ

سوشیلا:۔ اب آپ تشریف لے جائیے ـــــ میرے اور ملاقاتی بھی ہیں۔

(دروازہ کھلنے کی آواز)

کشور:۔ سوشیلا چہرے سے پینٹ وینٹ اتار لیا ـــــ یہ ـــــ یہ ـــــ

سوشیلا:۔ یہ مسٹر موتی لال ہیں ـــــ ہیں آپ کا تعارف کرانا بھول گئی مسٹر موتی کشور صاحب سے ملئے ـــــ کشور صاحب یہ مسٹر موتی ہیں۔ آپ نے اخباروں میں ان کے پتا کی ڈیتھ کی خبر پڑھی ہوگی۔

کشور:۔ دل کی حرکت بند ہوگئی تھی شاید۔

موتی:۔ (جھنجھلا کر) ـــــ میرا دل کافی مضبوط ہے کشور صاحب آپ مطمئن رہیں۔

سوشیلا ـــ یہی وہ صاحب ہیں جن کے پاس دولت کے انبار موجود ہیں ـــ آپ اچھے خاصے کارٹون معلوم ہوتے ہیں (وقفہ ـــــ پھر زور سے دروازہ بند کرنے کی آواز)

کشور:۔ (زور سے ہنستا ہے) ..... آدمی دلچسپ ہے۔

سوشیلا:۔ (افسردہ ہنسی) ہاں ـــ کچھ دلچسپ ہی ہے ـــــ چلئے ـــــ میں بہت تھک گئی ہوں۔

(دروازہ کھلنے کی آواز ـــــ وقفہ ـــــ پھر موٹر اسٹارٹ ہوتی ہے چلتی ہے ـــ فیڈ اپ)

موتی:۔ میرے پاس کافی روپیہ ہے ـــــ تم بے فکر رہو ـــ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کشور کی ساری بزنس تباہ ہو جائے ـــ جگہ جگہ اس کے مقابلے میں دفتر قائم کئے جائیں۔ کوشش کی جائے کہ مارکیٹ پر ہمارا قبضہ ہو جائے ـــــ سمجھے ـــ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ جوا ہے۔ لیکن میں اسے کھیل جانا چاہتا ہوں ـــ

یا میں تباہ ہو جاؤں گا یا اس کو تباہ کر دوں گا۔

ایک آدمی:۔ میں سمجھ گیا ـــــ آپ کے حکم کی تعمیل بہت جلد ہو جائے گی۔ میں نے اس کام کے لئے بہت سے ماہر اکٹھے کر لئے ہیں۔

موتی:۔ یہ سب اچانک حملے کی صورت میں ہو ـــــ اس طرح کہ وہ بوکھلا جائے ـــــ سمجھے ـــ بس چند دنوں ہی میں اس کمپنی کا خاتمہ ہو جانا چاہئے۔

(ہجوم کا شور جیسا کہ عام طور پر سٹہ کھیلنے والی جگہوں میں ہوتا ہے ـــ اس شور پر ذیل کے ٹکڑے سپرامپوز کئے جائیں)

الف:۔ بازار بڑا تیز ہو رہا ہے۔

ب:۔ یہ کون ہے جو دھڑا دھڑ شیئر خرید رہا ہے۔

ج:۔ اگر کچھ روز تیزی کا یہی حال رہا تو اندھیر مچ جائے گا۔

د:۔ یہ ہے کون جس نے مارکیٹ میں ہلڑ مچا دیا ہے۔

موتی:۔ (قہقہہ بلند کرتا ہے) خریدے جاؤ ـــ خریدے جاؤ۔

کشور:۔ خریدے جاؤ ـــ خریدے جاؤ ـــــ لیکن پتا لو کہ ہمارے مقابلے میں کون آدمی ہے۔

(وقفہ ـــــ شور برابر جاری ہے)

الف:۔ اب اس نے شیئر بیچنے شروع کر دیئے ہیں۔

ب:۔ بہت آہستہ آہستہ بیچ رہا ہے۔

(شور بند ہو جائے ـــــ اس کے بعد ٹیلی فون کی گھنٹی کی آواز)

سوشیلا:۔ آپ بیٹھئے ـــــ میں دیکھتی ہوں کون ہے (ٹیلیفون کی گھنٹی بجتی ہے)۔

(وقفہ ـــــ ٹیلی فون کا چونگا اٹھانے کی آواز) ہلو ـــــ ہلو ـــــ

ٹیلیفون کرنے والا:۔ (آواز ٹیلی فون میں سے آتی معلوم ہو) کشور صاحب ہیں۔

سوشیلا:۔ فرمائیے۔

ٹیلیفون کرنے والا:۔ (گھبرائی ہوئی آواز میں) دیکھئے ـــــ کشور صاحب اگر نہیں ہیں تو میرا یہ پیغام فوراً ان تک پہنچا دیجئے ـــــ اچھا طرح نوٹ کر لیجئے گا۔ ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ ان کے مقابلے میں آنے والا موتی ہے ـــــ موتی لال سیٹھ گوبند پرشاد جوہری کا لڑکا ـــــ اس نے اپنے نئے تھیٹر آہستہ آہستہ بیچنے شروع کر دیئے ہیں ـــــ کشور صاحب اگر چاہیں تو یہ موقع ہے کہ اسے چٹکیوں میں برباد کیا جا سکتا ہے ـــــ لیکن اگر ذرا سی غفلت ہو گئی تو یاد رہے کشور صاحب کو بہت بھاری نقصان اٹھانا پڑے گا ـــــ میں ان کے حکم کا منتظر ہوں گا ـــــ آپ جلدی ان کو میرا یہ پیغام سنا دیجئے۔

سوشیلا:۔ بہت بہتر ـــــ (ٹیلی فون کا چونگا رکھنے کی آواز)

(وقفہ)

کشور:۔ کون تھا۔

سوشیلا:۔ میری ایک سہیلی تھی ـــــ چائے کی دعوت دے رہی تھی ـــــ میں نے منظور نہیں کی اس لئے کہ آج میرا باہر گھومنے کو جی چاہتا ہے ـــــ چلئے ذرا باغ کی سیر کر آئیں۔

کشور:۔ چلو ـــــ مگر جلدی واپس آ جائیں گے اس لئے کہ مجھے بہت سے کام کرنے ہیں۔

(وقفہ ـــــ موٹر کی آواز ـــــ فیڈ اپ)

(ٹیلی فون کی گھنٹیوں کا شور ـــــ بے شمار گھنٹیاں بج رہی ہوں ـــــ ان آوازوں کے بیچ بیچ میں "ہلو ـــــ ہلو ـــــ ہلو کشور صاحب ـــــ ہلو ـــــ ہلو ـــــ" کی آواز آتی رہے)

(موٹر کے چلنے کی آواز ـــــ ذیل کا مکالمہ اس پر سپرامپوز کیا جائے)

سوشیلا:۔ جی چاہتا ہے آج یوں ہی موٹر چلتی رہے ـــــ درخت پیچھے بھاگتے چلے جا رہے ہیں جیسے بیتی ہوئی گھڑیاں ـــــ زمانہ اس موٹر سے زیادہ تیز چلنے والا ہے۔

کشور:۔ آج تم فلسفہ چھانٹ رہی ہو۔

سوشیلا:۔ انسان جس کا دنیا میں کوئی مقصد نہ رہے فلسفی ہو جاتا ہے۔

کشور:۔ (ہنس کر) یہ آج تم کیا بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو ـــــ

سوشیلا:۔ انسان جس نے اپنے خیال کے مطابق کوئی اچھا کام کیا ہو اکثر بہک جایا کرتا ہے۔

کشور:۔ تم نے کوئی اچھا کام کر دیا۔

سوشیلا:۔ جی ہاں ـــــ بڑا اچھا کام کیا ہے۔

کشور:۔ کیا؟

سوشیلا:۔ ٹیلی فون آیا تھا کہ دولت کے کھیل میں آپ کا مقابلہ موتی سے ہے اس اناڑی سے ـــــ میں نے اس پر ترس کھا کر آپ کو وہ بات نہ بتائی جس کے باعث

اب آپ کو لاکھوں کا نقصان اٹھانا پڑے گا۔

کشور:۔ (حیرت زدہ ہو کر) کیا کہہ رہی ہو تم؟ ــــ وہ ــــ وہ ــــ وہ سلیفون میرے نام آیا تھا ــــ اور وہ آدمی موتی تھا۔

سوشیلا:۔ جی ہاں موتی ــــ یاد ہے ایک بار آپ نے کہا تھا ــــ عورت اور تپائی میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ تپائی پہ سے اگر کپڑا سرک جائے تو بڑے بڑے قیمتی پھولدان گر کر چکنا چور ہو جایا کرتے ہیں۔

کشور:۔ تم مجھ سے پہیلیاں نہ بجھواؤ۔

سوشیلا:۔ (افسردہ ہنسی کے ساتھ) عورت آپ کی نگاہوں میں تپائی ہو گی۔ مگر یقین جانئے وہ قدرت کی سب سے بڑی پہیلی ہے ــــ میں نے اس کو بجا لیا۔ اور آپ کو تباہ کر دیا ــــ بھلا پوچھئے تو کیوں۔

کشور:۔ کیوں؟

سوشیلا:۔ اس لئے کہ مجھے اس سے محبت تھی ــــ اور میں ــــ اور میں ــــ میں نہیں ــــ آپ ــــ آپ مجھے صرف پسند کرتے تھے ــــ عورتیں عقلمندی کی حد تک احمق ہوتی ہیں ــــ آپ کا کیا خیال ہے۔

کشور:۔ یار یک ریشمی ساڑھیاں اور عورتیں ہمیشہ میری عقل سے بالاتر رہی ہیں تمہیں اس سے محبت تھی تو پھر اسے چھوڑ کیوں آئیں۔

سوشیلا:۔ عورتوں کو یہ بھی شوق ہوتا ہے کہ وہ اپنی ساڑھیاں دوسروں کو تحفے کے طور پر دے دیں ــــ دوسروں کے جسم پہ اپنے دیئے ہوئے کپڑے دیکھ کر بھی وہ لذت حاصل کر لیتی ہیں ــــ میں نے اپنی محبت اٹھا کر کسی اور کو پہنا دی اور

خوش ہو گئی ــــ میرا خیال ہے میرا یہ تحفہ لیکر اس کو محبت کرنے کا سلیقہ آ گیا ہو گا۔

کشور:۔ ایک تحفہ تم نے مجھے بھی دیا ہے۔

سوشیلا:۔ میں بھول گئی ہوں ــــ کون سا تحفہ؟

کشور:۔ (ہنس کر) کتنی زود فراموش ہو ــــ اپنے اس اناڑی دوست کو اتنی جلدی بھول گئیں۔ اس پر تم نے جو احسان کیا ہے میں نے تحفے کے طور پر قبول کر لیا ہے ــــ رسید چاہئے۔

سوشیلا:۔ میں کچھ اور ہی سوچ رہی ہوں ــــ ایسا معلوم ہوتا ہے میں نے پھر نئے سرے سے اپنا سفر شروع کیا ہے ــــ وہی گاڑی ہے ــــــــــ وہی پلیٹ فارم ہے .....

(موٹر کی آواز۔ ریل گاڑی کی آواز میں تحلیل ہو جائے ــــ انجن کی شائیں شائیں ــــ سیٹی کی آواز ــــ انجن کی چیخ ــــ پھر گاڑی چلنے کی آواز ــــ آہستہ آہستہ یہ آواز دھیمی ہو جائے)

کشور:۔ میں سمجھتا ہوں آپ کسی کا انتظار کر رہی ہیں۔

سوشیلا:۔ (چونک کر) موہن تم (پھر فوراً ہی ناامید ہو کر) نہیں موہن کہاں۔

کشور:۔ میں سمجھتا ہوں آپ کو کسی کا انتظار ہے۔

سوشیلا:۔ (گھٹی گھٹی آواز میں) ..... جی نہیں ــــ میں اکیلی ہوں۔

کشور:۔ (مسکرا کر) آپ اکیلی نہیں ہیں۔

(موٹر کی آواز پھر عود کر آئے ــــ چند لمحات کے بعد یہ آواز آہستہ آہستہ دھیمی کر دی جائے)

جرنلسٹ

(بہت سے لڑکے پہاڑے یاد کر رہے ہیں ـــ ایک شور مچا ہے ـــ بیچ بیچ میں میز پر بید مارنے کی آواز بھی آتی ہے ـــ آہستہ آہستہ یہ شور فیڈ ہو جائے)

عبدالباری: ..... کیا واہیات پن ہے ـــ یہ سوائے ۔ ڈیوڑھے ۔ ڈھائے ۔ اونچے ۔ پونچے اور ڈھونچے کے پہاڑے کیا بکواس ہے ـــ ایک ڈھایا ڈھایا دو ڈھایا پانچ ـــ یعنی اگر کسی کو یہ معلوم نہیں ہوگا تو بہت بڑی آفت آجائے گی ـــ اور میری بیوقوفی ملاحظہ ہو کہ پانچ کم سو لڑکوں کو چھڑی کے زور سے یہ بکواس یاد کراتا رہتا ہوں ۔ گویا اس کے بغیر ذہنی ترقی ہو ہی نہیں سکتی ـــ (ہنستا ہے) اسکول ماسٹر بھی عجب چیز ہوتے ہیں ـــ یہاں اس اسکول میں پانچ کم سو لڑکوں کا میں زبردستی باپ بنا بیٹھا ہوں ۔ ان کو سکھاتا ہوں ۔ دیکھو خشکی کے اس ٹکڑے کو جس کے چاروں طرف پانی ہو ٹاپو کہتے ہیں اور آبنائے پانی کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جو خشکی

کے دو ٹکڑوں کو آپس میں ملا دے ـــ اور یہ سبق دے کر میں سمجھتا ہوں ان کے مستقبل کی تمام دیواریں اٹھا کر میں نے اپنے کاندھوں پر دھر لی ہیں ـــ سال کے تین سو پینسٹھ دن جن میں سے ڈیڑھ مہینہ گرمیوں کی چھٹیوں کا نکل جاتا ہے میں ان کی بہتری سوچتا رہتا ہوں ـــ ان بچوں کی بہتری جو سال کے بعد میری آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں ـــ تختیاں ۔ کتابیں ۔ سلیٹیں ۔ گنڈیریوں اور مونگ پھلی کے چھلکے رہ جاتے ہیں اور وہ دنیا کی وسعت میں جانے کہاں غائب ہو جاتے ہیں ـــ اور یہ حدود اربعہ (ہنستا ہے) ..... شمال میں بھنگیوں کا ٹکیہ ـــ جنوب میں پہلوانوں کا اکھاڑہ ـــ مشرق میں گندہ نالا اور مغرب میں ہیڈ ماسٹر صاحب کا گھر ـــ (ہنستا ہے) یہ حدود اربعہ بھی خوب ہے ـــ لعنت ہے ایسے پیشے پر ـــ اگر اپنے خیالات کا پرچار ہی کرنا ہے ۔ دوسروں کو سبق ہی دینا ہے تو کیوں نہ جرنلزم اختیار کی جائے ـــ آج جو کچھ لکھا کل چھپ کر سامنے آگیا ـــ ہر شخص کے ہاتھ میں اخبار موجود ہے ـــ واللہ کتنی سنسنی پھیلانے والی چیز ہے ـــ اور پھر رعب اور وقار الگ ۔ (وقفہ) .... میں اس شہر سے بھی تنگ آگیا ہوں ـــ کسی بازار میں جاؤں سامنے گھنٹہ گھر نظر آئے گا ۔ جانے اس میں کیا خوبصورتی دیکھی گئی ہے کہ ہر بازار گھنٹہ گھر کا رخ کرے ـــ شہر اور اسکول دونوں کو سلام .....

(ریل کی گڑگڑاہٹ ـــ چند لمحات کے بعد یہ گڑگڑاہٹ پرنٹنگ پریس کی آواز میں تبدیل کر دی جائے)

دوسرا کاتب :۔ فرمایئے۔

باری :۔ یورپ کے سیاسی اسٹیج پر جرمنی کے نازی مداری کا حیرت انگیز کھیل۔

(ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے)

باری :۔ (چونگا اٹھانے کی آواز)..... فرمایئے ـــ میں ہی خلق کا اڈیٹر ہوں ـــ جی ہاں۔ آپ کا مراسلہ مل گیا تھا ـــ مجھے یاد ہے۔ آپ نے میونسپل کمیٹی کے نل کے بارے میں چند شکایات پیش کی تھیں ـــ چھپ جائے گا ـــ آپ مطمئن رہیں بہت جلد آپ کا یہ مراسلہ چھاپ دیا جائے گا ـــ آداب عرض۔

چپڑاسی :۔ یہ لیجئے ـــ سروس آگئی۔

تیسرا کاتب :۔ باری صاحب۔ بس اب جلدی جلدی ان خبروں کا ترجمہ ہو جائے۔

منیجر :۔ باری صاحب۔ ابھی تک پریس میں کاپی کیوں نہیں گئی۔

باری :۔ کون سی کاپی۔

منیجر :۔ تیسری کاپی ـــ چار بجے تک یہ پریس میں پہنچ جانی چاہیئے تھی۔

باری :۔ بالکل تیار ہے۔ صرف اس کو جوڑنا باقی رہ گیا ہے۔

منیجر :۔ تو جلدی سے پہلے اس کو جوڑ دیجئے ـــ آج کاپی جوڑنے والا نہیں آیا۔

باری :۔ بہت اچھا۔ میں ابھی جوڑے دیتا ہوں۔

(ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے)

باری :۔ (ٹیلی فون کا چونگا اٹھا کر) بھئی میں اس ٹیلی فون سے تنگ آگیا ہوں ـــ مجھے اپنا میز اندر لے جانا پڑے گا۔

باری :۔ ہلو ـــ روزنامہ خلق ـــ جی ہاں ـــ نہیں۔ نہیں۔ میں نے آپ سے نہیں

کہا ـــ میز کی بات میں دفتر میں کسی اور سے کر رہا تھا ـــ فرمایئے۔

کاتب :۔ باری صاحب یہ کیا لکھا ہے۔

باری :۔ جہنم سے ـــ بول رہا ہوں جناب۔

(وقفہ)

باری :۔ معاف فرمایئے گا ـــ میں ـــ میں کاتب کو مضمون بتا رہا تھا۔ یعنی کاتب سے کہہ رہا تھا ـــ ہاں بھئی علی محمد ـــ یہ جہنم سے ہے ـــ ہاں تو فرمایئے ـــ روزنامہ خلق ہی ہے ـــ فرمایئے۔

(وقفہ)

باری :۔ آپ ملنا چاہتے ہیں تو دفتر میں تشریف لے آیئے ـــ ٹیلی فون پر کیسے ملاقات ہو سکتی ہے۔

(وقفہ)

باری :۔ بڑے شوق سے بات کیجئے ـــ میں ہی خلق کا اڈیٹر ہوں۔

(وقفہ)

باری :۔ تسلیمات عرض ہے ـــ فرمایئے۔

(وقفہ)

باری :۔ جی نہیں۔ اس میں تکلیف کی کیا بات ہے ـــ آپ پوچھیے کیا پوچھنا ہے۔

(وقفہ)

باری :۔ کیا کہا۔

(وقفہ)

باری:۔ کیا کہا۔

(وقفہ)

باری:۔ (بھنّا کر) آج شام کو کلکتہ میل کب چھوٹے گا ــــ یہی پوچھتے ہیں آپ۔

(وقفہ)

باری:۔ میں ــ میں ــ میں اڈیٹر ہوں ریلوے کا ٹائم ٹیبل نہیں ہوں ــــ سنا آپ نے ــــ (ٹیلی فون کا چونکا رکھنے کی آواز) ..... عجیب واہیات آدمی ہے ــ پوچھتا ہے کلکتہ میل کب چھوٹے گا ــ کل پوچھے گا تانگوں کا اڈہ کہاں ہے۔

(سب کاتب ہنستے ہیں)

منیجر:۔ باری صاحب یہ چار مراسلے پروپرائٹر صاحب نے بھیجے ہیں۔ سب آج کی اشاعت میں نکل جانے چاہئیں۔ آپ ان کی زبان وغیرہ درست کر لیجئے گا۔

باری:۔ میں ان کی زبان درست کروں گا۔ ان کا وغیرہ ٹھیک کروں گا۔ آپ پروپرائٹر صاحب سے کہہ دیجئے۔ میں اڈیٹر ہوں مشین نہیں ہوں اور پھر یہ مراسلے سب کے سب واہیات ہیں ــــ میں اپنے پرچے کو ذاتیات کا مرکز نہیں بنانا چاہتا۔ اگر پروپرائٹر صاحب کے کسی دوست کو یہ شکایت ہے کہ ان کے لڑکے کے کان ماسٹر صاحب نے بڑے زور سے اینٹھے ہیں تو میں اسے سیاسی رنگ میں پیش کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔ سمجھے آپ ــــ اور پھر ــــ اور پھر ــــ چالیس برس ہو گئے ہیں مجھے یہاں کام کرتے ہوئے۔ پوری تنخواہ مجھے آج تک نصیب نہیں ہوئی ــــ یہ اخبار ہے یا کیا ہے ــــ جائیے آپ ان سے کہہ

دیجئے یہ مراسلے نہیں چھپیں گے۔

منیجر:۔ بہت بہتر۔

باری:۔ ہاں بھئی ــــ تو اب مجھے کیا کرنا ہے ــــ تمہیں لیڈر کی آخری سلپ دینا ہے اور تمہیں پہلے صفحے کی سرخیاں لکھ کر دینا ہیں۔

تیسرا کاتب:۔ اور مجھے خبروں کا ترجمہ دینا ہے۔

باری:۔ اور پروپرائٹر صاحب کو اپنی مومیائی نکال کر دینا ہے ــــ (وقفہ) ــــ لاحول ولا۔ یہ جمّا ابھی تک کیوں نہیں آیا۔ میں نے اسے سگرٹ لانے کیلئے بھیجا تھا۔

جمّا:۔ باری صاحب ــــ وہ سگرٹ نہیں دیتا۔

باری:۔ کیا کہا ــــ سگرٹ نہیں دیتا ــــ سگرٹ کیوں نہیں دیتا؟

جمّا:۔ کہتا ہے مولانا سے کہو پہلا حساب تو صاف کریں۔

باری:۔ (بھنّا کر) بکواس کرتا ہے ــــ (وقفہ) نہیں ٹھیک کہتا ہے ــــ مجھے بھی ایسا ہی کہنا چاہئے۔ ابھی ابھی کہنا چاہئے۔

(پریس کی گڑگڑاہٹ ــــ چند لمحات کے بعد یہ آواز فیڈ ہو جائے)

باری:۔ جب تک آپ میرا پہلا حساب صاف نہ کریں گے میں بالکل کام نہیں کروں گا۔

پروپرائٹر:۔ (حلیمی کے ساتھ خفگی کی وجہ؟

باری:۔ چار سال ہو گئے ہیں مجھے یہاں آپ کے اخبار میں اپنے دماغ کا تیل نکالتے ہوئے ــــ پورے چار برس ہو گئے ہیں مجھے دن رات یہاں کام کرتے ہوئے ــــ اس کا صلہ چونکہ مجھے نہیں ملا اس لئے میں کام سے انکار کرتا ہوں ــــ میں آپ سے خفا نہیں ہوں ــــ میری

چودھری :۔ وعلیکم السلام ـــ فرمایئے۔

باری :۔ ایک دو مرتبہ ادھر سے گذرا۔ آپ سے ملنے کو طبیعت چاہی۔ آج آگیا۔

چودھری :۔ بیٹھئے ـــ حقہ پیجئے۔

باری :۔ (کش لے کر) تمباکو تو بہت اچھا ہے۔

چودھری :۔ آپ بتاتا ہوں۔ بازار سے تمباکو سے مجھے تسکین نہیں ہوتی ـــ (وقفہ) ـــ (کش لے کر) فرمایئے آپ کیا کام کرتے ہیں۔

باری :۔ آج کل تو بے کار ہوں۔ پہلے اخبار میں کام کیا کرتا تھا۔

چودھری :۔ (ہنس کر) تو بھئی تم خطرناک آدمی ہوئے ـــ کیوں چھوڑ کیوں دیا یہ کام۔

باری :۔ پسند نہیں آیا ـــ کام زیادہ کرنا پڑتا تھا اور پیسے کم ملتے تھے۔

چودھری :۔ اماں ہمیں کیوں بناتے ہو استاد ـــ اخبار والوں کے پاس تو دولت کے انبار لگے ہوتے ہیں ـــ قلم بلایا اور ہزاروں اینٹھ لئے۔

باری :۔ دوست۔ اخبار کا مالک میں نہیں تھا کوئی اور تھا ـــ اچھا تم یہ تو بتاؤ تمہارا گذر کیسا ہو رہا ہے؟

چودھری :۔ بڑے مزے میں گذرتی ہے ـــ یہ چارہ کترنے والی مشین لگا رکھی ہے۔ اکیلی جان ہے۔ روز کی کوئی ڈیڑھ دو روپے کی آمدن ہو جاتی ہے ـــــــ

سارا دن یہاں دکان پر گزارتا ہوں۔ شام کو ٹھیکے چلا جاتا ہوں۔ اور گپیں ہانک کر پھر ٹہلتا ٹہلتا یہاں آجاتا ہوں۔ گرمیوں میں دکان کے باہر چھڑکاؤ کر کے سو جاتا ہوں۔ سردیوں میں اندر گھاس کے پاس چارپائی بچھا لیتا ہوں۔

باری :۔ کتنی قابل رشک زندگی ہے ـــ واللہ چودھری بڑے خوش قسمت

انسان ہو ـــ کسی قسم کی فکر تمہیں نہیں۔ آرام سے زندگی بسر کر رہے ہو ـــ پر یہ تمہیں چارہ کاٹنے والی مشین لگانے کا خیال کیسے آیا ـــ یعنی تم نے کوئی اور کام کیوں نہ شروع کر دیا؟

چودھری :۔ معلوم نہیں کیسے آیا ـــ بس آہی گیا اور میں نے جھٹ سے ایک مشین خرید لی ـــ اب بیٹھا مزے کر رہا ہوں

باری :۔ میں بھی یہی کام شروع کرتا ہوں۔

چودھری :۔ یہ تو وہی ہوا۔ پڑھیں فارسی بیچیں تیل۔

باری :۔ (ہنستا ہے) ..... عجب تیری قدرت عجب تیرے کھیل۔

(چارہ کترنے والی مشین کی آواز ـــ پہلے بلند بعد میں آہستہ آہستہ۔ جب آہستہ ہو جائے تو ذیل کا ٹکڑا اس پر سیرامپوز کیا جائے)

باری :۔ (ہنستا ہے) ..... روز ڈیڑھ دو روپے کی آمدن ہو جاتی ہے ـــــــ

سارا دن یہاں دکان پر گزارتا ہوں ـــ شام کو ٹھیکے چلا جاتا ہوں۔ اور گپیں ہانک کر پھر ٹہلتا ٹہلتا یہاں آجاتا ہوں ـــ خبریں ترجمہ کرنا پڑتی ہیں نہ کاپی جوڑنا پڑتی ہے ـــ ٹیلی فون کی بک بک نہ مراسلوں کی بکواس ـــ کاتب نہ رائٹر کی سروس ..... واللہ کیا گر بتایا ہے میرے دوست نے ـــ (ہنستا ہے) گرمیوں میں دکان کے باہر چھڑکاؤ کر کے سو جاتا ہوں۔ سردیاں آئیں گی۔ تو اندر گھاس کے پاس چارپائی بچھا لیا کروں گا ـــ کتنی اچھی زندگی ہے ـــ میری تو یہ مرضی ہے کہ سب ایڈیٹروں کو جو اخباروں میں اپنی زندگی تباہ کر رہے ہیں۔

یہ گر بتا دوں ـــــ اپنے اپنے شہر میں ایسی مشین لگوالیں اور مجھے دعائیں دیں ..... (ہنستا ہے)

(مشین کی آواز آہستہ آہستہ شراب خانے کے شور میں تحلیل ہو جائے)

ایک شرابی:۔ (لہر میں آکر) اماں ہم نے جو خرچ کر ڈالا وہ کسی کو پیدا کرنا بھی نصیب نہ ہوا ہوگا ـــــ لاکھوں کمائے کروڑوں اڑا دیئے ـــــ کسی کے دینے میں نہ لینے میں۔

دوسرا:۔ واہ بھئی استاد کیوں نہ ہو ـــــ اچھی لن ترانیاں ہیں۔ بابا تو آپ کے عمر بھر فالودہ بیچا کئے دادا جو نے گا نٹھتے بوڑھے ہوئے۔ آپ نے کمایا کیا اور اڑایا کیا۔

پہلا:۔ نرے گاڈوی ہو ـــــ ارے میاں گپ اڑانے سے بھی کیا ہم گئے گذرے ـــــ بھئی خیر بیٹھو یا جاؤ مگر از برائے خدا ہتھے پر نہ ٹوکو ـــــ کہاں گیا لالہ چھجو مل ـــــ اے لالہ ـــــ

چھجو مل:۔ بول تیرے پاس ہی تو کھڑا ہوں۔

پہلا:۔ تو میرا داتا ہے ـــــ داتا تیری دکان پر بن برسے ـــــ ہاں ایسی پلا کہ خوب سرور گٹھیں ـــــ پیتے ہی لے اڑے ـــــ چلو میں الو ہو جائیں ـــــ

باری ـــــ ارے باری ـــــ آج تو نہ پیئے تو ہمارا ہی خون پیئے ـــــ ـــــ آ ـــــ ادھر میرے پاس بیٹھ۔

تیسرا شرابی:۔ ہاں رہے ـــــ رہے ـــــ ایک بوتل رہے ـــــ تم نے سنا نہیں ـــــ

شراب پی کر آگ میں پھاند پڑے تو آگ گل ہو جائے ـــــ اور جو سمندر میں کود دے تو انسان سے مچھلی ہو جائے۔

باری:۔ اور زیادہ پی جائے تو قل ہو جائے (ہنستا ہے)

(باری کے ہنسنے پر باقی کے شرابی بھی ہنسنا شروع کرتے ہیں ـــــ تھوڑی دیر کے لئے ایک طوفان سا مچ جاتا ہے)

پہلا شرابی:۔ ماں قسم کیا بات کہی ہے ـــــ زیادہ پی جائے تو قل ہو جائے ـــــ بھئی آدمی بڑے سمجھ دار ہو۔

دوسرا شرابی:۔ قربان جاؤں میں اس لال پری کے۔

باری:۔ لالہ چھجو مل ـــــ اے لالہ چھجو مل ـــــ ایک ادھا بھیج دے میرے یار ـــــ آج پھر ایسے نشے آئیں کہ طبیعت صاف ہو جائے ـــــ آج کی ساری کمائی تیری صندوقچی میں چلی جائے۔

دوسرا شرابی:۔ واہ میرے شیر۔

(ایک شرابی گانا شروع کرتا ہے)

پہلا شرابی:۔ بوائے بوائے۔

سارے:۔ یس سر۔ یس سر۔

پہلا شرابی:۔ دے دے اعلیٰ۔ بھر بھر پیالہ۔ پینے والا ہو متوالا۔

سارے:۔ بادل برسے کالا کالا۔ پھولا آنکھوں میں گل لالہ

دوسرا شرابی:۔ کیسا چھایا ہے ہریالہ ـــــ ایگیشا نمیرون کا بہا دے نالا۔

سارے:۔ نہ رکھنا باقی ساقی ہو ترا بول بالا۔

میں جنگ شروع ہوگئی ہے ـــ تم جانتے نہیں یہ ایسی جنگ ہے جو دنیا کا نقشہ بدل دے گی۔

پہلا شرابی:۔ جانے کیا واہی تباہی بکتے ہو ـــ ہم کہاں لڑتے ہیں ـــ اچھا بھئی صفدر تم ہی بتاؤ کیا ہم لڑ رہے تھے؟

دوسرا شرابی:۔ نہیں تو ـــ کون کہتا ہے ہم لڑ رہے تھے ـــ تیری قسم آغا یہ میڈر بڑا ہی انمول ہے ـــ اس نے اس دن میری سات پیڑھیوں پر احسان کیا ـــ جو کہیں گھٹ جاتا تو بندہ جنگل کی راہ لیتا ـــ میاں جنگ میں آبرو ہی آبرو تو ہے ـــ کیوں آغا ـــ تیری قسم چونچ پکڑ کر ایسی ایسی مروڑیاں دیں کہ جان محمد کا بیڑا اٹھ ہی تو بھاگا ـــ پالی بھر میں آواز گونجنے لگی ـــ اہو ہو ہو ـــ وہ مارا ہے۔ واہ میرے شیر خوب پھرا ـــ ہاں بیٹے دے بڑھ کے ایک لات ـــ

باری:۔ خاموش ـــ یہ تم نے کیا بکواس شروع کر دی ہے ـــ تم لوگ واقعی بالکل جاہل ہو ـــ یورپ میں ایک ایسی جنگ شروع ہوئی ہے جو کئی ملکوں کو دنیا کے نقشے سے ہمیشہ کے لئے مٹا دے گی ـــ لاکھوں کروڑوں آدمی ہلاک ہو جائیں گے ـــ دنیا میں ایک طوفان مچ جائے گا اور تم لوگ شیروں کی لڑائی کا حال بیان کر رہے ہو ـــ آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے۔

پہلا شرابی:۔ کیا بکتا ہے یہ۔

دوسرا شرابی:۔ (قہقہہ لگا کر) میں تو کچھ نہ سمجھا ـــ (وقفہ) باری ـــ یہ آج تو کیسی باتیں لے بیٹھا ہے؟

پہلا شرابی:۔ زیادہ پی گیا ہے ـــ دماغ کو چڑھ گئی ہے۔

دوسرا شرابی:۔ بڑی نامراد چیز ہے۔

باری:۔ تم بکواس کرتے ہو ـــ میں بالکل ہوش میں ہوں ـــ تم بے ہوش ہو رہے ہو۔ میں جو کچھ اس وقت سوچ رہا ہوں تمہارا فلک بھی نہیں سوچ سکتا ـــ تم سب کے سب ان پڑھ بیوقوف اور جاہل ہو۔

پہلا:۔ ارے واہ رے میرے مولوی۔

باری:۔ تم میری باتوں کا مضحکہ نہ اڑاؤ ـــ (ہنستا ہے) مگر یہ تمہارا قصور نہیں قدور میرا اپنا ہے ـــ میں نے اب تک اصلی اصلیت تم سے چھپا کر رکھی ہے ـــ تم نہیں جانتے میں کون ہوں اور سیاسی دنیا میں میری کس قدر اہمیت ہے۔

پہلا شرابی:۔ میاں تم رستم ہو۔ لے بس اب جانے دو ـــ کوئی اور بات کرو۔

باری:۔ تمہیں جب تک میری اصلی شخصیت معلوم نہیں ہوگی تم میرا مضحکہ اڑاتے رہو گے جانتے ہو میں کون ہوں ـــ میرا نام عبدالباری ہے ـــ مولانا عبدالباری روزنامہ "خلق" کا اڈیٹر۔

(سب قہقہے بلند کرتے ہیں)

پہلا شرابی:۔ (مصنوعی سنجیدگی کے ساتھ) اچھا مولانا تو فرمایئے ہمارے لئے کیا حکم ہے؟

باری:۔ تم جانتے ہو یورپ کی اس دوسری جنگ کے اسباب کیا ہیں ـــ لو سنو مجھ سے۔ اس دوسری جنگ کا بیج پہلی جنگ عظیم نے بویا ہے جو سن چودہ سے لیکر سن اٹھارہ تک جاری رہی ـــ صلح نامہ ورسائی جو سن انیس سو انیس میں لکھا گیا اس تازہ جنگ کا موجب ہے ـــ جرمنی نے اپنی پہلی شکست کے

فوراً بعد ہی اپنی تلواروں کو اس تازہ جنگ کے لئے سان پر لگانا شروع کر دیا تھا ـــ یہ جنگ صرف اس لئے لڑی جا رہی ہے کہ جرمنی یورپ پر اپنا اقتدار چاہتا ہے ـــ تم نے ہٹلر کی کتاب نہیں پڑھی۔ اس میں اس اس نے صاف صاف لکھا ہے کہ جرمن اعلیٰ نژاد کے فرد ہیں اس لئے دوسری نسل کے آدمیوں پر انہیں حکومت کرنے کا حق حاصل ہے ـــ یہ جنگ بہت خوفناک ہے ـــ بہت بھیانک ہے ـــ میں جب اس کے نتائج کا تصور کرتا ہوں تو کانپ اٹھتا ہوں ـــ یہ جنگ یورپ میں ایک نہیں سینکڑوں زلزلے پیدا کرے گی ـــ ہزاروں طوفان آئیں گے ـــ بڑے بڑے خوبصورت شہر ملبے کا ڈھیر بن جائیں گے ـــ ہزاروں خاندان بے گھر اور بے در ہو جائیں گے ـــ میں لکھنا چاہتا ہوں ـــ میں اس ہولناک جنگ کے متعلق لکھنا چاہتا ہوں۔

دوسرا شرابی:۔ (اپنے ساتھی سے) دماغ کو چڑھ گئی ہے۔

باری:۔ پہلی جنگ سے لیکر اس جنگ کے آغاز تک کے واقعات کو اگر ہم پیش نظر رکھیں تو یہ معلوم کر کے بڑا دکھ ہوتا ہے کہ مہذب دنیا ذلت کی دلدل میں دھنستی چلی گئی ہے ـــ سائنس کی ترقی جاری رہی ہے لیکن اخلاقی ذمہ داری کا احساس کم ہوتا چلا گیا ہے۔ نوع انسان جہاں تھی وہیں کی وہیں کھڑی ہے نسلی امتیاز اور مذہبی عداوت بڑھتی گئی ہے ـــ نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ پہلے جنگ نما صلح پھر صلح نما جنگ ـــ میں پوچھتا ہوں آخر یہ ہماری مہذب دنیا کدھر جا رہی ہے ـــ کیا ہم پھر جہالت کے زمانے میں واپس جا رہے ہیں ـــ کیا ایک بار پھر انسان کا خون پانی سے ارزاں بکے گا ـــ کیا پھر ہمارا گوشت پوست

دوسری اجناس کی طرح بازاروں میں بیچا جائے گا ـــ کیا ہونے والا ہے؟ ـــ کوئی مجھے بتائے کیا ہونے والا ہے ـــ بے اصولی نے سینکڑوں اصول اور تفرقہ پردازی نے ہزاروں جماعتیں پیدا کر دی ہیں ـــ انسان انسان کے خلاف ملت ملت سے نبرد آزما ملک ملک سے ستیزہ کار ـــ یہ ہے انیسویں صدی کی عبرتناک داستان۔

پہلا شرابی:۔ باری میں تم سے ایک بات کہوں ـــ فصد کھلواؤ ـــ فصد۔

باری:۔ (غصے میں) تم ـــ تم ـــ تم سب واہیات ہو ـــ شرابی کبابی جاہل کہیں کے۔

دوسرا شرابی:۔ (زور کا قہقہہ بلند کرتا ہے) اور تم ٹھیرے بڑے نمازی بڑے پرہیزگار۔

پہلا شرابی:۔ میں کہتا ہوں اس کو چڑھ گئی ہے ـــ سر پر ٹھنڈے پانی کا ایک گھڑا انڈیلو تب ہوش آئے گا اسے۔

باری:۔ بھئی عجب انسان ہو تم میری بات کیوں نہیں مانتے ـــ خدا کی قسم میں اڈیٹر ہوں ـــ میری عینک ابھی تک محفوظ پڑی ہے ـــ میرے پاس وہ کپڑے بھی موجود ہیں ـــ مجھے دنیا کی تمام سیاسیات کا علم ہے۔

پہلا شرابی:۔ تم گھن چکر ہو جی ـــ جانے کیا واہی تباہی بک رہے ہو۔

باری:۔ لعنت ہو تم پر ـــ (وقفہ) ..... لالہ چھجو مل ایک ادھا اور بھیجو دو میں ـــ میں ـــ

پہلا شرابی:۔ بولو۔ بولو رک کیوں گئے

باری:۔ کچھ نہیں میں بیوقوف ہوں۔

دوسرا شرابی:۔ عمر میں آج تم نے پہلی مرتبہ سچ بولا ـــ لے اب گھر چلے جاؤ اور سو جاؤ ـــ اور نہ پیو ـــ آغا ـــ چلو اس کو گھر چھوڑ آئیں۔

باری:۔ میں نہیں جاؤں گا۔

پہلا شرابی:۔ تیرا باپ بھی جائے گا ـــ چلو آغا ـــ

باری:۔ خبردار جو مجھے کسی نے ہاتھ لگایا ـــ بدتمیز کہیں کے۔

تین چار آدمی:۔ زیادہ گڑبڑ نہ کرو ورنہ کوئی ہڈی پسلی تڑوا لوگے۔

(کھینچ گھسیٹ کی آواز)

(وقفہ)

پہلا شرابی:۔ دکان کے اندر سوئے گا یا باہر۔

دوسرا شرابی:۔ ارے تم اس سے کیا پوچھتے ہو ـــ چلو جیب میں سے چابی نکال کر تالا کھولو اور اس کو بند کرو۔

باری:۔ یہ لو چابی ـــ تم خدا کے لئے میری جان بخشی کرو۔

(دروازہ کھولنے کی آواز ـــ کھڑ کھڑاہٹ ـــ)

پہلا شرابی:۔ لے اب آرام سے سو جاؤ ـــ خبردار جو پھر تقریر شروع کی ـــ یہ تھوڑا سا اچار تمہارے پاس رکھ دیتا ہوں۔ زیادہ طبیعت خراب ہوئی تو کھا لیجو۔

دوسرا شرابی:۔ چلو بھئی چلیں۔

(دروازہ بند کرنے کی آواز ـــ لمبا وقفہ)

باری:۔ (ہولے ہولے) چلے گئے ـــ نابکار کہیں کے ـــ (وقفہ) میری عینک کہاں ہے ـــ مل گئی ـــ مل گئی ـــ آہ ـــ میں اب پھر مولانا عبدالباری ہوں

دنیا اس وقت بہت نازک اور خطرناک حالت میں ہے ہر طرف تشدد کا بول بالا ہے ہمیں جلد کچھ کرنا چاہئے۔ لاکھوں نوجوان بے مقصد ادھر ادھر مارے مارے پھرتے ہیں۔ اس فضول اور زائد توانائی کا نتیجہ تشدد اور انقلاب ہے ـــ آج سوسائٹی کی بڑی ضرورت لیڈروں اور جماعتوں کی از سر نو ترتیب ہے ـــ تہذیب اگر اپنے آپ کو نئے حالات کے مطابق نہ بنائے گی تو تباہ ہو جائے گی۔ لوگوں پر غفلت اور سستی طاری ہے۔ وقت نازک ہے ..... صاحبان وقت بہت نازک ہے اور ایک نئی انسانی سوسائٹی کا قیام قطعاً لابدی ہو چکا ہے ـــ کروٹ بدلو یا مٹ جاؤ ـــ میرا پریس کہاں ہے ـــ میرا پریس کہاں ہے ـــ میں اپنے خیالات نشر کرنا چاہتا ہوں ـــ (وقفہ ـــ گھاس اور چارہ کترنے والی مشین کی آواز) ..... میرا پریس چل رہا ہے ـــ میرا پریس چل رہا ہے ـــ اخبار دھڑا دھڑ چھپ کر باہر نکل رہے ہیں۔ صاحبان دنیا کی حالت اس وقت بہت نازک اور خطرناک ہے ـــ ایک نئی انسانی سوسائٹی جب تک جنم نہیں لے گی تباہی اور بربادی جاری رہے گی ـــ اٹھو کروٹ بدلو ـــ ورنہ یاد رکھو مٹ جاؤ گے ـــ نازیت کا بھیانک دیو ڈکار رہا ہے ـــ کیا تمہیں اس کی آواز سنائی نہیں دیتی ـــ کیا آنے والے واقعات تمہیں تاریک سایوں کی طرح پھیلتے نظر نہیں آتے ـــ (ہنستا ہے) میرا اخبار چھپ رہا ہے۔

(چارہ کترنے والی مشین کی آواز پریس کی گڑگڑاہٹ میں تبدیل ہو جاتی ہے)

باری:۔ دنیا تباہی کے غار سے بچ جائے گی ـــ دنیا میں امن و امان قائم ہو جائے گا۔

میرا اخبار دھڑا دھڑ چھپ رہا ہے ـــــ میرے خیالات پھیل رہے ہیں ـــــ
(پریس کی آواز بہت بلند ہو جاتی ہے ـــ اور پھر آہستہ آہستہ فیڈ ہو جاتی
ہے ۔ یہ آواز پہاڑے یاد کرنے کے شور میں تحلیل کر دی جائے ـــ اس
شور کے بیچ بیچ میں چھڑی مارنے کی آواز بھی آئے) ۔

باری ۱ ۔ (میز پر چھڑی مار کر) شاباش ۔ شاباش ـــــ خوب یاد کرو ـــــ
کل تک سارے پہاڑے یاد نہ ہوئے تو سن لو کھال ادھیڑ دوں گا ۔
(پہاڑے یاد کرنے کا شور ـــــ تھوڑی سی دیر کے بعد فیڈ آؤٹ)

ساڑھی

افراد

کوی ..... مالتی کا چاہنے والا
مالتی ..... جوان لڑکی
مالتی کی ماں
سیٹھ ..... مالتی کا دولتمند عاشق
کوی کا دوست
اور تین چار فالتو آدمی

(مشین چلانے کی آواز ـــــ کبھی ہولے ہولے کبھی تیز تیز)
مالتی :۔ (مشین چلاتی جاتی ہے اور ساتھ ساتھ گاتی بھی جاتی ہے) .....

...میں بن کی چڑیا بن کے بن بن بولوں رے ——— بولوں رے
——— بولوں رے ——— (مشین رک جاتی ہے) ..... یہ قینچی کدھر گئی۔
۔ ماں قینچی کہاں ہے ایک منٹ بھی نہیں ہوا میں نے یہاں اپنے پاس
رکھی تھی ——— مل گئی (قینچی کی آواز ——— پھر مشین چلانے کی آواز)۔
بولوں رے ——— میں بن کی چڑیا بن کے بن بن بولوں رے ———
بولوں رے ——— ماں کاج بنا لئے؟

ماں :۔ یہ تو بار بار پوچھتی ہے۔ بنا تو رہی ہوں ——— میرے ہاتھ مشین تو نہیں۔

مالتی :۔ ..... میں بن کی چڑیا بن کے بن بن بولوں رے ——— بولوں رے ———
بس اب سوئی نہیں ملے گی ——— یہ میری سوئی کدھر گئی ——— ہائے رام
کیا مصیبت ہے۔ ایک چیز ملتی ہے۔ دوسری گم ہو جاتی ہے ——— سوئی مل
جائے گی تو انگشتانہ غائب ہو جائے گا۔ انگشتانہ مل جائے گا تو نگوڑی قینچی کہیں
غائب۔ غلہ ہو جائے گی ——— قینچی ..... اور مجھے یہ ساری قمیصیں ٹھیک بارہ بجے سیٹھ
صاحب کے گھر پہنچا دینی ہیں ——— ماں کاج بنا لئے؟

ماں :۔ آگ لگے کاجوں کو ——— میرے تو انگلیوں کے پوٹے چھلنی ہو گئے ———
چولھے میں جائے ایسا افراتفری کا کام۔

مالتی :۔ دیکھنا کوئی ڈالتو سوئی پٹاری میں تو نہیں ——— ٹھیرو مل گئی ——— یہ
نگوڑی سوئیاں کہاں کہاں چمٹ جاتی ہیں ——— (مشین چلانے کی آواز)
..... مورے آنگنا میں آئیں آلی ——— میں چال چلوں متوالی ———
میں چال چلوں متوالی۔

ماں :۔ مالتی!

مالتی :۔ ..... میں چال چلوں متوالی..... کیا ہے ماں۔

ماں :۔ میں کہتی ہوں یہ گانا بند کر۔

مالتی :۔ کیوں؟

ماں :۔ بس مجھے اچھا نہیں لگتا۔

مالتی :۔ (ہنستی ہے) ..... پر یہ گانا میں تھوڑی گاتی ہوں۔

ماں :۔ تو اور کون گاتا ہے؟

مالتی :۔ کوئی ایکٹرس گاتی ہو گی ——— مورے آنگنا میں آئیں آلی میں چال چلوں متوالی
..... (مشین کی تیز گڑگڑاہٹ) ..... ماں میں ایکٹرس بن جاؤں ———

ماں :۔ کیوں؟

مالتی :۔ سنتی ہوں ایکٹرسوں کے کپڑے درزی سیتے ہیں ——— ان کو مشین چلانا نہیں پڑتی۔

ماں :۔ تو دیوانی ہو گئی ہے۔

مالتی :۔ ماں؟

ماں :۔ کیا ہے۔

مالتی :۔ ..... کچھ نہیں ..... کاج بنا لئے۔

ماں :۔ یہ تو بات کرتے کرتے رک کیوں جایا کرتی ہے ——— جانتی ہے مجھے اس
سے کتنی الجھن ہوتی ہے ——— میں کہتی ہوں تیرے من میں ضرور کچھ ہے جو
تو بتانا نہیں چاہتی۔ کئی دنوں سے تو کھوئی کھوئی سی رہتی ہے مجھے بتا تو
سہی تو کس سوچ میں پڑی رہتی ہے ——— تیرا اب سلائی میں بھی جی نہیں لگتا۔ یہ

سات قمیصیں تو نے مرمپٹ کر چاروں میں تیار کی ہیں ـــ ابھی دو کی پٹیاں باقی ہیں۔ کیا ہو گیا ہے تجھے ؟

مالتی :۔ کیا ہو گیا ہے مجھے ... اچھی بھلی تو ہوں (مشین زیادہ تیز چلاتی ہے)... اچھی بھلی تو ہوں (ہلکی ہلکی سسکیوں کی آواز) ... اچھی بھلی تو ہوں (سسکیوں کی آواز ـــ مشین کی رفتار زیادہ تیز ہو جاتی ہے) ..... کیا ہوا ہے مجھے ..... تم تو مجھے ناحق کوستی رہتی ہو (سسکیوں کی آواز بلند ہو جاتی ہے)

ماں :۔ تو نے اب یہ رونا کیوں شروع کر دیا ہے ؟

مالتی :۔ (روتی آواز میں) ..... میں کب روتی ہوں ..... میں رو کیسے سکتی ہوں اتنی نوٹھاسی ہو گئی ہوں کیا مجھے روتے شرم نہ آئے گی (روتی جاتی ہے)..... اور پھر کوئی بات بھی تو ہو ـــ ایسے خالی خولی کیا رو دوں ـــ

ماں :۔ دیکھ قمیص کا کپڑا داغدار ہو جائے گا ـــ تیرے آنسو گر رہے ہیں۔

مالتی :۔ (مشین کی رفتار تیز کر دیتی ہے) ..... ماں۔ کاج بنا لئے ؟

ماں :۔ بنا لئے۔

مالتی :۔ ..... دونوں پٹیاں بھی تیار ہو گئیں ؟

(مشین کی آواز چند لمحات تک جاری رہے پھر آواز آہستہ آہستہ موٹر کے اسٹارٹ ہونے کی پھڑ پھڑاہٹ میں تبدیل ہو جائے)

سیٹھ :۔ آؤ۔ مالتی : موٹر میں بیٹھ جاؤ۔

مالتی :۔ نہیں سیٹھ صاحب ـــ میں پیدل چلی جاؤں گی۔ میرا گھر یہاں سے دور نہیں ـــ قمیص آپ کو پسند آگئی ہے ؟۔

(موٹر کی پھڑ پھڑاہٹ بند ہو جاتی ہے ـــ موٹر کا دروازہ کھلتا ہے)

سیٹھ :۔ مالتی ـــ کیا تم نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ تمہارے ہاتھ لوہے کی مشین چلانے کے لئے نہیں بنے ـــ تم ہر روز دوسروں کے لئے کپڑے تیار کرتی ہو لیکن تمہارے بدن پر تو وہی کپڑے ہیں جو پچھلی سردیوں میں تم نے پہنے تھے ـــ یہ زندگی نہیں ـــ میں شاعر ہوتا تو تمہیں سمجھاتا کہ زندگی کیا ہے اور تم جیسی حسین لڑکیوں کی زندگی کیسے بسر ہونی چاہئے۔ لیکن میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ تم اپنے آپ پر ظلم کر رہی ہو ـــ تم اپنی جوانی کی تمام خوبصورتیاں فنا کر رہی ہو ـــ میں پوچھتا ہوں۔ آخر تم اتنی حسین کیوں ہو ـــ کیا اس لئے کہ قینچی ہاتھ میں لیکر کپڑے کاٹتی رہو۔ مشین چلاتی رہو ـــ دراصل ـــ دراصل تم نے آج تک کبھی اس بات پر غور ہی نہیں کیا کہ تم کس قدر خوش رہ سکتی ہو ـــ موٹر۔ باغوں کی سیر۔ اچھے اچھے کپڑے ـــ ریشمی ساڑھیاں ـــ ہنسی۔ قہقہے ـــ کیا یہ چیزیں تمہاری نہیں ہو سکتیں ـــ کیا تمہارا ان پر کوئی حق نہیں۔

مالتی :۔ (بھولے ہوئے سانس کے ساتھ) ..... سیٹھ صاحب .....

سیٹھ :۔ ان میلے کچیلے کپڑوں کے بدلے زرق برق ساڑھیاں ـــ خدمت کے لئے نوکر ـــ آج تم دوسروں کے لئے کام کرتی ہو کل دوسرے تمہارے لئے

کوی :۔ (گانا ختم کر کے ہنستا ہے) ..... اوہ تم ہو ـــ مالتی ـــ میری اپنی
مالتی ـــ (شاعرانہ انداز میں) اوہ مالتی۔ مجھے تم سے کتنی محبت ہے۔

مالتی :۔ (کھوئے ہوئے انداز میں) ..... کتنی۔

کوی :۔ گزری ہوئی کل سے زیادہ ـــ اور ـــ آنے والی کل سے کم۔

مالتی :۔ تم مجھ سے محبت کیوں کرتے ہو؟

کوی :۔ یہ تم نے کیسا عجیب سوال کیا ـــ میں کیوں جیتا ہوں ـــ یہ ستارے
کیوں چمکتے ہیں ـــ یہ اندھیرے اور اجالے کا الٹ پھیر کیوں ہے ـــ یہ
پرندے کیوں چہچہاتے ہیں ـــ چاند کیوں چمکتا ہے ـــ تم کیوں
خوبصورت ہو۔ تمہیں دیکھ کر میرا دل کیوں دھڑکتا ہے ـــ تمام کائنات
کا سمٹ کر ایک ہستی میں سما جانا اور اس ہستی کا پھیل کر والہانہ وسعت
اختیار کر لینا ـــ یہ ہے محبت ـــ محبت ـــ محبت آتما کا گیت ہے۔

مالتی :۔ کیا میں خوبصورت ہوں کوی۔

کوی :۔ تم خوبصورتی کا سرچشمہ ہو ـــ تم سے کئی خوبصورتیاں پیدا ہوتی ہیں ـــ
ایک خوبصورتی تو وہ ہے جو تم نے میرے دل و دماغ میں پیدا کی ہے ـــ
میری کویتا صرف اس لئے خوبصورت ہے کہ اس پر تمہارا سایہ ہے ـــ
تم نہ ہوتیں تو کچھ بھی نہ ہوتا۔

مالتی :۔ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں ـــ بھکارن کے سوا اور کیا ہو سکتی ہوں۔

کوی :۔ (ہنستا ہے) تم شہزادی ہو مالتی ـــ شہزادی۔

مالتی :۔ شہزادی۔

کوی :۔ ہاں شہزادی ـــ میرے سپنوں کی شہزادی ـــ میرے خیالوں کی ملکہ۔

مالتی :۔ سپنوں کی شہزادی ـــ خیالوں کی ملکہ ـــ سپنے ـــ خیال۔

(وقفہ)

کوی :۔ کس سوچ میں پڑ گئیں؟

مالتی :۔ میری ایک بات مانو گے۔

کوی :۔ ایک ـــ صرف ایک ـــ میں تمہاری ہزار ..... تم مجھ سے کہو تو میں
آسمان کے تمام تارے نوچ کر تمہاری اس میلی ساڑھی میں ٹانک دوں
ـــ چاند صرف ایک ہے۔ دو ہوتے تو میں انہیں اتار کر تمہارے کانوں میں
آویزے بنا کر لٹکا دیتا ـــ تم حکم دو تو میں ساتوں سمندر کھنگال کر .....

مالتی :۔ مجھے ایک اچھی سی ساڑھی لا دو ـــ

کوی :۔ (ہنستا ہے) ایک ساڑھی ـــ صرف ایک ساڑھی ـــ

مالتی :۔ ہاں۔ صرف ایک ساڑھی جس کا کپڑا میرے بدن کے ساتھ لگ کر سرسرائے
ـــ سچ مچ کی ساڑھی ـــ میں کل نہا دھو کر یہ ساڑھی پہننے کیلئے تیار ہوں گی۔

(وقفہ ـــ قدموں کی چاپ۔ دروازہ کھولنے اور بند کرنے کی آواز)

کوی :۔ چلی گئیں ـــ (اپنے آپ سے باتیں کرتا ہے) ایک ساڑھی۔ صرف ایک ساڑھی
ـــ دنیا کے اچھے سے اچھے ملبوسات میں اس کے قدموں میں ڈھیر کر دوں گا۔
ـــ نیلے رنگ کی ریشمی ساڑھی اور اس پر سفید تلّے کی دھاریاں ـــ
ایسا معلوم ہوگا آسمان کا ایک ٹکڑا نکال کر اسے چاند کی کرنوں میں لپیٹ دیا
گیا ہے ـــ نہیں کالی ساڑھی ہو اور اس پر مقیش کی بندکیاں جیسے اندھیاری

راتوں میں آسمان پر تاروں کا چھڑکاؤ ـــــ ایک نہیں کئی ساڑھیاں ہوں۔
(بعد میں اس کے الفاظ دہرائے جائیں ـــــ آواز سرگوشی کے مانند ہو)

مالتی :۔ صرف ایک ساڑھی جس کا کپڑا میرے بدن کے ساتھ لگ کر سرسرائے۔
سچ مچ کی ساڑھی۔

کوی :۔ (چونک کر) ..... سچ مچ کی ساڑھی ..... (وقفہ) ..... تو اس میں کوئی
مشکل ہے ـــــ میں ابھی لے آتا ہوں ـــــ روپے ـــــ روپے ـــــ
حاصل کرنا بھی کوئی مشکل کام ہے .....

(روپوں کی کھنکھناہٹ شروع ہو ـــــ موسیقی کے ساتھ ساتھ روپے
بجتے رہیں ـــــ چند لمحات کے بعد یہ ٹکڑا ختم ہو جائے)

کوی :۔ اڈیٹر صاحب۔ آپ کے پرچے میں دو برس سے میرا کلام چھپتا رہا ہے۔ اس
دوران میں آپ نے ہمیشہ اس کی تعریف کی ہے۔

اڈیٹر :۔ جی ہاں ـــــ آپ کا کلام واقعی قابل تعریف ہے۔

کوی :۔ (خوش ہو کر) ..... قدر افزائی کا شکریہ ..... آج میں آپ کی خدمت
میں اپنی چھ تازہ غزلیں لے کر حاضر ہوا ہوں ـــــ ظاہر ہے کہ ان کی قیمت
کوئی ادا نہیں کر سکتا۔ لیکن اس وقت چونکہ مجھے کچھ روپوں کی ضرورت ہے اسلئے .....

اڈیٹر :۔ مجھے بے حد افسوس ہے کہ میں آپ کی خدمت کرنے سے معذور ہوں۔
ـــــ پرچے کی آمدن اتنی قلیل ہے کہ ہر مہینے مجھے خسارہ اٹھانا پڑتا ہے یہ
تو زبان اور ادب کی خدمت کا شوق ہے کہ میں اس خسارے
کو برداشت کر رہا ہوں ورنہ .....

(جھانجھ کی آواز)

کوی :۔ ..... مجھے یاد ہے ایک بار آپ نے میرے کلام کی خواہش کی تھی جس کو میں
چند وجوہ کے باعث پورا نہ کر سکا تھا ـــــ اب میرے پاس چھ غیر مطبوعہ غزلیں
موجود ہیں ـــــ چھپوں کی چھپوں نئی شاعری کا نفیس ترین نمونہ ہیں۔

اڈیٹر :۔ مجھے افسوس ہے کہ اس شمارے میں ان کے لئے جگہ نہیں نکل سکتی اس لئے کہ آپ
کی شاعری کے خلاف اس میں ایک طویل مضمون شائع ہو رہا ہے۔

کوی :۔ (بگڑ کر) ..... میری شاعری کے خلاف ـــــ وہ کون ـــــ وہ کون ـــــ
وہ کون شرارت پسند ہے جو مجھ سے الجھنا چاہتا ہے؟ مجھے کسی
کی کیا پرواہ ہے ـــــ مضمون چھوٹا ہو یا بڑا اس سے میری شاعری
کو کیا ضعف پہنچ سکتا ہے۔ تنقید کا جو معیار مجھے آپ کے پرچے میں
نظر آتا ہے اس کے پیش نظر ..... لیکن چھوڑیئے اس قصے کو ـــــ
کیا آپ کو میری غزلوں کی ضرورت ہے۔ یعنی معاوضہ ادا کر کے کیا آپ
میری غزلیں خریدنے کے لئے تیار ہیں۔

اڈیٹر :۔ جی نہیں ـــــ میں نے آج تک بڑے سے بڑے شاعر کو بھی معاوضہ
ادا نہیں کیا ـــــ حضرت نواب اکبر آبادی اس وقت ہندوستان کے سب
سے بڑے شاعر ہیں ـــــ میں نے آج تک ان کو بھی معاوضہ ادا نہیں کیا۔

(جھانجھ کی چھنانن ننن ..... صرف ایک بار)

کوی :۔ ..... پرسوں آپ میرے پاس سہرا لکھوانے کے لئے تشریف لائے تھے
اور شاید میں نے یہ سہرا لکھنے سے انکار کر دیا تھا ـــــ میں ـــــ میں اب آپ کا سہرا

لکھنے کے لئے تیار ہوں بشرطیکہ آپ معاوضہ کچھ بڑھادیں۔

سہرا والا:۔ اب معاوضہ بڑھانے یا گھٹانے کا سوال ہی نہیں رہا اس لئے کہ میں ایک اور شاعر سے نصف داموں پر سہرا لکھوا چکا ہوں اور یہ شرط ساتھ طے کی ہے کہ سہرا وہ خود پڑھے گا۔

(جھانجھ کی آواز)

کوی:۔ (غصے میں) ..... اور اس نابکار نے مجھے جواب دیا۔ چونکہ میں ادب اور شعر کی خدمت کرتا ہوں اس لئے آپ کو معاوضہ ادا نہیں کرسکتا۔ شعر اور ادب کی خدمت ـــــ اور دنیا جانتی ہے کہ رسالہ نکالنے سے پہلے وہ نیلوفر اور بنفشہ کا شربت بیچا کرتا تھا ـــــ اور ـــــ اور اس پاجی نے کہا آپ کی غزلیں تازہ شمارے میں اس لئے نہیں چھپ سکتیں کہ اس میں آپ کے خلاف ایک طویل مضمون شائع ہو رہا ہے ـــــ میرے خلاف ـــــ میری شاعری کے خلاف ـــــ کیا لکھے گا کوئی میری شاعری کے خلاف اور پھر اس خرافات کے پلندے میں ـــــ میں نے سخت غلطی کی جو اس بھانڈ کے پاس اپنی غزلیں لیکر گیا ـــــ اور ـــــ اور بہت اچھا ہوا جو اس چپٹی ناک والے نے اپنا سہرا کسی حجام سے لکھوالیا ورنہ مجھے سخت روحانی کوفت ہوتی ـــــ میں شاعر ہوں۔ بھڑ بھونجا نہیں ـــــ ہیں ـــــ میں .....

دوست:۔ تم کن الجھنوں میں گرفتار ہو گئے ہو ـــــ لعنت بھیجو ایسے بدذوق آدمیوں پر اور اپنا کام کئے جاؤ ـــــ تمہاری ذات سے ملک اور قوم کی بہت سی امیدیں وابستہ ہیں ـــــ تمہاری شاعری صرف شاعری ہی نہیں الہام ہے ـــــ

آنے والی نسلیں تمہارے مجسمے تیار کریں گی ـــــ تمہیں پوجیں گی ـــــ وہ نظم جو آج کل تم لکھ رہے ہو ایک صرف وہی تمہیں قیامت تک زندہ رکھنے کے لئے کافی ہے ـــــ دراصل تم خود اپنی قدر نہیں کرتے ـــــ تم بہت بڑے آدمی ہو۔ چھوٹے چھوٹے آدمیوں کی حقیر باتوں پر تمہیں غور نہیں کرنا چاہئے۔

کوی:۔ تم سچ کہتے ہو دوست ـــــ سچ کہتے ہو ـــــ یہ میری بیوقوفی ہے جو میں ایسی حقیر باتوں پر غور کرکے اپنا قیمتی وقت برباد کرتا ہوں ـــــ مجھے اپنی نظم مکمل کرنی چاہئے جو شاعری کی دنیا میں ایک انقلاب برپا کردے گی ـــــ میں اس کے دو بند اور لکھ چکا ہوں ـــــ آج دو بند اور لکھوں گا ـــــ عنوان میں نے قائم کرلیا ہے ـــــ "اندھیارا درپن"۔

(جھانجھ کی آواز)

(... کوی کے گنگنانے کی آواز ـــــ ایسا معلوم ہو کہ شعر فکر کر رہا ہے۔ دروازہ کھلنے کی آواز ـــــ کوی گنگناتا رہتا ہے ـــــ دروازہ کھلنے کی آواز پھر آتی ہے ـــــ)

کوی:۔ (چونک کر) ..... کون ہے؟

مالتی:۔ میں ہوں ـــــ مالتی۔

کوی:۔ (خوش ہو کر) اوہ تم ہو ـــــ تم ہو ـــــ میں شعر لکھ رہا تھا اور تمہاری تصویر میری آنکھوں کے سامنے تھی ـــــ عجیب بات ہے کہ تم سے تمہارا تصور زیادہ خوبصورت ہے ـــــ مگر ـــــ مگر ـــــ آج تو تم بہت نکھری ہوئی ہو۔ تمہارے خاکستری ہونٹ ابھی ابھی کھلے تھے تو مجھے ایسا محسوس ہوا تھا کہ ندی کے گدلے پانی میں چمکیلی

مچھلیاں غوطے لگا رہی ہیں ـــــ تمہارے دانت اس وقت میرے خیالوں سے بھی کہیں زیادہ روشن ہیں ـــــ اوہ۔ مالتی میں آج کس قدر خوش ہوں۔

مالتی:۔ آج تم اتنے زیادہ خوش کیوں ہو ـــ کیا میرے لئے .....

کوی:۔ (بات کاٹ کر ..... میں اس لئے خوش ہوں کہ میری نظم آج مکمل ہو جائے گی یہ وہ نظم ہے جس کے چھپنے پر میں تمام ہندوستان میں مشہور ہو جاؤں گا۔ یہ وہ نظم ہے جو قیامت تک میرا نام زندہ رکھے گی ـــ اب وہ وقت دور نہیں جب لوگ مجھے پوجا کریں گے ـــ اور ـــ اور میں تمہاری پوجا کروں گا ـــ کیا تمہیں میری شہرت سے خوشی نہ ہوگی ـــ مالتی۔ تم نہیں جانتی ہو۔ میں کتنا بڑا شاعر ہوں ـــ شاعری میری کنیز ہے اس لئے کہ میں تمہارا غلام ہوں .....

مالتی:۔ ..... میں نہا دھو کر آئی تھی .....

کوی:۔ جبھی تم نکھری ہوئی ہو ـــ غسل ـــ خوبصورتی کے لئے غسل بہت ضروری ہوتا ہے ـــ صرف تمہیں دیکھ لینے سے میری آتما نکھر جاتی ہے ـــ میں سوچتا ہوں ـــ میں سوچتا ہوں اگر تم نہ ہوتیں تو ـــ تو ـــ لیکن یہ سوچ بچار بالکل فضول ہے اس لئے کہ تم ہو ـــ اور چونکہ تم ہو اس لئے دنیا میں میرے لئے سب کچھ ہے۔

مالتی:۔ تمہاری باتیں بڑی میٹھی ہیں ـــ تمہاری کویتا اور بھی میٹھی ہے ـــ تم جب کہتے ہو۔ میں تاروں کی شہزادی ہوں یا تمہارے سپنوں کی ملکہ ہوں تو مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے ـــ جی چاہتا ہے کان کھلے رہیں۔ آنکھوں میں نیند آ جائے اور ساری عمر یہی کچھ سننے میں بیت جائے ـــ مگر ـــ مگر ـــ سارا وقت یوں نہیں

گزر سکتا۔ جب تم پاس نہیں ہوتے ـــ جب تمہاری کویتا میرے کانوں میں صرف ایک بھنبھناہٹ سی بن کے رہ جاتی ہے تو میں کچھ اور سوچنا شروع کر دیتی ہوں۔ جی اور چیزوں کے لئے للچاتا ہے ـــ دولت بھی تو بری چیز نہیں .....

کوی:۔ (ہنستا ہے) دولت ـــ اس کے متعلق پھر کبھی نہ سوچنا مالتی ـــ بہت بری چیز ہے ـــ اس سے دل و دماغ کا ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے ـــ اور پھر دولت اتنی اہم چیز بھی تو نہیں جو اس پر غور کیا جائے ـــ میں ہوں تم ہو۔ میری شاعری ہے ـــ دولت کی ہمیں کیا ضرورت ہے ـــ دولت کی تو ان لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے جو مصنوعی خوشیاں خریدنا چاہتے ہیں اور پھر محبت کرنے والی روحیں تو بہت اونچی ہوتی ہیں .....

مالتی:۔ تم میرے لئے ساڑھی لائے؟

کوی:۔ ساڑھی ـــ ساڑھی ـــ تمہیں ساڑھی کی کیا ضرورت ہے۔ یہ کپڑے بڑے اچھے ہیں ـــ دراصل ـــ دراصل ـــ یہاں پھر اسی دولت کا سوال پیدا ہو جاتا ہے ـــ میں تمہیں ایک نہیں کئی ساڑھیاں لا دوں گا ـــ میں دولتمند بھی جاؤں گا تمہارے لئے ـــ دولت پیدا کرنا کوئی مشکل کام نہیں

مالتی:۔ تو پھر پیدا کیوں نہیں کرتے ـــ میرے ہاتھ لوہے کی مشین چلانے کے لئے نہیں بنے۔ تم خود کہہ چکے ہو کہ میری انگلیاں نازک تاروں میں راگ جگانے کے لئے بنائی گئی ہیں ـــ تم خود کئی بار اپنی کویتا میں لکھ چکے ہو کہ میں شہزادی ہوں ـــ لیکن میں شہزادی کہاں ہوں ـــ یہ لباس جو میں نے پہن رکھا ہے کیا شہزادیوں کا ہے ـــ سب جھوٹ ہے ـــ

کوی :۔ مالتی تم ٹھیک سمجھی نہیں ہو ــــ تم اس خوبصورتی کو نہیں پہنچی ہو جو اس بات میں ہے کہ ایسے لباس میں بھی تم شہزادی ہو ــــ بعض شہزادیاں شہزادیوں کے لباس میں بھی شہزادیاں معلوم نہیں ہوتیں ــــ

مالتی :۔ یہ بات اس وقت تو بڑی اچھی معلوم ہوتی ہے پر ..... میں جاتی ہوں۔

کوی :۔ کہاں ــــ ابھی تھوڑی دیر اور ٹھہرو ــــ مالتی ۔

(دروازہ کھولنے اور بند کرنے کی آواز)

کوی :۔ (ہنستا ہے) ..... چلی گئی ..... (وقفہ) ..... ساڑھی ..... مجھے اس کے لئے ایک ساڑھی کسی نہ کسی طرح ضرور حاصل کرنی چاہئے ــــ ساڑھی میں بہت بھلی معلوم ہوگی ــــ اس کی خواہش بیجا نہیں ــــ یہ نظم مکمل کر لوں پھر ادھر توجہ کروں گا (کاغذوں کی کھڑکھڑاہٹ) ساڑھی ..... ایک نہیں کئی ساڑھیاں ــــ (روپوں کی کھنکھناہٹ چند لمحات تک جاری رہے۔ پھر دوسرے سین کا مکالمہ شروع ہو)

سیٹھ :۔ یہ تو کچھ نہیں ــــ وہ ساڑھیاں جو میں نے تمہارے لئے بمبئی سے منگوائی ہیں دیکھنے کے قابل ہوں گی ــــ بنارسی ساڑھیاں تمہارے لئے آرہی ہیں ــــ بولو اور کیا چاہئے ــــ دنیا کی ہر نعمت تمہیں مل سکتی ہے

مالتی :۔ بس ..... بس ..... (ہنستی ہے) بس ــــ اتنا کافی ہے ــــ اچھا سیٹھ صاحب بتائیے میں اس ساڑھی میں کیسی معلوم ہوتی ہوں ؟

سیٹھ :۔ کیسی معلوم ہوتی ہو ..... بڑی اچھی معلوم ہوتی ہو۔

مالتی :۔ آپ کو تعریف کرنا نہیں آتی ــــ چند روکھے پھیکے لفظوں سے وہ بات پیدا

نہیں ہوتی۔

سیٹھ :۔ کون سی ۔

مالتی :۔ آپ نہیں سمجھیں گے ۔

سیٹھ :۔ بھئی ۔ میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں شاعر نہیں ہوں ــــ اگر میں شاعر ہوتا تو .....

مالتی :۔ (آواز بھرا جاتی ہے) ..... جانے دیجئے ان باتوں کو ــــ میں ..... کچھ نہیں ــــ

سیٹھ :۔ مالتی ــــ تم کچھ دنوں سے اداس اداس کیوں رہتی ہو ــــ کیا مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے ــــ کیا میری توجہ میں کوئی کمی واقع ہوگئی ہے ــــ تم مجھ سے صاف صاف کہو ــــ میں تمہاری ہر خدمت کیلئے تیار ہوں ــــ بولو ۔ تمہیں کیا چاہئے ــــ کشمیر چلو گی ــــ

مالتی :۔ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے ــــ اور سچ پوچھئے تو مجھے تکلیف صرف اس بات کی ہے کہ اب مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے ــــ آپ نے میری ہر خواہش پوری کی ہے ــــ اس سے زیادہ میں آپ سے مانگ نہیں سکتی اور نہ اس سے زیادہ آپ دے سکتے ہیں ..... لیکن میں خوش ہوں (رونی آواز میں) ــــ یہ ظاہر کرتی ہے کہ اسے کوئی دکھ نہیں) ..... میں بہت خوش ہوں (ایکا ایکی پھوٹ کر رونا شروع کر دیتی ہے)

(رونے کی یہ آواز آہستہ آہستہ ڈیل ۔ گیت میں تحلیل ہو جائے ۔

کوی :۔ ..... خلش میں مزا ہے نہ غم میں مزا ہے ۔

نہ اب عشق کے زیر و بم میں مزا ہے
تڑپ میں نہ اب کیف و کم میں مزا ہے

..... عجب زندگی ہے

جو آہیں بھروں بھی تو تسکیں نہیں ہے
دعائیں کروں بھی تو تسکیں نہیں ہے
یقیناً مروں بھی تو تسکیں نہیں ہے

..... عجب زندگی ہے

یہ رنگین منظر بھی بے کیف سے ہیں
قسم ہے گلِ تر بھی بے کیف سے ہیں
وہ بام اور وہ در بھی بے کیف سے ہیں

..... عجب زندگی ہے

زمانے کی رنگت سے گھبرا رہا ہوں
ہر اک رنج و راحت سے گھبرا رہا ہوں
کسی کی محبت سے گھبرا رہا ہوں

..... عجب زندگی ہے

(گیت ختم کرنے کے بعد ٹھنڈی سانس لیتا ہے اور کہتا ہے "عجب زندگی ہے")

دوست:۔ ..... تمہارا دل جل رہا ہے ـــ اس گیت سے جلے ہوئے دل کی بو آتی ہے۔

کوی:۔ میرا کوٹ جل رہا ہو گا ـــ میں سگرٹ جو پی رہا تھا۔

دوست:۔ اپنے آپ کو دھوکا کیوں دیتے ہو ـــ تمہیں آج تک کبھی کوٹ نصیب

بھی ہوا ہے ـــ یہ تمہارا دل جل رہا ہے۔

کوی:۔ جلنے دو ـــ مجھے یہ بتاؤ کہ یہ لٹھی ساڑھی کیسی ہے ـــ ٹھیرو میں تمہیں کھول کر دکھاتا ہوں (کاغذ کی کھڑکھڑاہٹ)..... ہاتھ مت لگانا میلی نہ ہو جائے

دوست:۔ میں پوچھتا ہوں تمہارا دماغ تو نہیں بہک گیا۔ یہ ہر دوسرے تیسرے دن تم کس کے لئے ساڑھی خرید لاتے ہو ـــ یا اب کسی اور سے آنکھ لڑائی ہے؟

کوی:۔ نہیں تو۔

دوست:۔ تو پھر یہ ساڑھیاں کیوں خریدی جا رہی ہیں؟

کوی:۔ مالتی کے لئے۔

دوست:۔ مالتی کے لئے؟

کوی:۔ ہاں مالتی کے لئے ـــ دراصل آج کل میں ایک نئے دلچسپ کھیل میں مشغول ہوں ـــ شعروں کو ساڑھیوں میں تبدیل کر رہا ہوں ـــ شعر بیچتا ہوں ـــ ساڑھیاں خریدتا ہوں۔

دوست:۔ شعر بیچتے ہو اور ساڑھیاں خریدتے ہو؟

کوی:۔ ہاں، شعر بیچتا ہوں اور ساڑھیاں خریدتا ہوں۔ کیا یہ دلچسپ کھیل نہیں ..... ایک بڑا اچھا گاہک مجھے اتفاق سے مل گیا ہے ـــ اس کے پاس ساڑھیاں تھیں مگر شعر نہیں تھے۔ میرے پاس شعر ہیں مگر ساڑھیاں نہیں تھیں۔ اب ہم دونوں ایک دوسرے کے گاہک بن گئے ہیں ـــ اور دوست۔ سچ کہتا ہوں سودا بڑی ایمانداری سے ہو رہا ہے ـــ وہ نہ جانے میرے شعروں کو کہاں استعمال کرتا ہے۔ لیکن میں تو اس کے دیئے ہوئے پیسوں سے ساڑھیاں خریدتا ہوں۔

اور عیش کر رہا ہوں (دیوانہ وار ہنستا ہے۔ جس میں دکھ کا اظہار بھی ہے) عیش کر رہا ہوں ـــــ وہ جو میرے اندر شاعر گھسا ہوا ہے۔ اس کو ہر روز باہر نکالتا ہوں اور اس کی بے عزتی کرتا ہوں ـــ اس کو اپنے سامنے کھڑا کرتا ہوں اور اس سے کہتا ہوں "تو اپنے آپ کو عقل مند سمجھتا ہے ـــ تیری غلط فہمی ہے تو بڑے درجے کا بیوقوف ہے ـــ تو اپنے آپ کو فطرت کا راز داں سمجھتا ہے ـــ تو سمجھتا ہے کہ تیرے تخیل میں دنیا کی تمام وسعتیں سمٹی ہوئی ہیں ـــ تو ہر راز سے واقف ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ تجھے ایک چھوٹا سا راز بھی معلوم نہیں ہوا کہ عورت پہلے عورت ہے بعد میں وہ خیالوں کی ملکہ اور سپنوں کی شہزادی بنتی ہے ـــ تو مسخرا ہے ـــ بھانڈ ہے ـــ سمجھا۔ تو کچھ بھی نہیں ہے ـــ جا میری آنکھوں سے دور ہو جا" ـــ میں اب شاعر کو سزا دے رہا ہوں ـــ شعر مٹاتا ہوں، ساڑھیاں خریدتا ہوں ـــ شاید ـــ شاید ـــ شاید وہ کسی روز واپس آجائے ـــ جب تک میں بہت سی ساڑھیاں جمع کر لوں گا ـــ لیکن میں سوچتا ہوں وہ میرے شعر جمع کر کے کیا کرے گا.....

(موسیقی کا ایک ٹکڑا شروع ہو ـــ ذیل کا مکالمہ اس ٹکڑے پر سپر امپوز کیا جائے)

سیٹھ :۔ مالتی.....

مالتی :۔ مجھ سے کہا آپ نے۔

سیٹھ :۔ ہاں ـــ لو دیکھو۔ میں آج تمہارے لئے کتنی اچھی چیز لایا ہوں۔

مالتی :۔ آپ ہمیشہ میرے لئے اچھی چیز ہی لایا کرتے ہیں۔

سیٹھ :۔ نہیں ـــ خاص کر کے یہ چیز تو بہت ہی بڑھیا ہے۔ تمہیں گانا گانے کا شوق ہے نا ـــ

مالتی :۔ ہاں کبھی تھا ـــ کبھی سنا کرتی تھی۔

سیٹھ :۔ میں تمہیں سناتا ہوں ـــ پھر تم باجے پر اسی چیز کو گانا۔

(ذیل کے اشعار پڑھتا ہے)

یہ کون آیا۔ یہ کون آیا
میری دنیا پہ چھانے
یہ کچھ کھونے یا کچھ پانے
یہ بل کھاتا یہ شرماتا

مالتی :۔ ..... یہ کون آیا۔ یہ کون آیا
آنکھوں میں شرارت اور شوخی
شوخی میں ہے برق کی طراری
جو دیکھ کے مجھ کو اٹھلایا
یہ کون آیا۔ یہ کون آیا۔

سیٹھ :۔ تمہیں تو یہ گیت پہلے ہی سے یاد ہے ـــ کیا پڑھ چکی ہو کہیں۔

مالتی :۔ (چونک کر) ..... سیٹھ صاحب۔ یہ کویتا آپ کہاں سے لائے ہیں۔ یہ کویتا آپ کو کس نے دی ـــ مجھے یہ گیت سارا زبانی یاد ہے۔

سیٹھ :۔ میں نے یہ گیت اور ایسے بہت سے گیت تمہارے لئے خرید لئے ہیں تمہیں پسند ہوں تو اور بھی آجائیں گے۔

مالتی :۔ (دیوانہ وار) ..... خریدے ہیں۔ خریدے ہیں۔ وہ مجھے بیچ رہا ہے ـــ وہ مجھے بیچ رہا ہے ـــ اس کو روکئے ـــ سیٹھ صاحب اس کو روکئے ـــ وہ مجھے بیچ رہا ہے (رونا شروع کر دیتی ہے) ..... وہ مجھ سے انتقام لے رہا ہے ـــ وہ مجھے بیچ رہا ہے۔

(فیڈ آؤٹ)

نقش فریادی

افراد

سہیل ..... شاعر

نجمہ ..... محبت زدہ عورت

اور تین چار محبت فروش عورتیں

نوٹ :۔ ذیل کا تمہید یہ شاعرانہ انداز میں پڑھا جائے۔ اس کے عقب میں کوئی ایسا ساز بجتا رہے جو موزوں و مناسب ہو۔

تمہید یہ :۔ شاعر شعر لکھتے آئے ہیں اور لکھتے رہیں گے ـــ جذبات کے دھارے بہتے آئے ہیں اور بہتے رہیں گے ساز وں کے تار لرزتے رہے ہیں اور لرزتے رہیں گے پتھر میں سندر مورتیاں ڈھلتی رہی ہیں اور ڈھلتی رہیں گی کاغذوں پر خیالات الجھتے رہے ہیں اور الجھتے رہیں گے ـــ دلفریب کہانیاں بنتی رہی ہیں اور بنتی رہیں گی

عشق کی آگ سلگتی رہی ہے اور سلگتی رہے گی ـــ ہوس کی برفانی سلیں جمتی رہی ہیں اور جمتی رہیں گی
بھڑکتے ہوئے شعلے! ـــ پگھلا دینے والی گرمی! ـــ برف کے تودے!
ـــ منجمد کرنے والی سردی! ـــ آگ اور برف ـــ برف
اور آگ .....

نوٹ: آگ کے ساتھ ہی فوراً ہجوم کا شور برپا ہو جائے۔ ایسا ظاہر کیا
جائے کہ کہیں آگ لگی ہے۔ شور کے اس پردے پر ذیل کے ٹکڑے
سپرامپوز کئے جائیں۔

ایک آدمی: آگ ـــ آگ ـــ آگ ـــ

بہت سے آدمی: (بیک زبان) آگ ـــ آگ ـــ آگ ـــ

(آگ بجھانے والے انجن کی آمد ـــ چند لمحات اس انجن کا شور
جاری رہے)

دوسرا آدمی: سہیل مت جاؤ (زیادہ بلند آواز میں) سہیل مت جاؤ۔
آگ کے منہ میں مت جاؤ۔

سہیل: مجھے چھوڑ دو ـــ (گرفت سے نکل کر) ..... چھوڑ دو مجھے۔
(آوازوں کا ہجوم ـــ آگ بجھانے والے انجن اور لوگوں کی چیخوں
کا ملا جلا شور۔ چند لمحات کے بعد یہ شور آہستہ آہستہ فیڈ کر دیا
جائے۔ اس کے بعد دوسرا منظر شروع ہو۔)

سہیل: (ہانپتے ہوئے) ..... تم زندہ ہو ـــ تم زندہ ہو ـــ آنکھیں کھولو۔

نجمہ: (گھٹی گھٹی آواز میں) ..... آگ ـــ آگ۔

سہیل: بجھ چکی ـــ اب آؤ اس میں سے نکل کر دوسری آگ میں کود جائیں۔

نجمہ: (گھبرا کر) ..... تم ـــ تم کون ہو ـــ میں یہاں کیسے آئی؟ ـــ

سہیل: (اطمینان کا سانس لیکر) آہ۔ تم زندہ رہو ـــ میرے تصور سے بھی
کہیں زیادہ زندہ ہو۔

نجمہ: ـــ میں یہاں کیسے آئی؟

سہیل: دھوئیں کے مرغولوں میں تمہارے ان بالوں کی سیاہ لٹیں کتنی دلفریب
دکھائی دیتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا رات کی تمام پراسرار تاریکیاں کسی نے
آنہوسی ڈبیا میں بند کر دی ہیں۔

نجمہ: ـــ تم کون ہو؟

سہیل: وہ شر جو اپنی جگہ سے اکھڑ گیا ہے۔

نجمہ: ـــ میں نے پہچان لیا ـــ تم سہیل موسیقار ہو ـــ کیا یہ غلط ہے؟

سہیل: میں سہیل موسیقار ہی ہوں۔

نجمہ: میں نے دور سے تمہیں کئی بار دیکھا ہے ـــ میں نے تمہارے نغمے
بھی سنے ہیں۔

سہیل: میں نے تمہیں آج پہلی بار دیکھا ہے ـــ شعلے بھڑک رہے تھے دھوئیں
کی چادریں تن رہی تھیں۔ اور تم چیخ رہی تھیں ـــ تمہاری ایک چیخ میں نے
سنی جو میرے بنائے ہوئے نغموں کے دل چیرتی ہوئی نکل گئی ـــ میں بھاگا
ـــ دھوئیں اور آگ کے الجھاؤ میں گھس گیا۔ اور تمہیں اپنی گود میں

نجمہ :۔ مدا آہستہ مگر جذبات بھری آواز میں) سہیل ایسی کتنی شامیں گزر چکی ہیں؟

سہیل :۔ کس کمبخت کو یاد ہے ـــــ جانے کتنی گزر چکی ہیں ـــــ محبت حساب کی بہت کچی ہوتی ہے۔

نجمہ :۔ سہیل مجھے ایسا کیوں محسوس ہوتا ہے کہ میں نے ایک لمبا سفر طے کرنے کے بعد تھک کر گرم گرم قہوے کی پیالی پی ہے اور نرم نرم لحاف اوڑھ کر لیٹ گئی ہوں ـــــ مجھے ایسا کیوں لگتا ہے ـــــ یہ میٹھی میٹھی سی تھکن ـــــ یہ شیر گرم سا اضمحلال جس میں کہ میں لپٹی ہوئی ہوں مجھے کیوں اچھا لگتا ہے؟ ـــــ

سہیل :۔ یہ تھکن ـــــ یہ شیر گرم سا اضمحلال ہی زندگی کا عرق ہے ـــــ نجمہ۔ زندگی کتنی خوبصورت چیز ہے! ـــــ ہری ہری گھاس کا یہ بستر ـــــ اوپر نیلا نیلا آسمان اور اس پر ہوا سے اِدھر اُدھر اڑتے سفید بادلوں کے ٹکڑے ـــــ کیا ایسا معلوم نہیں ہوتا کہ شاہجہاں کے نامکمل مرمریں خواب حقیقت بننے کے لئے بے تاب ہیں ـــــ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے اس کے ہر جھونکے میں دبے پاؤں آنے والی شام کے ریشمی لباس کی کتنی سرسراہٹیں گھلی ہوئی ہیں ـــــ

نجمہ :۔ سرسراہٹیں .....!

سہیل :۔ فضا ایک بے آواز موسیقی سے معمور ہے ـــــ رات کی سیاہ اور گھنی پلکوں پر دن اپنے جلے پر تول رہا ہے۔ آسمان کی سرخی مائل نیلاہٹوں میں کتنے ناگفتہ شعر لپٹے ہوئے ہیں ـــــ (وقفہ) ـــــ اس ماحول میں دماغ میرا ایک جھاڑ سا بن گیا ہے۔ جس میں خیالات بلوریں قمقموں کی طرح جھم جھم

کر رہے ہیں۔

نجمہ :۔ سہیل تم شاعر بھی ہو.....

سہیل :۔ یہ تمہارا ہی ایک ادنےٰ کرشمہ ہے ورنہ سہیل کے دل میں ان تمام لطافتوں کی آنکھیں مندی رہتیں ـــــ

(وقفہ)

نجمہ :۔ (اضطراب کے ساتھ) مجھے چھوڑ مت جانا!

سہیل :۔ کیسی باتیں کرتی ہو نجمہ۔

نجمہ :۔ (اضطراب کے ساتھ) سہیل مجھے معاف کر دو۔ مگر یہ دنیا اس قدر حسین نہیں جتنی کہ اب نظر آتی ہے ـــــ غازے کا یہ خوبصورت غبار جو اس وقت کائنات پر چھا رہا ہے۔ مجھے پیارا لگتا ہے۔ لیکن میں اسے ہاتھ لگاتے ڈرتی ہوں ـــــ بچپن میں جب میں تیتریوں کو پکڑا کرتی تھی تو ان کے پروں کے خوبصورت رنگ میری انگلیوں کے ساتھ لگ جایا کرتے تھے ـــــ میں ڈرتی ہوں۔ ـــــ اسی لئے میرا جی چاہتا ہے کہ ہم دونوں اس باغ میں پتھر کی دو مورتیاں بن جائیں ـــــ جو کچھ اس وقت نظر آتا ہے پتھر میں ڈھل کر دیرپا ہو جائے ـــــ تمہاری تمام باتیں ننھے ننھے سنگریزے بن کر اس سامنے والی ندی میں لڑھک جائیں ـــــ مجھے ڈر ہے کہ یہ دلفریب گھڑیاں پگھل جائیں گی ـــــ یہ سیال مسرت ایسی ڈھلوانوں میں بہہ جائے گی کہ اس کا نام و نشان تک نہیں ملے گا ..... مجھے چھوڑ مت جانا سہیل.....

سہیل :۔ تمہیں چھوڑ کر سہیل کہاں جائے گا پیاری ـــــ جس طرح راگ سے

کوئی سرعلیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح سہیل کی زندگی سے تم جدا نہیں ہو سکتیں۔

نجمہ:۔ ایک بار پھر یہی کہو۔

سہیل:۔ لو سنو ۔۔۔ نہیں تم خود کہو۔

عقب میں جو ساز بجتا رہا تھا ابھر آئے۔ پھر آرکسٹرا کے دوسرے ساز بھی ہم آہنگ ہو جائیں اور ذیل کا گیت شروع ہو۔

چاند سے پھوٹا درد کا دھارا
ڈوب رہا ہے سکھ کا تارا
سونا سونا ہے جگ سارا
آجا میرے پاس
میں ہوں تیرے من کی آس

میں ہوں ایک سہانا سپنا
سپنوں سے قائم سندرتا
رس کی بوندیں پریم کی برکھا
سکھ کی جھیل پہ جیون نیا
آجا میرے پاس

میں ہوں تیرے من کی آس

شبنم پھول کی پیاس بجھائے
چاند چکور کو پاس بلائے
بھونرا پھولوں پر منڈلائے
تو کیوں اپنا من ترسائے
آجا میرے پاس
میں ہوں تیرے من کی آس

اس گیت کے سر آہستہ آہستہ تحلیل ہو جائیں ـــــ پھر تیسرا منظر نجمہ کی سسکیوں سے شروع ہو۔

تسنیم:۔ نجمہ تم رو رہی ہو۔

نجمہ:۔ اس لئے کہ ہنستی بہت رہی ہوں۔

نبیلا:۔ یہ تمہیں ایکا ایکی کیا ہو گیا؟

نجمہ:۔ ایکا ایکی کہاں ہوا ہے ـــــ یہ سب کچھ ایکا ایکی ہوتا تو دل کی حرکت ایک دم بند ہو جاتی۔ رونا تو اسی بات کا ہے کہ جو کچھ ہو اہبت ہو لے ہو لے ہوا اس قدر دھیرے دھیرے کہ یہ آنسو جو اب آنکھوں سے نکل رہے ہیں جانے پہچانے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ گھلا ہوا صدمہ میں خود ہی

اوک سے پیتی رہی ہوں۔

تسنیم :- نجمہ آنسو معنے نہیں ہوتے۔

نجمہ :- دنیا میں کوئی چیز بھی معمہ نہیں تسنیم۔ زندگی کا دھاگا بہت صاف اور سیدھا ہے۔ اس میں الجھاؤ تو ہم خود پیدا کرتے ہیں ـــ آہ یہ الجھاؤ ـــ کچھ دن پہلے دنیا کتنی سندر دکھائی دیتی تھی۔ ایسا لگتا تھا۔ وقت کا چکر ایک صحت افزا مقام پر رک گیا ہے۔ ہوائیں لطیف اور خوشبوؤں میں بسی ہوئی تھیں۔ جی چاہتا تھا کہ یہ بس یہیں رکا رہے ـــ پر جب ہولے ہولے آنکھیں کھلیں تو دیکھا وقت کا چکر اسی طرح چل رہا ہے ـــ میں بہت آگے نکل چکی ہوں۔ پیچھے مڑ کر جب دیکھا تو ماضی کے ریگستان میں اس کانچ کے سپنے کے ریزے چمکتے نظر آئے ـــ کانچ کتنا ہی سندر ہو آخر کانچ ہے۔

نبیلا :- سہیل .....

نجمہ :- اس کا نام نہ لو نبیلا ـــ خدا کے لئے اس کا نام نہ لو ـــ میں اس کو بھول جانا چاہتی ہوں۔

نبیلا :- نہیں نجمہ۔ تم اسے نہیں بھول سکتیں۔ وہ بھی کہیں نہیں بھلا سکتا ـــ کیا دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے صرف بھول جانے کے لئے ہوتا ہے ؟ ـــ تم بھولتی ہو۔ ضرور تمہارے دل میں بے بنیاد شکوک پیدا ہو گئے ہیں ـــ سہیل تمہیں دھوکا نہیں دے سکتا ـــ کیوں تسنیم تمہارا کیا خیال ہے۔

تسنیم :- سہیل کبھی دھوکا نہیں دے سکتا۔ اگر اس نے دھوکا دیا ہے تو سمجھنا پڑے گا۔ یہ دنیا خود ایک بہت بڑا فریب ہے۔

نبیلا :- غلط ہے یہ دنیا فریب نہیں ہے ـــ یہ فریب نہیں ہو سکتا۔

نجمہ :- یہ فریب اتنا بڑا ہے کہ فریب دکھائی نہیں دیتا۔

نبیلا :- تو اسے ختم کر دینا چاہئے۔

نجمہ :- مجھ میں اتنی ہمت کہاں ؟ ـــ اگر مجھ میں اتنی ہمت ہوتی بھی تو میں اسے ختم نہ کرتی ـــ میں صرف اس کو بھولنا چاہتی ہوں۔ باقی تمام چیزیں میں یاد رکھنا چاہتی ہوں

تسنیم :- آخر ہوا کیا ؟

نجمہ :- سہیل موسیقار ہے ـــ ایک راگنی اس نے بنائی تھی۔ اس کو بنا کر وہ کچھ دن خوش رہا۔ اب وہ نئے سُروں کی تلاش میں ہے۔

تسنیم :- تم کو پا کر وہ سب راگنیاں بھول گیا تھا۔

نجمہ :- مجھے ایسا ہی محسوس ہوتا تھا یہی وجہ ہے کہ تمام کڑوی حقیقتیں جانتے ہوئے بھی میرے دل کے کسی گوشے میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ میں سہیل کے چاروں طرف ایک دیوار بنا جاؤں اور اسے قید کر لوں ـــ مگر ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں اب اسے نہیں پا سکتی۔

تسنیم :- کیوں ؟

نجمہ :- وہ جب میرے نزدیک آ رہا تھا تو دراصل وہ مجھ سے بہت دور جا رہا تھا میں سمجھ نہ سکی ـــ میں اس کو بالکل سمجھ نہ سکی۔

نبیلا :- تمہیں اس کا افسوس ہے۔

(وقفہ)

نجمہ :- میں اس کا کیا جواب دوں ـــ نہیں، مجھے افسوس نہیں ہے۔

(وقفہ)

تسنیم: مجھے یقین نہیں آتا۔ انہونی سی بات ہے۔ سہیل کبھی ایسا نہیں ہو سکتا۔

نجمہ: (لہجے سے دکھ کو دور کر کے) چھوڑو اس قصّے کو۔۔۔ اپنے آپ کو دھوکا دیتی ہے! دنیا اسی طرح فریب ہے۔۔۔ اس کی رنگینیاں اسی طرح قائم ہیں۔۔۔ کوئی چیز کم یا زیادہ نہیں ہوئی (مینڈکوں کی آواز آہستہ آہستہ فیڈ ان کی جائے۔۔۔ یہ آواز اس منظر کے آخر تک جاری رہے)..... وہ دیکھو اس جوہڑ کے ساکن پانی پر چاندنی کیسا منظر پیش کر رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ ایک بہت بڑی کٹھالی میں چاندی پگھل رہی ہے۔ چاروں طرف خاموشی ہے۔ یہ اونچے اونچے پیڑ اور یہ پست قد جھاڑیاں یوں چپ چاپ ہیں جیسے ایک نہایت ہی دلچسپ کہانی سن رہی ہیں۔۔۔ دنیا اسی طرح خوبصورت ہے۔ اس کی خوبصورتی میں کوئی فرق نہیں آیا۔۔۔ وہ دیکھو جوہڑ کے پاس مٹی کے اس ڈھیلے پر ایک مینڈک بول رہا ہے..... کتنی پیاری آواز ہے۔۔۔۔ (آواز بھرّا جاتی ہے اور ایک دم پھوٹ کے رونا شروع کر دیتی ہے۔۔۔)

۔۔۔ سہیل۔۔۔۔۔ سہیل۔۔۔۔۔!!

(مینڈک کی آواز چند لمحات کے بعد تحلیل کر دی جائے۔ پھر چونکا منظر شروع ہو)

اختری:۔ سہیل میرے پاس بیٹھو۔ آؤ میٹھی میٹھی باتیں کریں۔

سہیل:۔ (وقفہ) چلو شروع کرو۔۔۔ آج میری زندگی میں مصری گھول دو۔

اختری:۔ صرف آج ہی کیوں ہمیشہ کے لیے کیوں نہیں؟

سہیل:۔ اور میں پوچھتا ہوں کہ ساری ہمیشگی آج ہی کیوں نہ جمع کر دیں۔۔۔۔۔۔ جو کچھ کل یا پرسوں ہونے والا ہے آج ہی کیوں نہ ہو۔

اختری:۔ سہیل ہر روز یہی ہوتا ہے۔ ہم ہمیشہ وقت سے کچھ آگے ہی رہتے ہیں۔ جب سے تم آئے ہو آج آنے والی کل بنی رہی ہے۔۔۔ تم اتنی دیر کہاں چھپے ہوئے تھے۔

سہیل:۔ آج اور کل کے اسی الجھاؤ میں میں کہیں پھنسا ہوا تھا۔

اختری:۔ کہ میں نے تمہیں نکال لیا۔

سہیل:۔ اور جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تو مجھے تعجب نہ ہوا۔۔۔ تم نے مجھے اجنبی نہ پایا اس لئے کہ تم میرے لئے اجنبی نہیں تھیں۔۔۔ تمہارا تصوّر بہت دیر سے میرے دماغ میں موجود تھا۔۔۔ (وقفہ)..... اختری۔

اختری:۔ بولو

سہیل:۔ بس کہہ دیا جو کہنا تھا۔۔۔ دنیا میں خاموشی نہ ہوتی تو لطیف جذبات کا اظہار کس قدر مشکل ہو جاتا۔

اختری:۔ درست ہے پر اس وقت میں خاموشی نہیں چاہتی۔۔۔ تم پاس ہوتے ہو تو جی چاہتا ہے کہ بولتے چلے جاؤ۔ باتوں کی یہ سیڑھی اوپر کو اٹھتی چلی جائے حتیٰ کہ میں تاروں کی دنیا میں پہنچ جاؤں۔

سہیل:۔ (ازراہ مذاق) پر وہاں تمہیں سہیل نہیں ملے گا۔

اختری:۔ تمہیں ساتھ لے کر چلوں گی۔

سہیل:۔ چلو چلیں۔

اختری:۔ آؤ میرے پاس آجاؤ ـــــ اور زیادہ قریب آجاؤ۔

آہستہ آہستہ میوزک شروع ہو اور اختری ذیل کا ایک بند گائے

میں ہوں ایک سہانا سپنا
سپنوں سے قائم سندر تا
رس کی بوندیں پریم کی برکھا
سکھ کی جھیل پہ جیون نیا
آجا میرے پاس ـــ میں ہوں تیرے من کی آس

(گیت کی دھن سازوں پر بجتی رہے۔ ذیل کا مکالمہ اس پر سپرامپوز کیا جائے)

سہیل:۔ (مضطرب ہوکر) اختری۔ یہ کیسا گیت ہے۔

اختری:۔ تمہارا ہی تو ہے۔

سہیل:۔ میرا ـــــ تم نے کہاں سے سیکھا؟

اختری:۔ آج کل ہر ایک کی زبان پر ہے۔

سہیل:۔ ہر ایک کی زبان پر کیسے ہو سکتا ہے۔

(گیت کی دھن چند لمحات سازوں پر جاری رہے۔ پھر ذیل کا بند کوئی اور لڑکی گائے)

شبنم پھول کی پیاس بجھائے
چاند چکور کو پاس بلائے
بھونرا پھولوں پر منڈلائے

تو کیوں اپنا من ترسائے
آجا میرے پاس ـــ میں ہوں تیرے من کی آس

(گیت کی دھن سازوں پر بجتی رہے۔ پھر ذیل کا مکالمہ اس پر سپرامپوز کیا جائے)

سہیل:۔ شبنم اور پھول سب بکواس ہے ـــ چاند اور چکور کی محبت ایک من گھڑت داستان ہے ـــ یہ گیت واہیات ہے۔ اس کا کوئی مطلب نہیں ـــ لوگ پاگل ہیں جو اسے گاتے ہیں۔ اس کا کوئی مطلب نہیں۔

(گیت کی دھن چند لمحات سازوں پر جاری رہے پھر ذیل کا بند کوئی دوسری لڑکی گائے)

چاند سے پھوٹا درد کا دھارا
ڈوب رہا ہے سکھ کا تارا
سونا سونا ہے جگ سارا
تو پھرتا ہے مارا مارا
آجا میرے پاس ـــ میں ہوں تیرے من کی آس۔

(چند لمحات تک اس گیت کی دھن سازوں پر بجتی رہے پھر آہستہ آہستہ فیڈ آؤٹ کر دی جائے۔ اس کے بعد ذیل کا منظر سہیل کے قہقہوں سے شروع ہو)

سہیل:۔ خدا جانے یہ کس بیوقوف کا گیت ہے ـــ آؤ ہنسیں۔ ہنسی ہی دنیا کا سب سے بڑا گیت ہے ـــ زہرہ۔ تم ہنستی کیوں نہیں ہو۔

زہرہ:۔ مجھے ہنسی نہیں آتی۔

سہیل:۔ تو میرے سامنے سے ہٹ جاؤ ـــ انوری تم ہنسو۔

انوری:۔ (ہنسنے کی کوشش کرتی ہے)۔

سہیل :۔ کچھ نہیں۔ کھل کے ہنسو ــــ یہ علیل ہنسی مجھے پسند نہیں ــــ صحت مند ہنسی کا ایک فوارا چھوٹنا چاہئے ــــ دیوانہ وار ہنسو ــــ مشتری ادھر آؤ۔

مشتری :۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے سہیل ؟

سہیل :۔ مجھے کیا ہوا ہے ؟ ــــ مجھے کیا ہو سکتا ہے ــــ میں عیش چاہتا ہوں ــــ دنیا کی تمام عشرتوں کا منہ چومنا چاہتا ہوں ــــ تمہیں کچھ ہو گیا ہے ــــ تم عورتیں نہیں رہی ہو۔

زہرہ :۔ سہیل۔

سہیل :۔ (چونک کر) یہ مجھے کس نے پکارا ؟ ــــ اوہ۔ زہرہ ــــ آؤ۔ ادھر آؤ۔ تم کہاں چھپی ہوئی تھیں ــــ آؤ میری آنکھوں کے سامنے آؤ ــــ تم عورت ہو تمہارا رخساں رخساں عورت ہے ــــ آؤ۔ اپنی ان مخروطی انگلیوں سے میرے بالوں میں کنگھی کرو کہ مجھے نیند آجائے ــــ کئی رات جگے میری آنکھوں میں جمائیاں لے رہے ہیں۔ مجھے سلا دو۔

زہرہ :۔ سو جاؤ۔

سہیل :۔ نہیں میں نہیں سوؤں گا ــــ نیند بیکار چیز ہے۔ میں جاگتا رہوں گا ــــ آہ۔ زہرہ۔ تم خوبصورت ہو ــــ مجھے لفظ نہیں ملتے کہ تمہاری خوبصورتی بیان کر سکوں۔

زہرہ :۔ پہلے تمہیں لفظ مل جایا کرتے تھے۔

سہیل :۔ یہ کیا بکواس ہے ــــ پہلے پہلے ــــ پہلے کیا ہوتا تھا جواب نہیں ہوتا ــــ میرے پاس لفظوں کا ذخیرہ ویسے کا ویسا موجود ہے۔

زہرہ :۔ کیا تم اسی طرح بکواس کیا کرتے تھے ؟

سہیل :۔ (وقفہ) مجھے معاف کر دو زہرہ ــــ میرے لہجے میں کیا کھردرا پن آگیا تھا (وقفہ ــــ موڈ بدل کر) ... چلو آؤ کسی باغ میں چلیں ــــ انوری، مشتری تم بھی آؤ۔ ذرا تاروں کی چھاؤں میں ایک محفل گرم کی جائے۔ آج میں سازوں کے تمام سر بیچین کر دوں گا۔ سہیل کی انگلیاں پردوں پر یوں دوڑیں گی جیسے بادلوں میں بجلی کی دھاریاں ــــ آج رات ایک نئی زندگی کا دور شروع ہو ــــ اس دور کا ذرہ ذرہ نیا ہو گا ــــ پرانے نقش آج پیروں سے مٹا دیئے جائیں گے۔ ان کے بدلے نئے بیل بوٹے بنیں گے ــــ آؤ باغ میں چلیں (آگ بجھانے والے انجن کی آواز فیڈ ان کی جائے۔ یاد رہے کہ یہ آواز بہت ہولے ہولے آئے) ... یہ کیسی آواز ہے ... (مضطرب ہو کر) یہ کیا ہوا ــــ زہرہ تم سنتی ہو ؟

زہرہ :۔ گھنٹہ سا بج رہا ہے۔

سہیل :۔ مشتری تم نے بھی یہ آواز سنی۔

مشتری :۔ سن رہی ہوں۔

سہیل :۔ کیا یہ میرا واہمہ تو نہیں۔

مشتری :۔ کہیں آگ لگی ہے۔

سہیل :۔ (دیوانہ وار) ... آگ ــــ آگ ــــ کہاں لگی ہے آگ ؟

زہرہ :۔ سہیل تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ آگ یہاں تھوڑے ہی لگی ہے۔

سہیل :۔ میں جانتا ہوں کہاں لگی ہے ــــ میں جانتا ہوں یہ آگ کس نے لگائی ہے ؟ ــــ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اس میں کون جل رہا ہے ــــ کیا تمہیں

اس کی چیخیں ہمیں سنائی دیتیں۔

زہرہ:۔ کس کی؟

سہیل:۔ تم اسے نہیں جانتی ہو۔ میں جانتا ہوں ـــ مجھے جلد بھاگنا چاہئے ـــ

(دروازے پر زور زور سے مکیاں مارتا ہے) دروازہ کھولو ـــ دروازہ کھولو ـــ جلدی کھولو ـــ مجھے دیر ہو جائے گی۔

زہرہ:۔ کھولتی ہوں۔ پر تم جا کہاں رہے ہو۔

سہیل:۔ نجمہ کے پاس ـــ ایسا نہ ہو کہ بیچاری جل جائے ـــ تم اس کی آواز نہیں سنتی ہو؟ (دروازہ کھلنے کی آواز۔ اس کے ساتھ ہی ذیل کا بند نجمہ گائے)

چاند سے پھوٹا درد کا دھارا
ڈوب رہا ہے سکھ کا تارا
سونا سونا ہے جگ سارا
تو پھرتا ہے مارا مارا
آجا میرے پاس ـــ میں ہوں تیرے من کی آس۔

نوٹ: "آجا میرے پاس ـــ میں ہوں تیرے من کی آس" بار بار دہرایا جائے ـــ یہ بند اور آخر کی یہ دو سطریں کچھ اس طرح گائی جائیں کہ ان کا ایک ایک لفظ سنائی دے۔ مگر عقب میں آگ بجھانے والے انجن کا شور برابر جاری رہے ـــ جب بند پورا گا لیا جائے تو سہیل کہے)

سہیل:۔ میں آ رہا ہوں ـــ میں آ رہا ہوں۔

زہرہ:۔ کہاں جا رہے ہو سہیل ـــ یہ کیا پاگل پن ہے۔

سہیل:۔ مجھے چھوڑ دو ـــ مجھے چھوڑ دو ـــ تم اس نقش کی فریاد نہیں سنتی ہو۔ جس کو میں نے خود بنایا تھا۔

نوٹ:۔ آگ بجھانے والے انجن کا شور زیادہ بلند ہو جائے اس کے ساتھ ہی نجمہ کے گائے ہوئے یہ بول "آجا میرے پاس ـــ میں ہوں تیرے من کی آس" بلند تر ہو جائیں۔ آخر میں یہ دونوں چیزیں بلند ترین ہو جائیں ـــ پھر آہستہ آہستہ ان کو تحلیل کر دیا جائے۔

جب شور ختم ہو جائے تو ذیل کا ٹکڑا دردناک سروں پر سپرامپوز کیا جائے۔

ایک آدمی:۔ روئی کے گودام میں آگ لگی تھی ـــ سہیل اس میں کیوں گھس گیا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

دردناک سُر چند لمحات تھرتھرا کر خاموش ہو جائیں
(فیڈ آؤٹ)

بیمار

افراد

کمار " " " " " (بیمار)
گڑوانی " " " "
رشید " " "
بیدی " " " " کمار کے دوست
آتما سنگھ " "
مادھو " " " " کمار کا نوکر

(کھانسنے کی آواز سنائی دیتی ہے)

کمار:۔ (کھانستا ہے) مادھو۔۔۔ مادھو۔۔۔۔ (کھانستا ہے)۔۔۔۔ مادھو۔۔۔

مادھو:۔ (آواز دور سے آتی ہے) جی آیا صاحب۔

کمار:۔ ادھر آ بھاگ کے۔۔۔۔ ہیں۔۔۔ اُف۔۔۔ اُف، اس بخار نے مجھے کس قدر نڈھال کر دیا ہے۔۔۔ (کھانستا ہے) ارے مادھو!

مادھو:۔ آیا صاحب۔۔۔ بس ابھی حاضر ہوا سرکار (آواز دور سے آتی ہے)۔

کمار:۔ تو جب تک حاضر ہوگا۔ میری جان لبوں تک آجائے گی کمبخت۔۔۔ معلوم ہوتا ہے تجھے بخار سے کبھی واسطہ نہیں پڑا۔

مادھو:۔ کیا حکم ہے سرکار؟

کمار:۔ سرکار کے بچے۔۔۔ اتنی دیر سے جو تجھے بلا رہا ہوں کیا تو نے کانوں میں روئی ٹھونس رکھی ہے۔

مادھو:۔ میں۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ سرکار، باورچی خانے میں برتن صاف کر رہا تھا۔ فرمائیے کیا حکم ہے؟

کمار:۔ مجھے دوا پلا۔۔۔۔ وقت ہو گیا ہے اور تجھے خبر ہی نہیں۔۔۔۔ کوئی مرے کوئی جیے تیری بلا سے۔۔۔۔ (کھانستا ہے) پردیس تو ویسے ہی دکھ سے بھرا ہوتا ہے اور جب بخار چڑھ جائے تو اور مصیبتیں آگھیرتی ہیں۔۔۔۔ (کھانستا ہے) دوست یار اتنے ہیں پر کسی نے بھولے سے بھی تو اس طرف کا رخ نہیں کیا۔۔۔۔ دوا بنائی تو نے؟

مادھو:۔ بنائی سرکار۔۔۔۔ جو دواڈاکدار صاحب نے رات کو پلائی تھی۔ تھوڑی سی چار پانچ گھونٹ وہ بھی میں نے مسکچر میں ڈال دی ہے۔

کمار:۔ کیا؟

مادھو:۔ یہ بوتل والی۔۔۔۔ (میز پر سے بوتل اٹھانے کی آواز) یہ رہی بوتل سرکار!

کمار:۔ (زور سے) تیرا ستیاناس ہو۔۔۔ برانڈی کے تین پگ غارت کر دیئے نابکار۔۔۔

(کھانستا ہے) یہ تجھ سے کس نے کہا تھا کہ فیور کمسچر میں برانڈی گھول دے.....

مادھو:۔ نہیں صاحب۔ دوسری بوتل کی دوا بھی تو ڈال دی ہے۔

کمار:۔ کون سی؟

مادھو:۔ یہ رہی صاحب (بوتل اٹھانے کی آواز)

کمار:۔ تیرا بیڑا غرق ہو مادھو..... تیرا بیڑا غرق ہو..... جادو رہو جا (کھانستا ہے) پاجی..... یو ڈی کلون کی ساری شیشی تو نے فیور کمسچر میں ڈال دی ہے..... تیرا ستیاناس ہو (کھانستا ہے) تو آج مجھے کس قسم کی دوا پلانا چاہتا ہے؟

مادھو:۔ سرکار.....!

کمار:۔ خبردار جو تو نے اب کوئی بات کی..... بھاگ جا یہاں سے بھاگ جا.....

ارے میں تجھ سے کیا کہہ رہا ہوں..... دور ہو جا میری نظروں سے۔

مادھو:۔ اچھا صاحب جاتا ہوں..... پر.....

کمار:۔ تو چلا جا یہاں سے میں کچھ سننا نہیں چاہتا..... (کھانستا ہے)..... اُف، اُف..... کھانسی سے برا حال ہو رہا ہے۔ اور اس نابکار نے ساری دوا کا ستیاناس مار دیا ہے..... یہ تو خیر گذری جو میں نے اس سے پوچھ لیا ورنہ فیور کمسچر میں برانڈی اور یو ڈی کلون پینا پڑتے (بے اختیار ہنستا ہے) فیور کمسچر، برانڈی اور یو ڈی کلون..... کیا جوڑ ہے (ہنستا ہے) (گھنٹی بجتی ہے)

کمار:۔ چلے آؤ..... بھئی چلے آؤ..... (آہستگی سے) شکر ہے کوئی آیا تو ہے۔

(دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دیتی ہے)

گڈوانی:۔ کیا قصہ ہے بھئی آج..... تم پیٹ بھر کے ہنس رہے ہو..... کیا گھر سے خرچ

آیا ہے..... یا کسی لاٹری کا ٹکٹ نکل آیا ہے؟

کمار:۔ (زور سے ہنستا ہے..... پھر زور زور سے کھانسنا شروع کر دیتا ہے)

گڈوانی:۔ ارے کیا ہو گیا ہے تمہیں پاگل تو نہیں ہو گئے..... اور یہ کمبل کیا اوڑھ رکھے ہیں تم نے؟

کمار:۔ (کمزور آواز میں) بیٹھ جاؤ تمہیں سب کچھ بتاتا ہوں (کھانستا ہے) کل سے مجھے بخار آ رہا ہے کھانسی بھی ہے (کھانستا ہے)

گڈوانی:۔ تو کونسی آفت آ گئی۔

کمار:۔ کل رات ڈاکٹر بلوایا تھا۔ ایک مکسچر دے گیا ہے۔ دو خوراکیں پی ہیں اب تیسری پینا تھی۔ مادھو کو بلایا کہ بوتل میں سے دوا انڈیل دے۔ اور اس نے یہ ساری بوتلیں گلاس میں خالی کر دیں۔

گڈوانی:۔ یو ڈی کلون، اور برانڈی؟

کمار:۔ ہاں، ہاں، یہ پڑا ہے نا گلاس!

گڈوانی:۔ (ہنستا ہے) بائی گاڈ..... تمہارا یہ مادھو اب اس قابل ہو گیا ہے کہ اسے چڑیا گھر بھیج دیا جائے۔

کمار:۔ میں اس کی بیوقوفی پر ہنس رہا تھا۔

گڈوانی:۔ اور میں تمہاری بیوقوفی پر ہنس رہا ہوں تمہیں کھانسی ہو رہی ہے۔ بخار بھی ہے اور ابھی تک تم نے علاج ہی شروع نہیں کیا۔

کمار:۔ مکسچر پی تو رہا ہوں۔

گڈوانی:۔ وہ بھی اسی قسم کا ہو گا جیسا کہ تمہارے مادھو نے تیار کیا ہے..... یہ ڈاکٹر بھلا

کیا جانیں کھانسی اور بخار کا علاج ..... تم نے کل مجھے اطلاع دی ہوتی تو میں یوں چٹکیوں میں ٹھیک کر دیتا..... خیر اب بھی سب ٹھیک ہو جائے گا...

مادھو کہاں ہے؟

کمار:۔ اندر ہے (کھانستا ہے)

گڈوانی:۔ مادھو..... مادھو!

مادھو:۔ آیا صاحب..... کیا حکم ہے سرکار؟

گڈوانی:۔ تو اتنا بڑا ہو گیا ہے، منہ پر اتنی بڑی داڑھی لئے پھرتا ہے پر ابھی تک تجھے بخار کا علاج معلوم نہیں ہوا ــــ جا کسی عطار کی دکان سے دو پیسے کی املی اور دو پیسے کا آلو بخارا لے آ..... اور ساتھ ہی بازار سے مٹی کا ایک انجورہ بھی لے آئیو..... سمجھ میں آگیا نا؟ دو پیسے کی املی اور دو پیسے کا آلو بخارا ..... بھاگ کے جا۔

کمار:۔ (کھانستا ہے) املی اور آلو بخارا؟

گڈوانی:۔ تم یوں پوچھتے ہو۔ جیسے میں نے سمرقند اور بخارا منگوانے بھیجا ہے اسے۔

کمار:۔ گڈوانی..... یہ دونوں چیزیں کھٹی ہیں اور میں (کھانستا ہے) کھانسی سے مر رہا ہوں

گڈوانی:۔ تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے..... لوہے کو لوہا ہی کاٹ سکتا ہے۔ کھانسی کا توڑ صرف املی اور آلو بخارا ہے۔ پرانے زمانے کا سب سے اچھا علاج ہے۔ سو بیماریوں کی ایک دوا ہے۔ ذرا اپنی زبان تو دکھاؤ۔

کمار:۔ (منہ کھولنے کی آواز) لو۔

گڈوانی:۔ ذرا اور باہر نکالو میں کھینچ تو نہیں لوں گا..... اکورو۔

کمار:۔ (زور سے منہ کھولتا ہے) آ۔

گڈوانی:۔ کتنی میلی ہے۔ اف..... کتنی میلی ہے۔ تمہیں قبض کی شکایت بھی ہے بس اس دوا سے یوں آرام آجائے گا۔ یوں (چٹکی بجاتا ہے)..... مادھو لے کر آئے تو اس سے کہنا وہ املی اور آلو بخارے کو انجورے کے اندر ڈال کر اس میں پاؤ بھر پانی ڈالی دے۔ اس انجورے کو کھلی چھت پر رات بھر اوس میں رہنے دینا۔ صبح اٹھ کر اسے چھان کے پی لینا۔

کمار:۔ آرام آجائے گا؟

گڈوانی:۔ فوراً۔ اچھا میں اب جاتا ہوں۔ کل دوپہر تک تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے کلب میں ملاقات ہوگی۔ گڈ بائی۔

کمار:۔ (کھانستا ہے) دروازہ بند کر دینا۔

(گڈوانی سیٹی بجاتا ہوا چلا جاتا ہے۔ مادھو اندر داخل ہوتا ہے)

کمار:۔ (کھانستا ہے) مادھو لے آیا۔ سب چیزیں؟

مادھو:۔ جی ہاں صاحب ــــ آپ کے دوست رشید صاحب آرہے ہیں۔

کمار:۔ کہاں ہیں؟

مادھو:۔ بس آرہے ہیں صاحب.....

رشید:۔ سناؤ میاں۔ یہ املی اور آلو بخارے کی چٹنی کب سے کھانا شروع کی ہو مادھو کہتا ہے۔ تمہیں کھانسی ہو رہی ہے اوپر سے موسم خراب ہے کیوں خودکشی کرنے کا خیال ہے جینے سے تنگ آگئے ہو۔

کمار:۔ (کھانستا ہے) ارے بھئی دوا ہے۔ گڈوانی آیا تھا وہی نسخہ دیا گیا (کھانستا

ہے، کہتا تھا یوں چٹکیوں میں آرام آجائے گا۔

رشید:۔ آرام چٹکیوں میں آجائے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں..... آج اس نسخے کو پیو گے یوں چٹکیوں میں تمہارا گلا اندر سے پھول جائے گا۔ سانس رک جائیگا اور تمہاری ہڈیاں مرگھٹ کے کسی کونے میں جل رہی ہوں گی۔

کمار:۔ جانے دو یار مذاق کو ـــــ میری جان نکل رہی ہے اور تمہیں ہنسی سوجھتی ہے ..... کیا سچ مچ دوا ٹھیک نہیں؟ (کھانستا ہے)

رشید:۔ لیموں کا رس۔ اچورن۔ املی۔ آلو بخارا۔ تیل کے پکوڑے۔ آم کا اچار۔ تیز لال مرچیں۔ یہ سب کوٹ کر کھا جاؤ اور دوسری دنیا کا ٹکٹ کٹوا لو۔

کمار:۔ اب جانے بھی دو مذاق کو ـــــ کیا اس دوا سے آرام نہ آئے گا۔

رشید:۔ گڈ وانی کے نسخے کامیاب ہونے لگے تو شہر کے سارے ڈاکٹر اور حکیم ہینگ بیچنا شروع کر دیں۔ ارے بابا، کبھی سنا ہے آج تک کسی نے کہا کہ نسی کا علاج املی آلو بخارے سے کیا جائے تمہیں کچھ بھی نہیں ہوا میرا خیال ہے تمہاری چھاتی میں بلغم بیٹھ گیا ہے۔ سو وہ ایک منٹ میں صاف ہو سکتا ہے۔

کمار:۔ بلغم ہے تو سہی۔ سینہ بھاری بھاری معلوم ہوتا ہے۔

رشید:۔ سر میں درد بھی ہوگا۔

کمار:۔ تھوڑا تھوڑا۔

رشید:۔ ٹھیک ـــــ اور بدن بھی دکھتا ہوگا۔

کمار:۔ رات بھر دکھتا رہا ہے۔

رشید:۔ تو ایسا کرو ـــــ مادھو.....

مادھو:۔ جناب۔

رشید:۔ تو یہاں کھڑا ہے۔ اچھا۔ دیکھ میں تجھے نسخہ بتاتا ہوں۔ بھاگ کے گلی کے نکڑ والے عطار سے بنوا لا ـــــ دو پیسے کے عناب۔ ایک پیسے کا بہیدانہ۔ ایک پیسہ کی ملٹھی اور دار چینی ایک پیسہ کا بنفشہ اور خدا تیرا بھلا کرے..... ایک پیسہ کا رینہ خطمی..... بس دوڑ کے یہ تمام چیزیں لے آ۔ ایک برتن میں ڈال کر تھوڑے سے پانی میں ان کو خوب جوش دینا اور چھان کر گرم گرم پی لینا پینے کے بعد ناک منہ لپیٹ کر سو جانا ـــــ ساری تکلیف دور ہو جائے گی۔

مادھو:۔ میں جاؤں صاحب؟

کمار:۔ جا، مگر جلدی آیو۔

رشید:۔ اور تمہارے پنڈے میں درد بھی تو ہے۔

کمار:۔ ہاں ہاں ہے۔

رشید:۔ تو اس کا علاج مالش ہے۔ یہ تمہارے جسم میں خون کی رفتار تیز کرے گی۔ یعنی جتنی خون کی حرکت تیز ہوگی۔ اتنی ہی صحت بڑھے گی۔ خون کی حرکت ٹھیک ہونے پر آکسیجن بہت زیادہ مقدار میں خون کے ذریعے سے جسم میں پہنچے گی ـــــ تم سمجھ رہے ہو نا ـــــ تو مالش جو ہے..... صرف اسی سے خون کی حرکت ٹھیک کی جا سکتی ہے۔ تم کپڑے اتار دو۔

کمار:۔ سردی ہے۔

رشید:۔ اماں ہٹاؤ اس کمبل کو۔ تمہیں ٹھیک بھی ہونا ہے کہ نہیں۔ چلو اتار دو بنیان ونیان۔

کمار:۔ مالش کون کرے گا۔

رشید:۔ تم خود اور کون ۔۔۔ بس بس یہ چڑی رہنے دو اب مالش کے معنی سن لو تمہیں سب کچھ سمجھائے دیتا ہوں۔ مالش جسم کو آہستہ آہستہ ہاتھوں سے رگڑنے کو کہتے ہیں ۔۔ پہلے آہستہ آہستہ ہتھیلی سے جلد کے ہر ایک حصّے کو رگڑو۔ پھر زور زور سے ملو۔ ہاتھ، پاؤں، چھاتی، پیٹ، سینہ، ران، جسم کے ہر حصّے پر مالش ہونی چاہیے۔ مالش کرنے سے پہلے ناریل، سرسوں، زیتون یا بادام کا تیل، گھی یا ویزلین لگا لینی چاہیے۔ اس سے بدن کو تکلیف نہیں پہنچے گی ۔۔ سمجھ گئے؟

کمار:۔ سمجھ گیا میرے پاس ویزلین تو ہے۔

رشید:۔ ٹھیک ہے۔ تو بس شروع کر دو ۔۔۔ اللہ کا نام لے کر ۔۔۔

کمار:۔ تم جا رہے ہو؟

رشید:۔ بھئی معاف کرنا۔ مجھے ضروری کام ہے۔ ورنہ میں یہاں ضرور ٹھہرتا۔ اچھا خدا حافظ ۔۔۔ (چلا جاتا ہے)

کمار:۔ اُف کتنی سردی! ۔۔۔ (کھانستا ہے) بدن کا جوڑ جوڑ سردی سے جم رہا ہے۔

(دروازے پر دستک کی آواز)

کمار:۔ (کھانستا ہے) کون ہے۔؟

بیدی:۔ بیدی ہے بیدی ۔۔۔ (دور سے آواز آتی ہے) کوئی جن بھوت نہیں ہے۔

کمار:۔ تو آجاؤ نا اندر ۔۔۔ باہر کھڑے کیا چلّا رہے ہو (کھانستا ہے)

(دروازہ کھلنے کی آواز)

بیدی:۔ یہ کیا سلسلہ ہے ۔۔۔ ارے تم تو پہلوانی سیکھ رہے ہو ۔۔۔ کیوں پڑھنا وڑھنا ترک کر دیا؟

کمار:۔ میں مر رہا ہوں اور تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے (کھانستا ہے)

بیدی:۔ بھئی واہ۔ مرنے کی بھی خوب کہی۔ ڈنٹر پیل رہے ہو۔ اور کہتے ہو مر رہا ہوں (ہنستا ہے) آخر بتاؤ تو سہی کہ یہ سلسلہ کیا ہے۔

کمار:۔ کل سے بخار آ رہا ہے۔ کھانسی کی شکایت بھی ہے ۔۔۔ (کھانستا ہے)

بیدی:۔ اور تم ڈنٹر پیل رہے ہو۔ کشتی بھی لڑو گے؟

کمار:۔ سن تو لو ۔۔۔ ابھی رشید آیا تھا ۔۔۔ اس نے کہا ہے مالش سے آرام آجائے گا۔

بیدی:۔ (ہنستا ہے) کہتا تھا کہ مالش سے آرام آجائے گا (زور زور سے ہنستا ہے) ابے چغد وہ تجھے بنا گیا ہے (ہنستا ہے) عجیب مسخرہ ہے۔ اور تم بھی کتنے بدھو ہو۔ کہ اس شریر کی بات مان گئے۔ تمہیں سچ مچ کھانسی آ رہی ہے کیا؟

کمار:۔ تو اور کیا جھوٹ بک رہا ہوں؟ (کھانستا ہے)

بیدی:۔ ارے ۔۔۔ تمہیں تو واقعی کھانسی کی شکایت ہے۔ سینے میں درد تو نہیں کیا؟

کمار:۔ ہے تو سہی ۔۔۔ رشید کہہ رہا تھا کہ بلغم بیٹھ گیا ہے۔

بیدی:۔ سینے میں درد ہو رہا ہے نا؟

کمار:۔ ہاں ہاں۔

بیدی:۔ تو یہاں ننگ ڈھڑنگ کیوں بیٹھے ہو ۔۔۔ کیا مرنے کا خیال ہے ۔۔۔

لوگوں کو دھڑا دھڑ نمونیا ہو رہا ہے۔۔۔ اٹھو! اٹھو میں کیا کہہ رہا ہوں جلدی اٹھو۔

کمار:۔ اٹھتا ہوں۔

بیدی:۔ جلدی اٹھو۔۔۔ بستر میں لیٹ جاؤ۔۔۔ بس، بس وہ کمبل اوڑھ لو۔۔۔ کوئی اور کمبل ہے۔۔۔ ہے۔۔۔ یہ بھی اوپر ڈال لو بس۔ بس۔ تمہارا یہ اسکٹ۔۔۔ یہ بھی اوپر ڈال دیتا ہوں۔۔۔ مادھو۔۔۔ مادھو۔۔۔

کمار:۔ باہر گیا ہے۔

بیدی:۔ کہاں بھیجا یا تم نے اسے۔۔۔ آئے تو اس کمرے کو فوراً انگیٹھی سے گرم کراؤ۔۔۔ تم بھی نرے احمق ہو۔۔۔

کمار:۔ (کھانستا ہے) ارے بھئی کیا ہوا؟

بیدی:۔ ہوا کیا؟ میں وقت پر نہ پہنچتا۔ تو سب کچھ ہو کے رہتا۔۔۔ دو کمروں کا سورج دیکھنا تمہیں نصیب نہ ہوتا۔ جناب کو زکام ہے کھانسی ہے۔ سینے میں درد ہے۔ پھیپھڑوں میں ورم ہو گیا ہے اور علاج کیا ہو رہا ہے۔ ڈنٹر پیلے جا رہے ہیں۔ کل تمہارے پیٹ میں درد ہو گا۔ تو ناچنا شروع کر دو۔۔۔ پرسوں تمہاری آنکھیں دکھیں گی تو کرکٹ کھیل کر اس مرض کا علاج کرو گے حد ہو گئی ہے۔۔۔ کوئی عقلمند آدمی پاس نہ ہو تو اس سے بڑھ کر حماقتیں بھی ہو سکتی ہیں۔۔۔ معمولی بات پر تم نے اپنی بے سمجھی سے مرض اتنا بڑھا لیا ہے۔

کمار:۔ (کھانستا ہے) تم اب یہ لیکچر کیوں دے رہے ہو؟

بیدی:۔ لیکچر اس لئے دے رہا ہوں کہ جناب کو نمونیہ ہونے کے قریب قریب ہے۔

کمار:۔ نمونیہ؟

بیدی:۔ جی ہاں نمونیہ۔ اور آپ کے پھیپھڑوں پر سردی کا اثر ہو چکا ہے۔

کمار:۔ (کھانستا ہے) کیا کہہ رہے ہو بیدی؟

بیدی:۔ نمونیہ کو نمونیہ۔۔۔ پلیگ تو نہیں کہہ سکتا۔۔۔ سنو اب اپنی بکواس بند کرو۔ میں اپنے گھر سے رائی کا پلستر بنوا کے بھیجتا ہوں۔ اسے گرم گرم سینے پر لگا دینا فوراً آرام آ جائے گا۔ تمہیں زکام بھی تو ہے۔۔۔ بیٹھو تو۔۔۔ میری جیب میں اس کا علاج موجود ہے۔ یہ رہا۔

کمار:۔ کیا ہے؟ (کھانستا ہے)

بیدی:۔ کچھ بھی ہو۔ تمہیں آم کھانے سے غرض ہے نہ کہ پیڑ گننے سے۔ یہ لو اس کی ایک چٹکی بھر کے سونگھ لو۔

کمار:۔ (کھانستا ہے) پتا بھی تو چلے کیا ہے۔

بیدی:۔ نسوار ہے۔۔۔ نسوار۔۔۔ زکام کے لئے اکسیر ہے۔۔۔ سونگھ لو۔۔۔ سانپ تو نہیں۔ جو تمہیں ڈس لے گا۔

کمار:۔ یہاں تپائی پر رکھ دو۔ میں ابھی سونگھتا ہوں۔

بیدی:۔ شاباش۔۔۔ تو اچھا۔۔۔ میں چلتا ہوں۔۔۔ مجھے وکیل کے یہاں جانا ہے۔۔۔ پر تم اسے یاد سے سونگھ لینا۔ پلستر میں ابھی بھجوا دیتا ہوں بے فکر رہو کل تک تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے۔۔۔ مادھو۔۔۔ آ گیا ہے تو؟

مادھو:۔ جی ہاں صاحب۔

بیدی:۔ کسی بڑی انگیٹھی میں کوئلے سلگا کر اس کمرے میں لے آ۔۔۔ سمجھے۔

مادھو:۔ جی ہاں صاحب۔

بیدی:۔ اچھا بھئی، میں اب چلتا ہوں۔

مادھو:۔ سرکار میں جو شاندہ لے آیا ہوں۔ عطار کے پاس ملٹھی نہیں تھی۔ اس لئے پان والے سے خوشبو کی گولیاں لیتا آیا ہوں

کمار:۔ کتھا اور چونا بھی لے آ۔

مادھو:۔ بہت اچھا سرکار۔

کمار:۔ پھر ان چیزوں کو پان میں لپیٹ کر میرے حلق کے اندر اتار دے۔

مادھو:۔ بہت اچھا سرکار۔

کمار:۔ (زور سے چلاتا ہے) بھاگ جا یہاں سے مادھو۔ بھاگ جا۔ میں دیوانہ ہو جاؤں گا

مادھو:۔ سرکار میرا قصور؟

کمار:۔ تو اب زیادہ بک بک نہ کر۔۔۔ بھاگ جا یہاں سے۔۔۔ نابکار پاجی۔۔۔۔ بیوقوف۔۔۔۔ احمق (زور زور سے کھانستا ہے) اُف اُف۔۔۔۔ کیسے پاگل نوکر سے واسطہ پڑا ہے۔۔۔ کہاں رکھ گیا ہے نسوار۔۔۔۔ یہ رہی۔۔۔۔ تھوڑی سی سونگھ ہی لوں۔۔۔۔ (سونگھتا ہے)۔۔۔۔ (چھینکوں کی آواز)۔

کمار:۔ کتنی تیز ہے (کھانستا ہے ــــ چھینک، ــــ کھانسی ــــ چھینک)

آتما سنگھ:۔ کما۔۔۔ کمار۔۔۔۔ وہی ہوا جس کا کھٹکا تھا ــــ تم نے اس نالائق بیدی کا کہا مان ہی لیا بھلا وہ جاہل ڈاکٹری کیا جانے۔۔۔ میری اور اس کی راستے میں بحث بھی ہوئی اب بھاگا بھاگا یہاں آ رہا ہوں۔ اور یہ دیکھتا ہوں کہ تم ناک میں پاؤ بھر نسوار ٹھونسے بیٹھے ہو ــــ میں پوچھتا ہوں تمہاری عقل کہاں چرنے

گئی ہے۔۔۔۔ (اس مکالمے کے دوران میں کمار کی چھینکوں کی آواز آتی رہتی ہے)

کمار:۔ (چھینکیں) میں تو بہت تنگ آ گیا ہوں ــــ صبح سے ایک ہزار علاج بدل چکا ہوں ــــ جو آتا ہے ــــ حکمت کا نیا پٹارا کھول دیتا ہے (چھینک)، میں کیا۔۔۔ (چھینک) کروں!

آتما سنگھ:۔ تم کچھ نہ کرو مجھ پر بھروسہ رکھو میرا باپ اوّل درجے کا حکیم تھا۔ اس کا باپ یعنی میرا دادا بھی حکیم تھا۔ علاج معالجے کے متعلق بہت کچھ جانتا ہوں تمہارے اندر صفرا بڑھ گیا ہے اور تمہیں کوئی بیماری نہیں سینے میں جلن بھی محسوس تو نہیں ہوتی۔

کمار:۔ (چھینک) ہوتی ہے۔ تھوڑی سی۔

آتما سنگھ:۔ تھوڑی ہی ہونا چاہئے۔۔۔۔ آنکھوں کے آگے کبھی کبھی اندھیرا بھی چھا جاتا ہوگا

کمار:۔ صبح تو ایسا معلوم نہیں ہوتا تھا۔۔۔ (چھینک)

آتما سنگھ:۔ اب چھا رہا ہوگا ــــ ٹھیک، بالکل ٹھیک ــــ تو ایسا کرو۔

کمار:۔ مجھے نیند آ رہی ہے آتما سنگھ ــــ میں بہت تھک گیا ہوں۔

آتما سنگھ:۔ یہ صفرا کی سب سے بڑی نشانی ہے۔۔۔۔ کدّو کے ٹکڑے سر پر گھسو۔ بارلی واٹر کا تین چار دن استعمال کرو اور۔۔۔۔ کھلا سا نام ہے اس کا۔۔۔ ہاں صندل کا برادہ اور کافور کو پانی میں بھگو کر بار بار سونگھو۔۔۔۔ کھیرے اور ککڑی کے بیج کھاؤ تو وہ بھی اچھے رہیں گے۔

کمار:۔ ٹھیک ہے ــــ اب تم جاؤ میں سب چیزیں منگا لوں گا مجھے نیند آ رہی ہے۔

آتما سنگھ:۔ میں جاتا ہوں، پر تم بھول جاؤ گے۔ میں خود ہی ساری دوائیں لیکر ابھی آتا ہوں

کمار:۔ ہاں ہاں، یہ اچھا رہے گا۔ دروازہ بھیڑ دینا ــــ (دروازہ بھیڑنے کی آواز)

کمار:۔ دکھا نستا ہے، اگر اب کوئی اور آگیا تو میں یقیناً پاگل بن جاؤں گا۔ ایک ہی دن میں کتنے علاج معلوم ہوتے ہیں MY GOD! ۔ (کھانستا ہے) فیور کسپر میں برانڈی اور بوڈی کلون۔ املی اور آلو بخارا، عناب، بہیدانہ، بنفشہ، ملٹھی اور دارچینی، کتھا اور چونا۔ خوشبو کی گولیاں۔ تیل کی مالش۔ کوئلوں کی انگیٹھی۔ رائی کا پلستر، نسوار (چھینک) اور اب کدو کے ٹکڑے، بارلی واٹر، صندل کا برادہ اور کافور۔ کھیرے اور ککڑی کے بیج۔ کوئی اور آیا.....

(دروازہ پر دستک کی آواز)

کمار:۔ کون ہے؟ ۔ چلے آؤ!

نرائن:۔ میں آپ کا پڑوسی ہوں مجھے ابھی معلوم ہوا کہ آپ کل سے بیمار پڑے ہیں، کیا میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں۔

کمار:۔ شکریہ ۔ تشریف رکھئے۔

نرائن:۔ علاج تو آپ کر رہے ہوں گے؟

کمار:۔ جی ہاں ۔ اگر آپ کو کوئی علاج معلوم ہے تو فوراً بتا دیجئے۔ ذرا دیر نہ لگائیے۔ میرے سر میں درد ہے دانتوں کو پائیوریا ہو رہا ہے۔ گٹھیا بھی ہے۔ نمونیہ ہو چکا ہے۔ پلیگ ہونے والی ہے۔ ہیضہ کل ہو جائے گا۔

نرائن:۔ پھر تو کیس SERIOUS معلوم ہوتا ہے۔

کمار:۔ جی ہاں بہت SERIOUS ہسٹیریا کے دورے پڑتے ہیں۔

نرائن:۔ ہسٹیریا.....

کمار:۔ جی ہاں ہسٹریاں... پسلی میں درد ہے دانت نکل رہے ہیں۔ انفلوئنزا کی علامات

ظاہر ہو رہی ہیں ۔ انتڑیوں میں ورم ہو گیا ہے۔ دق پرسوں تک ہو جائے گا بتائیے کیا آپ اس کا کوئی علاج بتا سکتے ہیں؟ مالیخولیا بھی ہو گیا ہے۔

نرائن:۔ اس میں کیا شک ہے ۔ علاج، میرا خیال ہے.....

کمار:۔ آپ کا خیال یہ ہے کہ ان تمام بیماریوں کا علاج صرف ایک ہے۔ اور وہ یہ کہ دو چھٹانک دودھ میں سرکہ ڈال کر پیوں۔ سیب چھیل کر اسے سر پر گھسوں۔ نمک سلیمانی میں چاولوں کا آٹا ڈال کر سارا دن پھانکتا رہوں۔ گڑ کے شربت میں حنا کا عطر گھول کر سونگھوں، میز لین سنو کی مالش کروں۔ گرم گرم کولتار کا پلستر سینے پر لگاؤں۔ بکری کی مینگنیوں پر کستوری چڑھا کر بول کی چھال کے عرق کے ساتھ نگلتا رہوں ۔ ڈنڈ پیلوں۔ مگدر گھماؤں۔ ناچوں گاؤں..... یہی کہنا چاہتے تھے نا آپ ۔ اب آپ تشریف لے جائیے۔ آپ کا بہت ۔ بہت شکریہ ۔ مادھو، مادھو ۔ مادھو۔

مادھو:۔ جی آیا صاحب۔

کمار:۔ ان کو عطار کی دکان پر لے جاؤ۔ اور برانڈی میں پان کے پتے ڈال کر انہیں دو تین گھونٹ پلا دو۔

نرائن:۔ آپ..... آپ..... میں ہیں.....

(فیڈ آؤٹ)

جرم اور سزا

افراد

شنکر . . . . . اخبار نویس
کملا . . . . . سیٹھ مگن لال کی نوکرانی
کندن . . . . . سیٹھ مگن لال کا لڑکا
سیٹھ مگن لال . . . . ایک رئیس
انسپکٹر عبدالحمید . . خفیہ پولیس کا آدمی
اور چند اخبار بیچنے والے چھوکرے

(..... سسکیوں کی آواز ـــ پھر بھاری قدموں کی آواز ـــ ایسا معلوم ہو کوئی اضطراب کی حالت میں ٹہل رہا ہے۔)

شنکر :۔ تمہارا بیان ہے کہ اس نے تمہیں اپنے کمرے میں بلایا۔ یہ کہکر کہ وہ تمہاری مدد کریگا

ـ تمہارا بخار دور کرنے کے لئے وہ تمہیں دوا دے گا ـــ اور ـــ اور اس نے تمہارا بخار دور کرنے کے بجائے تمہیں ہمیشہ کے لئے روگی بنا دیا ـــ کیوں ـــ اس لئے کہ قانون کا تالا صرف سونے اور چاندی کی چابی سے کھلتا ہے جو تمہارے پاس نہیں ـــ اس لئے کہ وہ شہر کے سب سے بڑے رئیس کا لڑکا ہے اور تم غریب بھکارن ہو۔ تمہارا کوئی مددگار نہیں ـــ

(..... سسکیوں کی آواز عورت کی ـــ پھر بھاری قدموں کی آواز)

شنکر :۔ تمہارا بیان ہے کہ سیٹھ مگن لال جوہری کے لڑکے کندن نے تمہیں دان دینے کے لئے بلایا اور تمہاری زندگی کا سب سے بڑا دان تمہاری جھولی سے چھین لیا ـــ تمہارے جیون کا سب سے قیمتی گہنا اتار کر وہ رکھے گا کہاں ؟ اپنے باپ کے جواہرات کی تجوری میں ؟ ـــ اپنی ماں کے سنگار دان میں ؟ ـــ اپنے بٹوے میں ـــ کہاں ؟ ـــ کہاں ؟ ـــ وہ اس چوری کو کیسے چھپائے گا۔ ـــ وہ اس ڈاکے پر کیسے پردہ ڈالے گا ؟ ـــ تمہاری آتش زدہ عصمت کا دھواں۔ تمہارے زخمی دل کی جلن ـــ تمہاری بے بسی اور بیچارگی کی فلک شگاف چیخیں کیا اسے بھسم نہ کر دیں گی ؟

کملا :۔ (سسکیوں کے ساتھ)..... کتنی بے کس اور بے بس عورتوں کی چیخوں اور آہوں نے ایسے ظالم آدمیوں کو بھسم کیا ہے ـــ آکاش میں کتنی بجلیاں ایسی ہی جوان پاپیوں پر گری ہیں۔

شنکر :۔ تم ٹھیک کہتی ہو ـــ اس کو سزا دینا ہمارا کام ہے ـــ تم مطمئن ہو جاؤ کملا تمہاری زندگی خراب کرنے والا اپنی زندگی کبھی نہیں سنوار سکے گا ـــ اس کو سزا بھگتنا

ہوگی۔ بہت کڑی سزا بھگتنا ہوگی ــــ اس نے کوئی معمولی جرم نہیں کیا ــــ اس نے تمہاری اصلی زندگی پر کاجل کا لیپ کر دیا ہے ــــ اس نے تمہاری کنواری دنیا کے تمام سہانے سپنے تم سے چھین لئے ہیں اس نے تمہاری عزت سے ناجائز فائدہ اٹھایا ہے ــــ کیا کہتا تھا وہ لو یہ پانچ روپے کا نوٹ لے جاؤ ــــ پتاجی سے کہوں گا کہ وہ تمہاری تنخواہ بھی بڑھا دیں ــــ یہ سن کر تم اس کے منہ پر اس لئے تھوک نہ سکیں کہ وہ تم سے بہت اونچا تھا۔ یہ سن کر تم بددعا بھی نہ دے سکیں۔ اس خوف سے کہ وہ اس پتھریلے مکان کے شاندار ساز و سامان میں الجھ کر رہ جائے گی اور تمہارے پرماتما تک نہ پہنچ سکے گی۔ لیکن میں نے تمہاری دکھ بھری داستان سنی ہے۔ یقین رکھو دنیا میں ہمدرد انسان موجود ہیں۔ اس کو جواب دینا ہوگا۔ اس کو بہت سی باتوں کا جواب دینا ہوگا۔

کملا: (سسکیاں لیتے ہوئے)... لیکن بات وہی رہے گی جو ہو چکی ہے۔

شنکر: مجھے بہت صدمہ ہوا ہے کملا..... مجھے بہت صدمہ ہوا ہے تمہاری دکھ بھری داستان سن کر ــــ کاش میں نے تمہیں اپنے ہی پاس رکھا ہوتا مگر ــــ مگر ــــ اب میں کیا کہوں ــــ یہ مفلسی بہت بری بلا ہے۔

(قدموں کی بھاری آواز ــــ آہستہ آہستہ یہ آواز گم ہو جائے)

(دروازہ کھولنے کی چرچراہٹ ــــ خاموشی ــــ گھڑی کی ٹک ٹک خراٹوں کی آواز)

شنکر: کندن ــــ کندن (ذرا بلند آواز میں)..... کندن۔

کندن: (ایکا ایکی جاگ کر) کیا ہے ــــ کون ہے ــــ ت ــــ ت ــــ تم کون ہو۔ تم میرے کمرے میں کیسے داخل ہوئے؟

شنکر: (ہنستا ہے) میں شنکر ہوں ــــ اس شہر کا ایک معمولی اخبار نویس ــــ میں اس کمرے میں کیسے داخل ہوا۔ تم اس پر تعجب کا اظہار کیوں کرتے ہو ــــ امیر آدمیوں کے گھر بھی ان کے چال چلن کی طرح سوراخ دار ہوتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی جگہ اندر گھسنے کے لئے مل ہی جاتی ہے۔

کندن: تم چاہتے کیا ہو؟

شنکر: یہ پوچھو کہ میں کیا نہیں چاہتا؟

کندن: تم ــــ چور ہو۔

شنکر: یہ تم نے کیسے پہچانا؟

کندن: میں..... (ایک دم رک کر) ــــ دروازے کو تالا تم نے لگایا ہے ــــ کیوں کیوں۔ تم کون ہو ــــ مجھ سے کیا چاہتے ہو ــــ تمہاری آنکھیں ــــ تمہاری آنکھیں ــــ

شنکر: (زہریلی ہنسی) ہاں ہاں کہو ــــ میری ان آنکھوں میں تمہیں کیا نظر آیا ــــ کملا کے آنسو ــــ اپنے پاپ کی جھلکیاں ــــ میرے ارادے ــــ بولو کیا نظر آتا ہے تمہیں ان آنکھوں میں ــــ کیا تمہیں محسوس نہیں ہوتا کہ تم کسی عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہو اور تمہارے سامنے کرسی پر تمہاری قسمت کا فیصلہ سنانے والا جج بیٹھا ہے۔

کندن: میری قسمت ــــ کملا ہماری نوکر ہے ــــ کملا.....

شنکر: (زہریلی ہنسی)... میں بھی تمہارا نوکر ہوں ــــ میں اس وقت تمہاری خدمت ہی کیلئے آیا ہوں ــــ دیکھو بستر پر سے اٹھنے کی کوشش نہ کرو اور جو کچھ مجھے کہنا ہے غور سے سنو (سنجیدگی کے ساتھ) عدالت میں تمہارا مقدمہ پیش ہے اور اس مقدمے کا فیصلہ کرنیکا اختیار میں نے اپنے ہاتھوں میں لیا ہے ــــ تم نے کملا کو بقول تمہارے تمہاری

ہے قتل کرنے کا ایک یہ بھی طریقہ ہو سکتا ہے (ہنستا ہے) ۔ بھئی معاف کرنا میں نے تمہیں ڈرا دیا ۔

انسپکٹر:۔ نہیں نہیں تم نے بہت اچھا کیا (معنی خیز لہجے میں) بہت اچھا کیا۔ (وقفہ)

انسپکٹر:۔ سیٹھ مگن لال جی کیا آپ بتا سکتے ہیں آپ کے لڑکے نے خودکشی کیوں کی ۔

سیٹھ:۔ مجھے کچھ معلوم نہیں انسپکٹر صاحب ۔ میں خود حیران ہوں ۔ میرے تو ہوش و حواس بجا نہیں رہے ۔ مجھے کچھ معلوم نہیں کیا ہوا ہے ۔

انسپکٹر:۔ وہ نوٹ جو ہمیں نکٹے کے نیچے ملا ہے کیا آپ ہی کے لڑکے کے ہاتھ کا لکھا ہے ۔۔ آپ اس کا ہینڈ رائٹنگ تو پہچانتے ہوں گے ؟

سیٹھ:۔ جی ہاں ۔ ہینڈ رائٹنگ اسی کا ہے ۔

انسپکٹر:۔ کیا آپ سے یا آپ کے لڑکے سے کسی کی دشمنی تھی ؟

سیٹھ:۔ ہو گی ۔ لیکن میرے علم سے باہر ہے ۔ میں سمجھتا ہوں ہمارا کوئی دشمن نہیں ہے لیکن یہ آپ کیوں پوچھتے ہیں ۔ کیا میرے کندن کو کسی نے قتل کیا ہے ؟

انسپکٹر:۔ ایسا ہو سکتا ہے ۔ دراصل ایسے معاملوں میں ہر شے کو شک کی نظروں سے دیکھنا پڑتا ہے ۔ میں نے آپ کے تین نوکروں کے بیانات لئے ہیں لیکن ان سے مجھے کوئی مدد نہ ملی ۔ میں اس معاملے کی تہ تک پہنچنا چاہتا ہوں ۔ اس گناہ کا کھوج لگانا چاہتا ہوں جو بقول کندن کے اس کی موت کا باعث ہوا ۔ یہ ۔ یہ عورت کون ہے

سیٹھ:۔ ہماری نوکرانی کملا ۔

انسپکٹر:۔ کملا ذرا ادھر آؤ ۔

سیٹھ:۔ کملا ۔

کملا:۔ کیا مجھے بلایا ہے آپ نے ؟

سیٹھ:۔ ہاں ۔ انسپکٹر صاحب بلاتے ہیں ۔ تم سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں ۔

کملا:۔ کچھ پوچھنا چاہتے ہیں ۔۔۔ مجھے ۔۔۔ مجھے کیا معلوم ہے جو آپ مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں ؟

انسپکٹر:۔ گھبراؤ نہیں ۔ ہم تمہیں کھا نہیں جائیں گے ۔۔۔ یہ بتاؤ کہ جس رات تمہارے سیٹھ کے لڑکے نے خودکشی کی تم کہاں تھیں ؟

کملا:۔ میں ۔۔ میں ۔۔ میں اپنے کمرے میں تھی ۔

انسپکٹر:۔ کیا تمہیں رات کو کوئی آواز سنائی دی تھی ۔

کملا:۔ آواز ۔۔ ہاں ایک آواز سنائی دی تھی ۔

انسپکٹر:۔ تم سو رہی تھیں ؟

کملا:۔ نہیں میں جاگ رہی تھی ۔

انسپکٹر:۔ اس وقت کیا بجا ہو گا ؟

کملا:۔ مجھے معلوم نہیں ۔۔ آدھی رات ہو گی ۔

انسپکٹر:۔ تم جاگ کیوں رہی تھیں ؟

کملا:۔ میں جاگ رہی تھی ۔۔ میں جاگ رہی تھی ۔۔ اب میں کیا بتاؤں کہ میں کیوں جاگ رہی تھی ۔

انسپکٹر:۔ دیکھو کملا جو کچھ میں پوچھتا ہوں اس کا ٹھیک ٹھیک جواب دو ۔ تم کیوں جاگ رہی تھیں ؟

کملا:۔ میری طبیعت خراب تھی ۔

سیٹھ :۔ انسپکٹر صاحب کملا کی طبیعت واقعی کچھ دنوں سے خراب ہے۔

انسپکٹر :۔ ہاں تو آدھی رات کے قریب تم نے کوئی آواز سنی اور کمرے سے باہر نکل کر تم نے دیکھا۔

کملا :۔ شنک..... شنک..... نہیں نہیں ـــ باہر تو کوئی بھی نہیں تھا۔

انسپکٹر :۔ یہ تم کس کا نام لیتے لیتے رک گئیں ـــ بتاؤ ـــ بتاؤ۔

سیٹھ :۔ انسپکٹر صاحب میں آپ کو بتاتا ہوں۔ یہاں ایک اخبار نویس شنکر ہے۔ یہ پہلے اسی کے پاس رہتی تھی۔ اس نے کملا کی بہت مدد کی ہے۔ یہ بیچاری کسی زمانے میں گلیوں میں بھیک مانگا کرتی تھی۔ شنکر نے اس کو اپنے گھر میں پناہ دی اور اس قابل بنا دیا کہ یہ کسی اچھے گھر میں نوکری کر سکے چنانچہ کملا اس کا بہت احسان مانتی ہے۔ تھوڑے روز ہوئے اسے تیز بخار چڑھا تو بے ہوشی میں شنکر صاحب شنکر صاحب بہت دیر تک پکارتی رہی۔ کیوں کملا کیا شنکر تجھ سے ملنے آیا تھا؟

کملا :۔ جی نہیں۔ میں۔ میں۔ میں نے باہر نکل کر دیکھا تو کوئی آدمی اندھیرے میں کھڑا تھا۔

انسپکٹر :۔ اور وہ شنکر تھا۔

کملا :۔ میں نے کب کہا ہے ـــ میں نے کب کہا ہے ـــ وہ ـــ وہ تو چھوٹے لالہ جی تھے ـــ چھوٹے لالہ جی (رونا شروع کر دیتی ہے)

انسپکٹر :۔ (معنی خیز انداز میں) چھوٹے لالہ جی ـــ ہوں۔

کملا : (روتی ہے)

سیٹھ :۔ کملا تم جاؤ ـــ اب تم جاؤ (خود سسکیاں بھرنا شروع کر دیتا ہے)

(کملا کے رونے کی آواز) (وقفہ)

کملا :۔ (روتی آواز میں)..... میں نے جھوٹ بولا..... جو کچھ سچ تھا زبان پر نہ آنے دیا۔ میں نے پاپ کیا۔ مجھے چاہئے تھا کہ سچ بول دیتی ـــ جو کچھ میں نے دیکھا تھا صاف صاف بتا دیتی..... پر میں نے ایسا کیوں نہ کیا..... کیوں نہ کیا (روتی ہے)

شنکر :۔ ہاں ہاں بتاؤ تم نے ایسا کیوں نہ کیا ـــ تم نے سچ کیوں نہ بولا؟

کملا :۔ (سسکیوں کے ساتھ) یہی تو میں اپنے من سے پوچھتی ہوں اس سوال نے تو مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ میں سوچتی ہوں۔ میں سوچتی ہوں اور سوچتے سوچتے ایسی جگہ پہنچ جاتی ہوں جہاں سوچ بچار ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ نے میری مدد کی ہے کیا اس لئے میں نے جھوٹ بولا۔ نہیں یہ تو ادلے کا بدلا ہو جاتا۔ میں کبھی ایسا نہ کرتی پھر میں نے جھوٹ کیوں بولا ـــ میرے دل میں کہیں۔ کہیں نہ جانے کہاں اس کا جواب چھپا بیٹھا ہے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجھے معلوم ہے میں نے جھوٹ کیوں بولا۔ سوچتی ہوں ـــ نہیں ـــ نہیں میں اس کی بابت کیسے سوچ سکتی ہوں ـــ میں تو اب اس قابل ہی نہیں رہی (روتی ہے)۔

(بھاری قدموں کی آواز۔ شنکر سوچنے کے موڈ میں ٹہلتا ہے)

شنکر :۔ تم ـــ تم ـــ (اپنے آپ سے) لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

کملا :۔ میں بھی یہی سوچتی ہوں۔ میرا دل بھی نہیں مانتا۔ لیکن پھر۔ پھر۔ میں نے جھوٹ کیوں بولا ـــ میں اس سے کہہ سکتی تھی کہ رات کو آپ چھوٹے لالہ جی سے ملنے آئے تھے۔ اس سے کیا ہو جاتا۔ آپ نے تو اسے نہیں مارا پھر پھر

شنکر :۔ کملا۔ کندن نے خودکشی نہیں کی۔ اس کو قتل کرنے والا میں ہوں۔

کملا :۔ (بڑے تعجب سے) آپ ..... آپ ....

شنکر :۔ ہاں۔ میں۔ اس رات میں نے ہی اس کو موت کے گھاٹ اتارا۔ وہ اسی قابل تھا

کملا :۔ شنکر صاحب یہ آپ نے کیا کیا۔ یہ آپ نے کیا کیا۔ ایسے کئی آدمی اس دنیا میں بستے ہیں جو موت کے قابل ہیں۔ آپ کی نظروں میں ایسا ان گنت آدمی ہوں گے جن کا جیتے رہنا بہت خطرناک ہے لیکن آپ نے صرف کندن ہی پر کیوں وار کیا۔ صرف اسی کو نشانہ کیوں بنایا ؟

شنکر :۔ یہی میں خود سوچتا ہوں (ٹہلنے کی آواز) یہی میں خود سوچتا ہوں۔ لیکن ٹھہرو۔ میں نے اس کو اس لئے قتل کیا کہ اس نے تمہیں دکھ پہنچایا تھا۔ تمہیں۔ کملا تمہیں جس کی آنکھوں میں مجھے ایسا رو دیا ہوا انسان بھی اپنی تمناؤں کی جھلک دیکھنے کا آرزو کر سکتا ہے جس کے دل کی دھڑکنیں سننے کے لئے آلات کی ضرورت نہیں صرف کانوں کی ضرورت ہے۔ میں کتنا خوش ہوں۔ میں کتنا خوش ہوں کہ میرے دل کی بات جو میں خود نہ سمجھ سکا تم جان گئیں اور جو بات تم نہ جان سکیں میں سمجھ گیا۔ میں نے کندن کو کیوں قتل کیا۔ تم نے جھوٹ کیوں بولا۔ ان دونوں سوالوں کا ایک ہی جواب ہے۔

کملا :۔ کندن کو آپ نے صرف میرے لئے قتل کیا۔

شنکر :۔ نہیں صرف تمہارے لئے نہیں اگر وہ جرم نہ کرتا تو سزا دینے کا خیال میرے دماغ میں پیدا نہ ہوتا۔ پہلے اس نے جرم کا ارتکاب کیا پھر اس نے تمہیں دکھ پہنچایا اس کے بعد میں نے اس کو سزا دی۔ تم ٹھیک کہتی ہو۔ دنیا میں کندن جیسے ہزاروں آدمی موجود ہیں۔ اس شہر میں اس جیسے کئی مجرم موجود ہوں گے مگر ان میں سے ہر ایک

کو میں کیسے سزا دے سکتا ہوں۔ وہ سب کے سب گردن زدنی ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف میرے ہی ہاتھ ان کے ناپاک خون سے آلودہ ہوں۔ کندن کو سزا دینے کا کام میں نے اس لئے اپنے ہاتھوں میں لیا کہ تمہارے اور میرے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں تھا۔

کملا :۔ لیکن اب تو بہت زیادہ ہو گیا ہے (ٹھنڈی سانس بھرتی ہے)۔ مجھے ڈر تھا۔۔۔ مجھے ڈر تھا۔

شنکر :۔ ڈر کیسا۔ اب ڈر کیسا۔ آج سے پہلے میں بھی ڈر محسوس کرتا تھا پر اب تو ہم دونوں ڈر اور خوف کی حدود سے باہر نکل گئے ہیں۔

کملا :۔ مجھے ڈر تھا کہ میری زندگی میں سکھ کی گھڑی جب بھی آئے گی موت کا گھنٹہ بجاتی آئے گی۔ آج وہی ہوا جس کا کھٹکا تھا۔ بالکل وہی ہوا۔

شنکر :۔ کیا ہوا۔ ایک پاپی دنیا سے کم ہوا۔ خس کم جہاں پاک۔

کملا :۔ ایک پاپی دنیا سے ضرور کم ہوا پر پاپ تو وہیں رہا۔ شنکر صاحب آپ نے پاپی کو مارا ہے پاپ کو نہیں۔

شنکر :۔ لیکن پاپ اسی نے کیا تھا۔

کملا :۔ اسی نے کیا تھا پر موت اس کے من سے اس کو دھو تو نہیں سکی۔ آپ اس کو ہلاک کر کے اس کے دل سے وہ پاپ تو دور نہیں کر سکے ہیں۔

شنکر :۔ نہیں ..... لیکن .....

کملا :۔ پھر اس کو جان سے مارنے کا فائدہ۔ اس کو اپنے پاپ کے پرائشچت کا موقع اب کیسے ملے گا۔ آپ نے اس کو مار کر اس سے وہ موقع بھی چھین لیا جب کہ وہ

سچے دل سے معافی مانگ سکتا تھا۔ آپ نے اسے اچھا بننے سے پہلے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ آپ نے غلطی کی۔

شنکر: (بھنا کر)... کیا غلطی کی۔ نادر شاہ اپنی ہوس کی پیاس بجھانے کیلئے دلی کے گلی کوچوں میں خون کے دریا بہا سکتا ہے۔ چنگیز خاں فنا کو اپنا دل خوش کرنے کیلئے بادۂ ہر جام بنا سکتا ہے۔ تیمور انسانوں کے خون سے محض تفریح کیلئے ہولی کھیل سکتا ہے۔ یورپ میں ایک ہٹلر اپنا شوق پورا کرنے کیلئے کئی شمشان بنا سکتا ہے مگر میں ایک مجرم کو سزا نہیں دے سکتا۔ کیوں۔ کیوں

کملا: اس لئے کہ شنکر ہٹلر نہیں ہے۔ ایک معمولی انسان ہے جس کے دل میں کوئی ہوس نہیں ہے۔ آپ نے اپنا دل خوش کرنے کیلئے کندن کو نہیں مارا۔ آپ کو دکھ ہوا تھا اس کے برے کام سے۔ آپ نے برے کام کو مٹانا چاہا پر ایک انسان کو مٹا دیا۔ یہ غلطی تھی۔ بہت بڑی غلطی تھی۔ آپ نے سانپ کو مارنا چاہا اور یہ خیال رکھا کہ لاٹھی ٹوٹنے نہ پائے۔ آپ کی لاٹھی ٹوٹ گئی پر سانپ نہ مرا۔ سانپ اس کا پاپ تھا جو سدا بس گھولتا رہے گا۔ سدا بس گھولتا رہے گا۔

(دروازے پر دستک کی آواز۔ خاموشی۔ پھر دستک کی آواز)

شنکر: کون ہے ۔۔۔ (دروازہ کھولنے کی آواز)

انسپکٹر: میں عبدالحمید۔

شنکر: کون ۔۔۔ (سنبھل کر) انسپکٹر عبدالحمید ۔۔۔ آؤ ۔۔۔ آؤ۔

انسپکٹر: مجھے افسوس ہے میں تمہارے تخلیے میں دخل انداز ہوا۔ مجھے کچھ کہنا ہے۔

شنکر: (جلدی جلدی) کہو کہو کیا کہتے ہو؟

انسپکٹر: میں تمہاری سب باتیں سن چکا ہوں۔ جن حالات میں تم لوگوں کو ایک دوسرے کی محبت کا احساس ہوا ہے بہت دردناک ہیں۔ قانون کی آنکھیں بھی یہ کہانی سن کر نمناک ہو گئیں۔ میرا اصول۔ میرا فرض۔ میرا ضمیر تمہاری محبت کے سامنے اپنا سر جھکاتا ہے۔ کندن مر گیا ہے اب اسے کوئی طاقت زندہ نہیں کر سکتی لوگوں کو یہی معلوم ہے کہ اس نے خودکشی کی ہے۔ تمہارا راز میرے سینے میں ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ بس مجھے یہی کہنا تھا۔ (تھوڑا وقفہ)

شنکر: انسپکٹر عبدالحمید۔ ٹھیرو۔ (تھوڑا وقفہ)۔ مجھے بھی ساتھ لے چلو۔

انسپکٹر: وہ کیوں۔

شنکر: میں قاتل ہوں۔ میں نے ایک پاپ کو مٹانا چاہا مگر ایک انسان کا خون کر دیا۔ اس غلطی کی سزا مجھے بھگتنا ہوگی ... چلو انسپکٹر عبدالحمید جلدی چلو۔ ایسا نہ ہو میرے ضمیر کی جاگی ہوئی آواز تمہارے رحم و کرم کے نیچے دب جائے۔

انسپکٹر: تمہاری محبت ....

شنکر: محبت روح کی جائداد ہے۔ وہ اسے خود سنبھال لے گی ۔۔۔ میں چلا کملا ۔۔۔ میں چلا۔

کملا: جاؤ ۔۔۔ جاؤ ۔۔۔ پرجوشکتی پرماتما نے تمہیں دی ہے تھوڑی سی مجھے بھی دیتے جاؤ۔ نہیں نہیں میں نہیں۔ وؤں، مجھے رونا نہیں چاہئے۔ آج کا دن تو بڑا شبھ دن ہے۔ میں جو کچھ چاہتی تھی مجھے مل گیا میری جھولی بھر گئی۔ اب مجھے کسی سے کچھ نہیں مانگنا۔ جاؤ ۔۔۔ جاؤ۔

(فیڈ آؤٹ)

(خیال ماخوذ)

کیا میں اندر آسکتا ہوں

افراد

نعیم . . . . ایک آزاد خیال نوجوان
اور چندہ آنا منع ہے" کے بورڈ

(بالکل آہستہ آہستہ وہ دھن سازوں پر بجائی جائے جس میں آگے چل کر اس ڈرامے کا ہیرو ایک غزل گائے)

نعیم :۔ (ایک لمبی سانس لے کر) .... کیسی پر فضا جگہ ہے۔ حیرت ہے کہ آج تک میری نظروں سے اوجھل رہی۔ نظر پڑی۔ اوجھل۔ (مسکرا کر) نظر ہو تو چیزیں نظر بھی نہیں آتیں۔ آہ! نظر کی یہ بے نظری!

(وقفہ۔ اس دوران میں ساز بجتے رہیں)

نعیم :۔ یہ نرم نرم گھاس کتنی راحت ناک ہے۔ جی چاہتا ہے آنکھیں پاؤں کے تلووں میں لگ جائیں۔ اور یہ پھول اتنے خوبصورت . . . . .

نہیں جتنی ان کی ہرجائی خوشبو خوبصورت ہے۔ ہر شے جو ہرجائی ہو خوبصورت ہوتی ہے۔ ہرجائی عورت ہرجائی مرد۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ خوبصورت چیزیں پہلے پیدا ہوئی تھیں یا خوبصورت خیال۔ ہر خیال خوبصورت ہوتا ہے۔ مگر مصیبت ہے کہ ہر پھول خوبصورت نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر یہ پھول جو اس ٹہنی پر اکڑوں بیٹھا ہے کتنا سفلہ دکھائی دیتا ہے۔ مگر سفلہ پن اور بھدا پن دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ بہرحال یہ جگہ خوب ہے۔ ایک بہت بڑا دماغ معلوم ہوتا ہے۔ روشنی بھی ہے۔ سائے بھی ہیں۔ اور ان کا باہمی اختلاط شعور اور تحت الشعور کا مرتعش لمس معلوم ہوتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس وقت میں نہیں بلکہ یہ جگہ سوچ رہی ہے۔ یہ پر فضا جگہ جو اتنی دیر میری نظروں سے اوجھل رہی۔

(وقفہ۔ اس کے بعد ذیل کی غزل گائی جائے)

پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن
مجھ کو پھر نغموں پہ اکسانے لگا مرغِ چمن
پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
اودے اودے نیلے نیلے پیلے پیلے پیرہن
برگِ گل پر رکھ گئی شبنم کا موتی بادِ صبح
اور چمکاتی ہے اس موتی کو سورج کی کرن
پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن
مجھ کو پھر نغموں پہ اکسانے لگا مرغِ چمن

(موٹر کے ہارن کی آواز ـــ بڑی کرخت ـــ پھر موٹر روکنے کی تیز آواز)

مالک:۔ اے تم کون ہو؟

نعیم:۔ (چونک کر) ..... یہ موٹر کہاں سے آگئی؟

مالک:۔ وضع قطع سے تو آدمی شریف معلوم ہوتا ہے مگر یہ گھس کیسے آیا یہاں۔ کس اطمینان سے لیٹا ہے جیسے اس کے باوا کا باغ ہے ـــ (بلند آواز میں) ..... اماں کچھ سنتے ہو؟

نعیم:۔ تشریف لے آیئے یہاں ـ بہت اچھی جگہ ہے۔

مالک:۔ (زیر لب) تشریف کا بچہ ـــ (بلند آواز میں) ادھر آؤ۔

نعیم:۔ بھئی مجھ سے نہیں آیا جائے گا تم خود ہی چلے آؤ۔ واللہ بڑی دلفریب جگہ ہے۔ تمہاری سب کوفت دور ہو جائے گی۔

(موٹر کا دروازہ کھولنے اور اس کو غصے میں زور سے بند کرنے کی آواز۔ پھر پتھریلے فرش پر قدموں کی چاپ۔)

مالک:۔ (غصے میں) اٹھو یہاں سے۔

نعیم:۔ اتنے اونچے نہ بولو ـــ آؤ یہاں میرے پاس لیٹ جاؤ ـــ بالکل خاموش جس طرح میں لیٹا ہوں اور آنکھیں بند کر لو۔ اپنا سارا جسم ڈھیلا چھوڑ دو دماغ کی ساری بتیاں گل کر دو۔ پھر جب تم اس اندھیرے میں چلو گے تو تمہاری ٹٹولتی ہوئی انگلیاں غیر ارادی طور پر ایسے قمقمے روشن کریں گی جن کے وجود سے تم بالکل غافل تھے ـ آؤ میرے ساتھ لیٹ جاؤ۔

مالک:۔ دیوانے معلوم ہوتے ہو۔

نعیم:۔ دیوانے ـ نہیں تم نے آج تک دیوانے دیکھے ہی نہیں ـ میری جگہ اگر یہاں کوئی دیوانہ ہوتا تو وہ ان چند بکھری ہوئی جھاڑیوں اور ان ٹہنیوں پر بچوں کے گالوں کے مانند لٹکے ہوئے پھولوں سے مطمئن کبھی نہ ہوتا ـ دیوانگی اطمینان کا نام نہیں میرے دوست ـ آؤ میرے پاس بیٹھ جاؤ اور دیوانگی کی باتیں کرو۔

مالک:۔ اپنی بکواس بند کرو اور جاؤ یہاں سے نو دو گیارہ ہو جاؤ۔

نعیم:۔ ارے ..... تم کون ہو ـــ بڑے بدتمیز معلوم ہوتے ہو۔

مالک:۔ (بلند آواز میں) ڈرائیور ـ اس کو دھکے دے کر باہر نکال دو۔

نعیم:۔ بھئی تم عجب آدمی ہو ..... دھکے مارنے کی کیا ضرورت ہے ... اور اگر دھکے مارنے ضروری ہیں تو دوسرے آدمی کو کیوں بلا رہے ہو ـ تم خود دھکے مار سکتے ہو۔

مالک:۔ ایسے کام میں خود نہیں کیا کرتا۔

نعیم:۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ دھکے مارنا برا کام ہے۔

مالک:۔ ڈرائیور۔

نعیم:۔ تم مجھے یہاں سے کیوں نکالنا چاہتے ہو ـــ بڑے مزے میں بیٹھا تھا۔

مالک:۔ میں تمہیں اس لئے یہاں سے نکالنا چاہتا ہوں کہ یہ جگہ میری ہے۔

نعیم:۔ یہ جگہ تمہاری ہے ـــ ناممکن ـــ ایسا کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔

مالک:۔ کیوں؟

نعیم:۔ اس لئے ـ اس لئے کہ ..... نہیں میرا خیال غلط ہے ـ یہ باغ تمہارا ہی ہوگا ـــ نہیں یہ باغ تمہارا ہی ہے۔

مالک:۔ تو بھاگ جاؤ یہاں سے ـ اور وہ بورڈ پڑھتے جاؤ جو گیٹ کے پاس لگا ہے۔

نعیم:۔ کون سا بورڈ۔ ہاں وہ "بغیر اجازت اندر آنا منع ہے" حیرت ہے کہ میری نظروں سے اوجھل رہا۔ (مسکراتا ہے) نظر ہو تو چیزیں نظر نہیں بھی آتیں۔ نظر کی یہ بے نظری!۔ (پتھریلے فرش پر قدموں کی چاپ)

بغیر اجازت اندر آنا منع ہے (قدموں کی چاپ جاری رہے)

نوٹ:۔ قدموں کی چاپ چند لمحات جاری رہے۔ اس کے بعد یہ آواز ہجوم کے شور میں گھل مل جائے۔ ہجوم کا شور بہت اونچا نہ ہو۔ ایسا معلوم ہو کہ آٹھ دس لڑکیاں اور پندرہ بیس مرد ایک جگہ اکٹھے ہیں اور ادھر اُدھر کی باتیں کر رہے ہیں۔ کبھی کبھی کسی لڑکی کے ہنسنے کی آواز بھی سنائی دے۔ آوازوں کے اس پردے پر ذیل کا مکالمہ سپرامپوز کیا جائے

مرد نمبر ایک:۔ مسز فوجدار۔ یہ پینٹنگ دیکھی آپ نے۔

مسز فوجدار:۔ (وقفے کے بعد) اوہ۔ اٹ از لولی۔ (آہستہ) آپ نے شیریں کو دیکھا۔ کتنی سج بن کر آئی ہے۔

عورت نمبر ایک:۔ ثریا ادھر آ کے تصویریں دیکھ۔ تو وہاں کھڑی کیا کر رہی ہے۔

مرد نمبر دو:۔ بڑی پیاس لگ رہی ہے۔ ان لوگوں نے ڈرنکس کا انتظام کیوں نہیں کیا۔

مرد نمبر تین:۔ شیلا نے کام کی وجہ سے نڈھال ہے ورنہ ضرور آتی۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ پینٹنگز سے اسے کتنی دلچسپی ہے۔

مرد نمبر چار:۔ بچپن ہی میں اسے تصویریں بنانے کا شوق تھا۔

مرد نمبر تین:۔ اب تو وہ بہت اچھی تصویریں بنا لیتی ہے۔ پرسوں اس نے پنسل کاغذ لے کر اپنے چھوٹے بھائی کی سائیکل کی تصویر اتاری۔ میں تو دنگ رہ گیا۔

نعیم:۔ (ہلکے طنز کے ساتھ) ہو بہو سائیکل معلوم ہوتی ہوگی۔

مرد نمبر تین:۔ جی ہاں۔ (اپنے ساتھی سے دھیمے لہجے میں) یہ آدمی کون ہے۔

مرد نمبر چار:۔ معلوم نہیں کون ہے۔

عورت نمبر دو:۔ کہاں غائب رہتی ہو بملا۔ کئی دفعہ تمہارے گھر گئی مگر.....

عورت نمبر تین:۔ یہ آجکل سوشیلا کے لئے کوئی اچھا سا بر ڈھونڈنے میں مشغول ہے۔

مرد نمبر چار:۔ میں آپ سے عرض کر چکا ہوں کہ ان شرائط پر یہ کنٹریکٹ نہیں ہو سکتا۔

عورت نمبر چار:۔ یہ تصویر کتنی بھدی ہے۔

نعیم:۔ یہ تصویر بھدی نہیں ہے۔

عورت نمبر چار:۔ (چونک کر) کیا کہا؟

نعیم:۔ میں نے کہا تھا کہ یہ تصویر بھدی نہیں ہے۔

عورت نمبر چار:۔ مگر آپ کی رائے میں نے طلب نہیں کی۔

نعیم:۔ درست ہے مگر تصویر پر آپ نے جو حملہ کیا تھا اس کا جواب دینے کا مجھے حق ضرور حاصل ہے۔ آپ یقین مانیں کہ یہ تصویر جسے آپ بھدی بتا رہی ہیں ان تمام تصویروں سے کہیں زیادہ خوبصورت ہے جو اس گیلری میں لٹکی ہوئی ہیں۔ آپ غور سے دیکھیں تو صرف اسی تصویر میں آپ کو رنگوں کا صحیح التزام نظر آئے گا۔ اس تصویر کے رنگ موضوع کی مطابقت کرتے ہیں یعنی سنجیدہ اور متین ہیں۔ برش کی ہر جنبش پر خلوص ہے۔

عورت نمبر چار:۔ آپ کون ہیں؟

نعیم:۔ (چونک کر)..... میں..... میں.....

مرد نمبر پانچ:۔ میں میں کیا کرتے ہو۔ بتاؤ تم کون ہو؟

نعیم:۔ آپ ذرا آرام سے پوچھئے..... میں آپ کو بتا سکتا ہوں۔

مرد نمبر چھ:۔ تم یہاں آئے کیسے؟

نعیم:۔ پیدل۔

مرد نمبر چھ:۔ عجب مسخرہ ہے۔ میں اس سے پوچھتا ہوں کہ یہاں کیسے آئے ہو تو جواب دیتا ہے پیدل۔

مرد نمبر پانچ:۔ تمہارے پاس کارڈ ہے۔

نعیم:۔ کارڈ۔ کیسا کارڈ؟

(کئی عورتوں اور مردوں کے قہقہوں کی آواز)

مرد نمبر چھ:۔ ایسا کارڈ۔ دیکھ لیا آپ نے۔

نعیم:۔ جی ہاں۔ ایسا کارڈ میرے پاس نہیں ہے۔

مرد نمبر چھ:۔ تو باہر تشریف لے جائیے۔

نعیم:۔ کیوں؟۔ مجھے یہ تصویر پسند ہے۔ میں اسے ابھی کچھ دیر اور دیکھنا چاہتا ہوں۔

(لوگ ہنستے ہیں)

مرد نمبر چھ:۔ باہر جا کے دیکھو وہاں تمہیں کھانوں سے اتری ہوئی کئی تصویریں دیکھنے کو مل جائیں گی۔

نعیم:۔ آپ میرا مذاق کیوں اڑاتے ہیں؟

مرد نمبر پانچ:۔ اس لئے کہ تمہاری شکل ہی ایسی ہے۔

(لوگ ہنستے ہیں)

مرد نمبر چھ:۔ بغیر اجازت تم اندر چلے آئے ہو۔ ایسا نہ ہو تمہیں کوئی دھکے مار کر باہر نکال دے۔ جاؤ بھاگ جاؤ یہاں سے۔

(عورتوں اور مردوں کی کھسر پھسر۔ چند لمحات کے بعد اس کو فیڈ کر دیا جائے۔ پھر قدموں کی چاپ۔ اس کے بعد نعیم پڑھنے کے انداز میں کہے: "بغیر اجازت اندر آنا منع ہے"۔ قدموں کی چاپ جاری رہے)۔

(قدموں کی چاپ سمندر کی لہروں کی آواز میں حل ہو جائے۔ لہروں کی ہلکی ہلکی آواز پر ذیل کا مکالمہ سپر امپوز کیا جائے)

نعیم:۔ کیسا سہانا منظر ہے۔ ہوا چل رہی ہے لہریں اٹھ رہی ہیں۔ ادھر حد نظر تک سمندر ہی سمندر دکھائی دیتا ہے۔ ادھر اونچی اونچی عمارتوں کے ساتھ نگاہیں ٹکراتی ہیں اور پتھر اور سیمنٹ کی رنگین دیواروں پر رینگنا شروع کر دیتی ہیں۔ یہ ساحل کے ساتھ ساتھ دوڑتے ہوئے بجلی کے کھمبے۔ اور یہ گیلی ریت کا بستر۔ اور یہ شام کی خنک خاموشی میں گھلی ہوئی گنگناہٹیں۔ یہ سارا منظر ایک سرگوشی سی معلوم ہوتا ہے۔ جی چاہتا ہے میں بھی کسی سے ہولے ہولے باتیں کروں۔ بالکل سرگوشیوں میں۔ یہ۔ یہ لڑکی ریت میں کیا ڈھونڈھ رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے اپنے گرے

ہوئے خیال چن رہی ہے ـــ کتنی بھولی ہے .....

(وقفہ)

نعیم :۔ یہ کھیل دلچسپ ہے ـــ آپ یقیناً اپنی مخروطی انگلیاں دیکھ رہی ہیں جن پر سے ریت کے یہ ننھے ننھے ذرّے جوانی کے خیالوں کی طرح پھسل پھسل کر نیچے گر رہے ہیں ـــ

(لہروں کی آواز)

نعیم :۔ آپ کی انگلیاں ارتعاش پذیر کیوں ہوگئیں ـــ نہیں نہیں اس طرح یہ اور بھی زیادہ خوبصورت معلوم ہوتی ہیں ـــ آپ اپنا کھیل جاری رکھئے۔

(لہروں کی آواز)

نعیم :۔ عورت سے اگر یہ ارتعاش علیحدہ کر دیا جائے تو کیا باقی رہ جاتا ہے۔

(لہروں کی آواز)

نعیم :۔ آپ خاموش کیوں ہیں ؟

لڑکی :۔ (معصوم لہجے میں) پتاجی ... پتاجی .....

نعیم :۔ آپ کسے بلانا چاہتی ہیں ؟

لڑکی :۔ اپنے پتاجی کو۔

نعیم :۔ کیوں ؟

لڑکی :۔ وہ آجائیں تو اچھا ہے۔

نعیم :۔ مگر میں تو صرف تم سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

لڑکی :۔ پتاجی ..... پتاجی .....

نعیم :۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا ... انہیں یہاں بلانے کی کیا ضرورت ہے ... کیا تم نہیں چاہتی ہو کہ میں تم سے باتیں کروں۔

لڑکی :۔ آپ پتاجی سے پوچھ لیجئے۔

نعیم :۔ وہ مجھے اس بات کا کیا جواب دیں گے۔

لڑکی :۔ آپ ان سے اجازت لے لیجئے۔

نعیم :۔ تمہاری اجازت ہے یا نہیں ؟

لڑکی :۔ میں ... میں ..... پتاجی یہ مجھ سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔

باپ :۔ (موٹی آواز میں) تم میری لڑکی سے کیوں باتیں کرنا چاہتے ہو ؟

نعیم :۔ تشریف رکھئے۔ میں آپ کو اس خواہش کا تجزیہ کر کے بتاتا ہوں۔

باپ :۔ میں پوچھتا ہوں تم میری لڑکی سے کیوں باتیں کرنا چاہتے ہو ؟

نعیم :۔ (ارادہ بدل کر) ... میں ... میں آپ کی لڑکی سے باتیں کر چکا۔ بس اب یہ خواہش نہیں رہی۔

باپ :۔ تم نے میری لڑکی سے میری اجازت کے بغیر کیوں باتیں کیں ؟

نعیم :۔ مجھ سے غلطی ہوئی۔

باپ :۔ خبردار آئندہ پھر کبھی ایسی غلطی نہ کرنا۔ ٹھیرو۔ یہاں تم کیسے داخل ہوئے

نعیم :۔ اُدھر سے گھومتا اِدھر آ گیا۔

باپ :۔ اُدھر تم گھوم سکتے ہو مگر اِدھر بغیر اجازت اندر آنا منع ہے۔ یہ کلب ہے ـــ تم نے وہ بورڈ نہیں پڑھا ؟

نعیم :۔ پہلے نہیں پڑھا تھا۔ اب پڑھ لیا ہے (لہروں کی آواز چند لمحات تک آتی

ہے) .... "بغیر اجازت اندر آنا منع ہے"

لہروں کی آواز جاری رہے ـــــ اس آواز کے ساتھ ساتھ کوئی موٹی آواز میں وقفوں کے ساتھ یہ کہتا ہے۔ "بغیر اجازت اندر آنا منع ہے"۔ "بغیر اجازت اندر آنا منع ہے"۔ چند لمحات کے بعد یہ سلسلہ ختم کر دیا جائے۔

دستک (دروازہ کھلتا ہے)

نعیم :۔ کیا میں اندر آسکتا ہوں؟

نوکر :۔ ہائیں ـ ح ـ ح ـ حضور یہ آپ کا اپنا گھر ہے۔ اجازت کیسی۔

نعیم :۔ نہیں فضلو یہ میرا گھر نہیں ہے ـــ یہ گھر جو مجھے راحت بخشتا ہے کیسے میرا ہو سکتا ہے ـــ مجھے اب ایک نئی بات معلوم ہوئی ہے۔

نوکر :۔ کیا سرکار؟

نعیم :۔ یہی کہ یہ گھر میرا نہیں ـ البتہ اس کا گرد و غبار۔ اس کی تمام غلاظتیں میری ہیں۔ وہ تمام چیزیں جن سے مجھے کوفت ہوتی ہے۔ میری ہیں لیکن وہ چیزیں جن سے مجھے راحت پہنچتی ہے کسی اور کی ہیں۔ خدا جانے کس کی ہیں۔ میں اب ڈرتا ہوں ـ کسی اچھی چیز کو اپناتے ڈرتا ہوں ـــ یہ پانی میرا نہیں ـ یہ ہوا میری نہیں یہ آسمان میرا نہیں ـ یہ زمین میری نہیں۔ وہ پرانا لحاف جو میں سردیوں میں اوڑھتا رہا ہوں ـــ میرا خیال ہے وہ بھی میرا نہیں ـــ فضلو ـ جاؤ تم بھی میرے نہیں .....

نوکر :۔ نہیں ـ نہیں سرکار .....

نعیم :۔ نہیں فضلو تم میرے نہیں ہو سکتے ـــ تمہیں اس کا علم نہیں ہوگا ـــ بہت سی باتیں انسان کے علم میں نہیں ہوتیں ـــ میں اب جا رہا ہوں۔

نوکر :۔ کہاں؟

نعیم :۔ بس جا رہا ہوں .....

قدموں کی چاپ ـ چند لمحات تک ـــ اس کے بعد اس چاپ کو اس ٹھمری کی دھن میں تحلیل کر دیا جائے "پیا بن ناہیں آوت چین" تھوڑی دیر کے بعد بول بھی شروع ہو جائیں۔

نعیم :۔ کیا میں اندر آسکتا ہوں؟

(ساز بجتے رہیں ـ طوائف گانا بند کر دیتی ہے)

طوائف :۔ آیئے آیئے تشریف لے آیئے اندر ـ صاحب اجازت لینے کی کیا ضرورت تھی۔

نعیم :۔ نیچے سے گزر رہا تھا ـ آپ کو یہ ٹھمری گاتے سنا ـ آواز پسند آئی ـ اوپر چلا آیا۔

طوائف :۔ تشریف لے آیئے۔

نعیم :۔ یہ چند اصحاب جو بیٹھے ہیں ـ انہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟

(تین چار مردوں کی دبی دبی ہنسی)

طوائف :۔ انہیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے ـ تشریف لے آیئے ـــ اِدھر

مسند پر بیٹھئے ـــ یہ گاؤ تکیہ لے لیجئے۔

(وقفہ)

نعیم:۔ کتنی اچھی جگہ ہے۔

طوائف:۔ آپ کیوں میرا مذاق اڑاتے ہیں ـــ یہ اچھی جگہ ہے ہے ـــ جہاں طاقچے میں الٹی جھاڑو پڑی ہے ـــ دیواروں پر تھانوں سے اتری ہوئی بھدی تصویریں لٹک رہی ہیں۔ اور اس ٹوٹے ہوئے پھولدان میں کئی دنوں کے باسی پھول پڑے ہیں۔ آپ کیوں میرا مذاق اڑاتے ہیں؟ ـــ

نعیم:۔ میں تمہارا مذاق نہیں اڑاتا۔ البتہ تمہارے طاقچے کی الٹی جھاڑو، دیواروں پر تھانوں سے اتری ہوئی تصویریں اور ٹوٹے ہوئے پھولدان کے باسی پھول ضرور کسی چیز کا مذاق اڑا رہے ہیں ـــ تم اس نکتے کو نہیں سمجھو گی اور سچ پوچھو تو اس وقت میں تمہیں سمجھانا بھی نہیں چاہتا ـــ گائے جاؤ۔ وہی جو تم گا رہی تھیں ـــ "پیا بن آوت ناہیں چین" ـــ جانے وہ کون پیا ہے۔ جس کے بنا تمہیں چین نہیں ـــ گائے جاؤ ـــ

(طوائف ہنستی ہے اور ٹھمری شروع کر دیتی ہے)

آہستہ آہستہ فیڈ آؤٹ

تحفہ

افراد

جنگل ..... (آواز میں بے نیازی ہو)
گنیش ..... (تعلیم یافتہ بنیا۔ بولنے کا انداز چاٹلا)
دکاندار ..... (ان پڑھ بنیا۔ جھگڑالو قسم کا آدمی)
شیلا ..... (خوش آواز لڑکی)
ایک لڑکی ..... (شیلا کی سہیلی)
رامو ..... (نوکر)

(کالج کا گھنٹہ بجتا ہے ـــ ساتھ ہی کئی قدموں کی آواز آتی ہے)

شیلا:۔ جنگل ـــ جنگل۔

جنگل:۔ اوہ ـــ شیلا۔

شیلا:۔ میں تم سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔

جگل:۔ کہو:۔

شیلا:۔ میں نے بہت غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ ہمارا آپس میں ملنا ٹھیک نہیں کالج میں یا کالج سے باہر اب ہمیں ایک دوسرے سے نہیں ملنا چاہئے۔

جگل:۔ کیوں؟

شیلا:۔ اس لئے کہ ....

جگل:۔ کہو کہو ـــــ صاف صاف کہو۔

شیلا:۔ اس لئے کہ لوگ تمہیں اول درجے کا بدمعاش۔ آوارہ گرد اور لچا خیال کرتے ہیں۔

جگل:۔ (ہنستا ہے) صرف خیال ہی کرتے ہیں... انہیں اب تک یقین ہو جانا چاہئے تھا۔

شیلا:۔ جگل تم کبھی سنجیدہ ہونا بھی سیکھو گے؟

جگل:۔ نہیں۔

شیلا:۔ کیوں؟

جگل:۔ سنجیدگی میں کیا دھرا ہے.... یعنی خواہ مخواہ آدمی سنجیدہ ہوتا پھرے میں صحت مند ہوں۔ اور صحت مند رہنا چاہتا ہوں۔ اپنی زندگی کو یہ روگ نہیں لگانا چاہتا۔

شیلا:۔ تم نے میرا فیصلہ سن لیا۔

جگل:۔ سن لیا۔

شیلا:۔ تمہیں قبول ہے؟

جگل:۔ میں دوسروں کے فیصلے قبول نہیں کرتا ـــــ میں تم سے ملوں گا اور ملتا رہوں گا۔

شیلا:۔ زندگی اجیرن کر دو گے میری۔

جگل:۔ (مسکرا کر) میں تمہیں اپنی زندگی دے دوں گا۔

شیلا:۔ (از راہ مذاق) جو تمہارے اس بوٹ کی طرح گھسی ہوئی ہے۔

جگل:۔ استعمال جو زیادہ کرتا رہا ہوں۔ مگر صرف اس کا تلا ہی گھسا ہے۔ اوپر کا حصہ بالکل ٹھیک ہے ـــ پالش کرو گی تو چمک اٹھے گا۔

شیلا:۔ تم خود پالش کیوں نہیں کرتے؟

جگل:۔ اس لئے کہ .....

شیلا:۔ ٹھیرو ـــ میں اس وقت سنجیدہ ہونا چاہتی ہوں ـــ بتاؤ تم خود پالش کیوں نہیں کرتے ـــ تم اپنی اصلاح کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔ لوگ تمہیں اول درجے کا آوارہ گرد سمجھتے ہیں۔ تم ان کے دماغ سے یہ خیال دور کیوں نہیں کرتے ـــ تم کیوں اتنے بے پروا ہو ـــ کیا تمہارا یہ لاابالی پن کبھی دور نہیں ہوگا ـــ کیا تم کبھی انسان نہیں بنو گے؟

جگل:۔ آہستہ آہستہ۔

شیلا:۔ لوگ میری جان کھا گئے ہیں۔ جدھر جاتی ہوں میری طرف انگلیاں اٹھتی ہیں ـــ میرے کیریکٹر پر حملے کئے جاتے ہیں ـــ میں سب کچھ سہتی ہوں۔ صرف تمہاری خاطر۔

جگل:۔ میری خاطر۔

شیلا:۔ بھگوان جانے میری عقل کو کیا ہو گیا ہے۔ مجھے تم سے اتنا انس کیوں پیدا ہو گیا ہے ـــ میں تم سے بالکل کنارہ کش ہو جاتی۔ تمہارے خیال تک کو۔

اپنے دل و دماغ سے محو کر دیتی مگر مجھے ترس آتا ہے کہ تم اور بھی زیادہ بہک جاؤ گے۔

جگل:۔ تم مجھ پر ترس کھاتی ہو ــــ میں کوئی زخمی گدھا نہیں۔ کوئی لنگڑا کتا نہیں ــــ کوئی بیمار بھینس نہیں۔

شیلا:۔ (ذرا درشتی کے ساتھ) جگل۔

جگل:۔ بکو نہیں۔

شیلا:۔ (دھیمے لہجے میں۔ افسردگی کے ساتھ) جگل۔

جگل:۔ جگل اول درجے کا بدمعاش۔ شہدا۔ لچا اور آوارہ گرد ہے۔

شیلا:۔ میں نے یہ کبھی نہیں سمجھا۔

جگل:۔ وہ اپنے بالوں تیل نہیں لگاتا۔ میلے کپڑے پہنتا ہے۔ اس کا جوتا پھٹا ہوا ہے۔

شیلا:۔ میں نے یہ کبھی نہیں کہا۔

جگل:۔ پہلے نہیں کہا تو اب کہہ لو ــــ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے نفرت کرو ــــ ابھی اسی وقت ــــ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری عقل درست ہو جائے اور وہ جھوٹی بھر انس جو تمہارے دل میں پیدا ہو گیا ہے۔ دور ہو جائے۔ تم مجھ سے بالکل کنارہ کش ہو جاؤ تاکہ میں اور زیادہ بہک سکوں۔

شیلا:۔ تم کتنے بے رحم ہو۔

جگل:۔ لوگ تمہاری جان کھا گئے ہیں۔ جدھر جاتی ہو تمہاری طرف انگلیاں اٹھتی ہیں تمہارے کیریکٹر پر حملے کئے جاتے ہیں ــــ صرف میری خاطر ــــ

مجھ شہدے لچے اور آوارہ گرد کی خاطر ــــ تمہارا فیصلہ اب مجھے منظور ہے اس لئے کہ تم مجھ پر بے کار ترس کھاتی رہی ہو ــــ طبیعت پر جبر کر کے مجھ پر رحم کرتی رہی ہو۔

شیلا:۔ تم بہت جلد کھڑک اٹھتے ہو جگل۔ مجھے تم سے جھوٹ موٹ کا انس نہیں ہے۔ میری ہمدردی مصنوعی ہمدردی نہیں ــــ میں تم پر ترس کھاتی ہوں اس لئے کہ دوسرے تم پر ترس نہیں کھاتے۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم اور زیادہ بہک جاؤ تمہارا وجود بالکل منتشر ہو جائے۔ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ اس طور پر کہ تم پھر انہیں اکٹھا بھی نہ کر سکو۔ میں یہ نہیں چاہتی۔ مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ میں عورت ہوں میں چاہتی ہوں کہ تم سلامت رہو۔ وہ تمام خوبیاں جو لوگوں کے نزدیک تمہارے اندر نہیں پیدا ہو جائیں ــــ میں بڑے فخر کے ساتھ کہہ سکوں ــــ جگل صاحب میرے دوست ہیں۔

جگل:۔ (تمسخر آمیز ہنسی) جگل صاحب ــــ یہ جگل صاحب ہیں۔ شہر کے بہت بڑے رئیس ــــ بہت بڑا نام ہے آپ کا۔ آپ کی پتلون میں چار پیوند لگے ہیں کوٹ آپ نے کسی دوست کا پہن رکھا ہے۔ جوتا آپ کا پھٹا ہوا ہے (ہنستا ہے) یہ جگل صاحب ہیں (ہنستا ہے) جاؤ شیلا جاؤ ــــ ایک ناکارہ آدمی میں اتنی دلچسپی نہ لو ــــ پڑھو۔ امتحان پاس کرو اور شادی وادی کر کے اطمینان سے ایک جگہ بیٹھ جاؤ۔

"شادی وادی" کے ساتھ ہی شہنائیوں کا رکارڈ لگایا جائے۔ تھوڑی دیر کے

بعد ہجوم کا شور پیدا کیا جائے ۔ چند لمحات کے بعد ان آوازوں کو دھیما کر دیا جائے اور ذیل کا مکالمہ سپر امپوز کیا جائے ۔

ایک آدمی :۔ کیا ہو رہا ہے بھائی یہاں ؟

دوسرا آدمی :۔ شادی بیاہ ہو رہا ہے ۔

جگل :۔ کس کا ؟

پہلا آدمی :۔ تم نہیں جانتے ؟

جگل :۔ مجھے کیا معلوم ۔

پہلا آدمی :۔ رائے بہادر شیام سندر جی کی سپتری شیلا کا بیاہ ہو رہا ہے ۔

جگل :۔ کس کے ساتھ ؟

پہلا آدمی :۔ رائے صاحب لارگنیش پرشاد جی کے ساتھ ۔۔۔ شہر کے بہت بڑے رئیس ہیں ۔ لاکھوں میں کھیلتے ہیں ۔

جگل :۔ ضرور کھیلتے ہوں گے ۔۔ سگرٹ کا ایک کش مجھے بھی دینا ۔

پہلا آدمی :۔ نیا لے لو ۔

جگل :۔ نہیں نہیں ۔ یہی دے دو ۔۔ تم نیا سلگا لو (ہنستا ہے) سلگے سلگائے سگرٹ مجھے اچھے لگتے ہیں اس لئے کہ سلگانے نہیں پڑتے ۔

(شہنائیوں کی آواز بلند ہو کر پھر عقب میں چلی جائے)

جگل :۔ بڑا جمگھٹ لگا ہے ۔

پہلا آدمی :۔ برات آچکی ہے ۔

جگل :۔ چلی بھی جائے گی ۔

پہلا آدمی :۔ (ہنستا ہے) تو کیا یہیں بیٹھی رہے گی ۔۔ کیسی باتیں کرتے ہو یار ۔

جگل :۔ (ہنستا ہے) بس ایسی باتیں ہی کیا کرتا ہوں ۔

دوسرا آدمی :۔ یہ لڑکی کسے ڈھونڈھ رہی ہے ؟

جگل :۔ جانے بلا ۔

پہلا آدمی :۔ تمہاری طرف دیکھ رہی ہے ۔

جگل :۔ میری طرف ..... ؟ (ہنستا ہے) لیکن میں تو شادی نہیں کرنا چاہتا ۔

(تینوں ہنستے ہیں)

لڑکی :۔ آپ میں سے کس کا نام جگل ہے ۔

پہلا آدمی :۔ میرا تو نہیں ہے اس سے پوچھ لو ۔

لڑکی :۔ (جگل سے) کیا جگل صاحب آپ ہیں ؟

جگل :۔ صاحب کوئی اور ہو گا ۔ میں صرف جگل ہوں ۔

لڑکی :۔ چلئے ۔۔۔ آپ کو اندر بلایا ہے ۔

جگل :۔ کس نے ؟

لڑکی :۔ آپ چلئے میں بتاتی ہوں ۔

جگل :۔ کیا میرا چلنا ۔۔۔ ضروری ہے ۔۔۔

لڑکی :۔ جی ہاں ۔

جگل :۔ (اپنے ساتھیوں سے) اچھا بھئی رخصت چاہتا ہوں ۔ سگرٹ کا شکریہ ۔

پہلا آدمی :۔ (ازراہِ مذاق) ایک اور لیتے جاؤ ۔ شاید اندر ضرورت پڑے ۔

جگل:۔ (ہنستا ہے) نہیں پڑے گی۔

شہنائیوں اور ہجوم کا شور عقب سے ابھر آئے اور چند لمحات کے بعد دب جائے

جگل:۔ آپ نے مجھے بلایا ـــ فرمایئے؟

شیلا:۔ (اضطراب بھرے لہجے میں) تم نے مجھے آپ کیوں کہا؟

جگل:۔ دیر کے بعد ملاقات ہوئی اس لئے یہ اجنبیت پیدا ہو گئی۔

شیلا:۔ تم ابھی تک ویسے کے ویسے ہو۔

جگل:۔ جی ہاں ابھی تک ویسے کا ویسا ہوں۔ کیا جناب کو اس پر کوئی اعتراض ہے؟

شیلا:۔ (اور زیادہ مضطرب ہو کر) یہ آداب کس لئے؟

جگل:۔ آپ کے شاندار لباس سے مرعوب ہو گیا ہوں۔

شیلا:۔ (تنگ آکر) آہ۔ تم مجھے دیوانہ بنا دو گے۔ مجھے تم سے بہت کچھ کہنا ہے۔ میں نے تمہیں یہاں اس لئے بلایا تھا کہ میں تم سے بے شمار باتیں کرنا چاہتی تھی مگر اب مجھے ایک بھی یاد نہیں آتی۔ تمہارے اس عجیب و غریب لہجے نے مجھے سب کچھ بھلا دیا ہے ـــ بتاؤ مجھے کیا کہنا تھا؟

جگل:۔ مجھے کیا معلوم؟

شیلا:۔ تمہیں سب کچھ معلوم ہے۔ تم سب کچھ جانتے ہو ـــ جلدی کرو میرے پاس بہت تھوڑا وقت ہے۔ بتاؤ ـــ بتاؤ۔ میں تم سے کیا کہنا چاہتی تھی ـــ بتاتے کیوں نہیں؟

جگل:۔ مجھے کیا معلوم۔

شیلا:۔ تم ـ تم ـ تمہاری صحت کیسی ہے؟ ـــ تم بہت دبلے ہو گئے ہو ـــ میں۔ میں بالکل اچھی ہوں۔ لیکن تم..... (تنگ آکر) نہیں ـــ میں کچھ اور ہی پوچھنا چاہتی تھی (باہر سے کسی عورت کی آواز آتی ہے شیلا) ..... دیکھا..... وقت ہو گیا ـــ تم نے مجھے کچھ نہیں بتایا ـــ اور مجھے بے شمار باتیں کہنا تھیں۔

جگل:۔ تمہاری شادی ہو رہی ہے۔

شیلا:۔ ہاں ـــ ہاں ـــ مجھے تم سے یہ بھی کہنا تھا۔

(دستک ہوتی ہے)

شیلا:۔ (بلند آواز میں) ٹھیرو..... (جگل سے) کچھ اور بھی کہو۔

جگل:۔ کیا کہوں؟

(دستک ہوتی ہے)

شیلا:۔ آئی ـــ توبہ۔ دستک دے دے کر دروازہ توڑ دیا ہے (جگل سے) جگل۔ اب تم جاؤ۔ کیا کروں۔ مجبوری ہے ـــ لیکن دیکھو۔ کبھی کبھی مجھ سے ملنے کے لئے ضرور آیا کرنا ـــ ضرور ـــ ضرور ـــ ادھر سے

(دروازہ کھولنے کی آواز)

شیلا:۔ مجھے بھولنا مت ـــ سنتے ہو۔ مجھے بھول نہ جانا۔

شہنائیوں اور ہجوم کی آواز ابھر کر اونچی ہو جاتی ہے۔ چند لمحات کے بعد فیڈ آؤٹ۔

تیسرا آدمی:۔ تماشا ہی تو ہے۔ تم اس سے اپنے روپے مانگتے ہو۔ یہ کہتا ہے میرے پاس ہیں نہیں۔ تم کہتے ہو۔ نہیں میں نہیں مانتا۔ تمہارے پاس ہوں نہ ہوں ابھی نکال کر دو۔

(بہت سے آدمی ہنستے ہیں)

دکاندار:۔ تو کیا کروں ـــ پھر بھاگ جائے گا ـــ کیا ساری عمر اسی کو ڈھونڈھتا رہوں گا۔

پہلا آدمی:۔ ارے بھائی تم نے کیوں قرض لیا تھا۔ اب دیکھو کتنی خفت اٹھانی پڑ رہی ہے تمہیں۔

(موٹر کے ہارن کی آواز)

دوسرا آدمی:۔ بھئی راستے سے تو ہٹ جاؤ۔

دکاندار:۔ آپ لوگ ہٹ جائیں۔ میں تو یہیں کھڑا رہوں گا اس کا گریبان پکڑے

تیسرا آدمی:۔ کیسا آدمی ہے۔ خود کچھ بولتا ہی نہیں۔

دکاندار:۔ کیا بولے گا ـــ روپیہ دینا ہے اور ہر حالت میں دینا ہے۔

(موٹر کے ہارن کی آواز۔ بالکل قریب)

گنیش:۔ راستے سے ہٹو گے یا موٹر اوپر چڑھا دوں ـــ بازار کے بیچ میں تماشا لگا رکھا ہے۔

(ہجوم کا شور)

شیلا:۔ (گھبرا کر) چلئے اب راستہ صاف ہو گیا ہے۔

گنیش:۔ ٹھیرو..... (بلند آواز میں) ارے ـــ ذرا ادھر آؤ۔

دکاندار:۔ مجھے بلایا ہے سیٹھ صاحب؟

گنیش:۔ کیا بات ہے؟

دکاندار:۔ روپیہ لینا ہے سیٹھ صاحب۔ چھ مہینے ہو گئے ہیں۔ برابر مجھے گھسّے دیئے چلا جا رہا ہے۔ آج دیتا ہوں کل دیتا ہوں۔ بس اس طرح چھ مہینے گزر گئے ہیں۔

گنیش:۔ کتنی رقم نکلتی ہے تمہاری اس کی طرف۔

دکاندار:۔ سوا نو روپے۔

گنیش:۔ بس.....! (وقفہ) لو یہ دس روپیہ کا نوٹ۔

شیلا:۔ (اضطراب کے لہجے میں) آپ کیوں کسی کا قرض ادا کرتے ہیں ـــ وہ خود ادا کرے۔

گنیش:۔ کہاں سے ادا کرے گا..... (دکاندار سے) سوا نو روپے کہے تھے نا تم نے۔

دکاندار:۔ جی ہاں۔

گنیش:۔ بارہ آنے بچیں گے۔ یہ تم اسے دے دینا۔

شیلا:۔ (قریب قریب چیخ کر) آپ نوٹ واپس لیجئے ـــ آپ زبردستی بھیک دے رہے ہیں.....

(موٹر اسٹارٹ ہوتی ہے اور چل پڑتی ہے)

پہلا آدمی:۔ یہ کون تھے؟

جگل:۔ (زہر خند کے ساتھ) تم نہیں جانتے کون تھے ـــ شہر کے بہت بڑے رئیس ہیں۔ رائے صاحب لالہ گنیش پرشاد ـــ لاکھوں میں کھیلتے

ہیں ... تم نے دیکھا۔ ان کی پتلون میں ایک بھی پیوند نہیں تھا۔
کوٹ ان کا اپنا تھا ـــ جوتا بالکل نیا تھا۔۔۔

دکاندار:۔ لو یہ بارہ آنے۔

جگل:۔ لاؤ ـــ میری جیب بالکل خالی تھی۔

(ہجوم کا شور ـــ چند لمحات کے بعد فیڈ اپ)
آہستہ آہستہ ذیل کی غزل کی دھن شروع ہو ـــ سازوں پر پھر شعر گائے جائیں۔

غزل

غم کی دنیا بسا رہی ہوں میں
ان کو اپنا بنا رہی ہوں میں
سازِ ہستی کے تار ٹوٹ نہ جائیں
نغمۂ دل سنا رہی ہوں میں
سعیٔ ناکام کے چراغوں کو
آندھیوں میں جلا رہی ہوں میں

(پرویز)

(چند لمحات تک ساز دردناک لے میں بجتے رہیں)

گنیش:۔ شیلا۔

شیلا:۔ (افسردگی کے ساتھ) جی۔

گنیش:۔ تمہارے البم سے وہ تصویر کہاں گئی؟

شیلا:۔ وہ جو آپ نے اس روز دیکھی تھی؟

گنیش:۔ ہاں وہی۔

شیلا:۔ نکال دی ہے۔

گنیش:۔ کیوں ... بڑی اچھی تصویر تھی۔

شیلا:۔ (لہجے میں دبے ہوئے صدمے کے آثار نظر آتے ہیں) اچھی ہی تھی۔

گنیش:۔ تو نکال کیوں پھینکی؟

شیلا:۔ نکالی ہے پھینکی نہیں۔

گنیش:۔ میرا مطلب یہی تھا۔

شیلا:۔ اچھا۔

گنیش:۔ تمہاری طبیعت کئی دنوں سے سست سی ہے ـــ غالباً اسی دن سے جب ہم موٹر میں باہر گئے تھے۔

شیلا:۔ جی ہاں۔ اسی دن سے سست ہے ہوا لگ گئی تھی۔

گنیش:۔ مجھے یاد آیا۔ اس روز واقعی ہوا بہت تیز تھی۔

شیلا:۔ سرد بھی۔

گنیش:۔ سرد بھی ... یہ ہوا بعض اوقات بہت تیز اور سرد ہو جاتی ہے۔

شیلا:۔ جی ہاں۔

گنیش:۔ شیلا اپنے اس دوست کی کچھ باتیں تو سناؤ۔ تمہاری طبیعت بہل جائیگی۔

شیلا:۔ کیا سناؤں؟

گنیش:۔ کچھ بھی۔ تصویر سے آدمی دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔ کیا نام بتایا تھا۔

شیلا:۔ جگل صاحب۔

گنیش:۔ جگل صاحب (صاحب پر زور دے کر) آپ کی کوئی خاص خوبی؟

شیلا:۔ آوارہ مزاجی۔

گنیش:۔ (ہنستا ہے) مذاق کرتی ہو؟

شیلا:۔ (انتہائی سنجیدگی کے ساتھ) مذاق نہیں کرتی جگل صاحب کی سب سے بڑی خوبی ان کی آوارہ مزاجی ہے۔ ان کا لاابالی پن۔

گنیش:۔ تو وہ ایک نہیں کئی خوبیوں کے مالک ہیں۔

شیلا:۔ جی ہاں ــ وہ بیحد مفلس ــ انتہا درجے کے غلاظت پسند۔ بدتمیز ادب آداب سے ناواقف (آواز گلوگیر ہو جاتی ہے) بدزبان اور رذالت پسند ہیں۔

گنیش:۔ تم صریحاً مذاق کر رہی ہو۔ میں ہرگز ماننے کے لئے تیار نہیں۔

شیلا:۔ (تلخ لہجے میں) مذاق کر رہے ہیں۔

گنیش:۔ تمہاری سالگرہ کی خوشی میں آج شام کو ایک دعوت کر رہا ہوں۔ تم جگل صاحب کو بلاؤ۔ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔

شیلا:۔ (ایک دم بھڑک اٹھتی ہے) بس۔ بس ــ اب آپ میری آتما کو دکھ نہ دیجئے بہت زہریلی سوئیاں آپ مجھے چبھو چکے ... (رونی آواز میں) جی بھر کے آپ نے مجھے ذلیل کر لیا۔ کیا ابھی تک کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہوا ... جو کچھ آپ چاہتے تھے میں نے کہہ دیا ــ نہیں آپ نے کہلوا لیا ــ اب آپ اور کیا چاہتے ہیں ــ وہ بدمعاش ہے۔ لچا ہے۔ آوارہ گرد ہے۔ انسانیت کے دامن پر بدنما دھبہ ہے ــ قابل نفرت انسان ہے۔ کچھ

اور کہوں یا اتنا ہی کافی ہے ....

گنیش:۔ (نچلے لہجے میں) اتنا کافی نہیں ہے۔ آج شام کو وہ دعوت میں ضرور شریک ہوں گے۔

شیلا:۔ میں اسے ہرگز نہیں بلاؤں گی۔

گنیش:۔ مجھے معلوم تھا۔ اس لئے میں نے خود ان سے آنے کو کہا اور انہوں نے کمال عنایت سے میری درخواست قبول کر لی۔

شیلا:۔ (سخت گھبراہٹ کے ساتھ) وہ آئے گا۔ نہیں۔ نہیں ــ وہ کبھی نہیں آئے گا ــ اگر وہ آئے گا تو آپ مجھے موجود نہ پائیے گا۔

گنیش:۔ میں اس کا انتظام بھی کر لوں گا (ہنستا ہے) .... آج شام کو پانچ بجے تم دونوں دعوت میں شریک ہوں گے۔

گھڑیال کے الارم کی خرخراہٹ۔ پانچ بجنے کی آواز اور ساتھ ہی ہجوم کا شور

ایک مہمان:۔ رائے صاحب بڑے ٹھاٹ کی دعوت کی ہے۔

گنیش:۔ لالہ جی۔ شیلا کی سالگرہ ہو اور یہ ٹھاٹ نہ کئے جائیں (مسکرا کر) کیوں شیلا؟

شیلا:۔ اتنا اہتمام صرف آپ ہی کر سکتے تھے۔

گنیش:۔ (مسکرا کر) صرف تمہاری خاطر؟

دوسرا مہمان:۔ رائے صاحب ــ اب کس کا انتظار ہے۔ دعوت شروع ہو۔

گنیش:۔ سب مہمان آ چکے ہیں۔ سوائے ایک کے۔ ان کے بغیر پروگرام شروع

نہیں ہو سکتا۔

دوسرا مہمان:۔ کون ہیں یہ مہاشے؟

گنیش:۔ شیلا کے کالج کے زمانے کے دوست ـــ جگل صاحب ابھی تک آئے نہیں شیلا؟

شیلا:۔ آ ہی جائیں گے۔

(موٹر کے ہارن کی آواز)

تیسرا مہمان:۔ یہ کون آیا؟

دوسرا مہمان:۔ آگے بڑھ کے دیکھو ذرا۔

(قدموں کی آواز)

تیسرا مہمان:۔ بڑی شاندار موٹر ہے۔

چوتھا:۔ بالکل نیا ماڈل ہے۔

تیسرا مہمان:۔ آج کل تو بہت زیادہ قیمت ہو گی اس کی۔

(قدموں کی آواز)

رامو:۔ سرکار۔ جگل صاحب تشریف لائے ہیں۔

گنیش:۔ آ گئے؟

رامو:۔ ہاں۔ سرکار۔ آ گئے۔

گنیش:۔ انہیں اندر لے آؤ۔ رامو۔

(قدموں کی آواز مائکروفون کی طرف)

گنیش:۔ (حیرت کے ساتھ) یہ کون ہے؟

(قدموں کی آواز قریب تر آ جاتی ہے)

جگل:۔ (باوقار۔ شگفتہ اور باتمیز لہجے میں) ناگوار خاطر نہ ہو۔ تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں۔ آپ میں سے کون صاحبِ خانہ ہیں؟

شیلا:۔ جگل..... تم..... تم.....؟

جگل:۔ اوہ.... شیلا... بھئی پہلے مجھے اپنے پتی سے متعارف کراؤ۔ جنہوں نے مجھے یہاں مدعو کیا۔

گنیش:۔ ..... میں حاضر ہوں۔

جگل:۔ پہلے آپ میرا شکریہ قبول کیجئے کہ آپ نے مجھے اس شاندار دعوت میں شریک کیا۔ آپ نے جو آدمی میرے پاس بھیجا تھا۔ میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ بے حد مصروف ہونے کے باوجود میں ضرور آؤں گا ـــ شیلا تمہارے رائے صاحب بڑے ہی اچھے آدمی ہیں۔ تم بہت خوش نصیب ہو۔ کیوں جناب میں غلط کہہ رہا ہوں۔

گنیش:۔ (چونک کر) کیا کہا آپ نے؟

جگل:۔ (ہنستا ہے) حد ہو گئی ہے ـــ شیلا۔ مجھے معلوم ہی نہیں تھا کہ تمہاری شادی ہو چکی ہے ـــ دراصل۔ جائداد کے انتظام اور دوسرے کاموں میں اس قدر مشغول ہوا کہ سب کچھ بھول گیا (ہنستا ہے) دولت کمانا اور اس کو سنبھالنا بہت بڑی دردسری ہے ـــ تمہاری صحت تو اب اچھی ہے؟

شیلا:۔ (خاموش رہتی ہے)

جگل:۔ رائے صاحب۔ یہ آپ نے شیلا کو کیا کر دیا ہے۔ کچھ بولتی ہی نہیں ـــ

بالکل گونگی ہوگئی ہے ـــــ اور آپ .....

گنیش: ۔ میں ـــــ میں .....!

جگل: ۔ جی ہاں آپ کیا سوچ رہے ہیں ـــ ذرا ہنگامہ شروع ہو ـــ میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ جو پروگرام آپ نے بنایا ہے کیں اب شروع ہو جائے ـــ ہاں بھئی شیلا ـــ میں تمہارے لئے ایک تحفہ لایا ہوں۔

شیلا: ۔ (مردہ آواز میں) تحفہ؟

جگل: ۔ میرا خیال ہے کہ میں تمہارے لئے ایک تحفہ لایا ہوں ـــ رائے صاحب آپ پروگرام شروع نہیں کرتے ـــ اب دیر کیا ہے۔

(مکمل خاموشی)

جگل: ۔ یہ خاموشی کیوں؟

(وقفہ)

جگل: ۔ آپ نہیں شروع کرتے تو لیجئے۔ میں شروع کرتا ہوں (بلند آواز میں لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے) حضرات سنئے!

(ہجوم کی سرگوشیاں)

جگل: ۔ (تقریر کے انداز میں) رائے صاحب لالہ گنیش پرشاد جی نے آپ کو ایک بندر کا تماشہ دکھانے کا انتظام کیا تھا۔ لیکن افسوس ہے وہ بندر نہیں آیا ـــ اس کے بدلے میں آگیا ....

(ہجوم کی سرگوشیاں)

جگل: ۔ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ میں بندر نہیں ہوں۔ خوش پوش انسان ہوں۔

آپ نے میرا لباس یقیناً پسند کیا ہوگا۔ وہ موٹر کار بھی پسند کی ہوگی جو ابھی تک باہر کھڑی ہے ـــ میری گفتگو بھی آپ کو ضرور بھائی ہوگی ..... یہ میری سونے کی گھڑی ..... یہ ہیرے کی انگوٹھی بہت قیمتی ہے ـــ لیکن آپ کی نگاہوں نے تو میری ہر چیز کو تول لیا ہوگا اور اس کی قیمت بھی مقرر کر لی ہوگی۔ (لہجے میں طنز پیدا ہو جاتا ہے) آپ سب شریف آدمی ہیں ـــ میں ـــ میں بھی شریف آدمی ہوں اس لئے کہ میرا لباس اچھا ہے۔ میری موٹر اچھی ہے۔ میری انگوٹھی اچھی ہے۔

گنیش: ۔ مسٹر جگل۔

جگل: ۔ خاموش۔ رائے صاحب۔ خاموش۔ جب ایک شریف آدمی بات کر رہا ہو تو اسے بیچ میں نہیں ٹوکنا چاہئے ـــ یہ گنوار پن ہے۔ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں اور میرے پاس وقت بہت تھوڑا ہے مجھے ایک بہت ضروری کام پر جانا ہے میں آوارہ گرد۔ لچا، بدمعاش اور رذیل انسان نہیں ہوں۔ اس لئے کہ میں مفلس نہیں۔ میرے پاس بے شمار دولت ہے (ہنستا ہے) بے شمار دولت۔ اتنی کہ مجھ سے سنبھالے نہیں سنبھلتی ـــ دولت بڑی اچھی چیز ہے۔ یہ نہ ہو۔ تو آپ کیا ہیں ... محض بندر۔

(ہجوم کا شور)

جگل: ۔ خاموش ..... اگر دولت نہ ہوتی تو آپ سب بندر ہوتے۔ لوگ ڈگڈگی بجا کر آپ کو نچاتے ـــ آپ کے دماغوں میں بھس بھرا ہے۔ لیکن آپ عقل مند ہیں۔ صرف دولت کی وجہ سے ـــ آپ بد شکل ہیں۔ آپ کی

توندیں ابھری ہوئی ہیں لیکن آپ خوبصورت ہیں خوبصورت بیویوں کے شوہر ہیں۔ اس لئے کہ آپ دولتمند ہیں ـــ آپ بھری محفل میں ڈکاریں لیں۔ میز پر ننگی ٹانگیں رکھ کر بیٹھ جائیں۔ جمائیوں پر جمائیاں لیں۔ لیکن آپ کو کوئی بدتمیز نہیں کہے گا ـــ آپ بڈھے ہو کر بھی جوان ہو سکتے ہیں لیکن جن کے پاس دولت نہیں وہ جوانی میں بھی جوان نہیں ہو سکتے ـــ دولت عجیب و غریب چیز ہے ـــ آپ اپنی منحوس اور بھیانک شکل کی تعریف میں شاعروں سے قصیدے لکھوا سکتے ہیں ـــ بڑے بڑے آرٹسٹوں سے اپنی تصویر کھچوا سکتے ہیں خوب صورت عورتوں سے رومان لڑا سکتے ہیں ـــ دولت عجیب و غریب چیز ہے (ہنستا ہے) دولت عجیب و غریب چیز ہے (ہنستا ہے) میں بھی دولتمند ہوں ـــ بڑا دولتمند (دیوانہ وار ہنستا ہے ـــ ہنستے ہنستے آخر میں آواز بالکل کمزور اور مردہ ہو جاتی ہے) بہت بڑا دولتمند۔

شیلا:۔ (ایک دم چیخ کر) جگل ..... جگل .....

(جگل کے گرنے کی آواز۔ ہجوم کا شور)

شیلا: (بھاگ کر جگل کے پاس جاتی ہے) جگل ـــ جگل ـــ کیا ہو گیا تمہیں ـــ گر کیوں پڑے ـــ سنتے ہو؟

جگل:۔ (کمزور آواز میں کمزور ہنسی کے ساتھ) میں بہت بڑا دولتمند ہوں۔ بہت بڑا ـــ آٹھ روز سے میں نے کچھ نہیں کھایا اور دو مہینے سے بیمار ہوں ـــ رائے صاحب آٹھ روز سے میں نے کچھ نہیں کھایا۔ کہاں ہیں رائے صاحب۔

شیلا:۔ (گلوگیر آواز میں) جگل .....

جگل:۔ شیلا۔ جگل نہیں۔ جگل صاحب کہو ـــ ان لوگوں سے فخر کے ساتھ کہو کہ یہ جگل صاحب ہیں ـــ میرے دوست ـــ ان کی پتلون اپنی نہیں کوٹ، قمیص، ٹائی، جوتا، انگوٹھی، گھڑی ـــ ان میں سے کوئی چیز بھی ان کی اپنی نہیں ـــ یہ سب چیزیں اس کی ہیں جو نیچے اپنی موٹر میں میرا لباس پہنے بندھا پڑا ہے ـــ جانے کون گدھا ہے ـــ لیکن ہے دولتمند (ہنستا ہے)

شیلا:۔ یہ تم نے کیا کیا جگل؟

جگل: (مسکرا کر) ایک تماشے کے بدلے دوسرا تماشا ـــ کیا میں اس لباس میں شریف اور مہذب انسان دکھائی نہیں دیتا ـــ کیا ہوا جو مجھے آٹھ روز سے کھانے کو نہیں ملا ـــ کیا ہوا اگر ضعف کے باعث ـــ میری زندگی ختم ہو رہی ہے ـــ کیا ہوا ـــ ایک آوارہ گرد کم ہو جائے گا ـــ ایک ناکارہ انسان یہاں سے دفع ہو جائے گا ..... اچھا شیلا میں اب جاتا ہوں۔

شیلا:۔ کہاں؟

جگل:۔ موت نے بلا بھیجا ہے ـــ وہاں بھی شاید ایسی ہی دعوت ہو گی۔

شیلا:۔ (گلوگیر آواز میں) میرا تحفہ۔

جگل:۔ تمہارا تحفہ ـــ ہاں تمہارا تحفہ ـــ لیکن میرا سب کچھ تو نیچے موٹر میں پڑا ہے ـــ (وقفہ) تمہارے اس نوکر کا کیا نام ہے؟

شیلا:۔ رامو۔

جگل:۔ رامو۔ ذرا آگے آؤ ـــ آجاؤ ڈرو نہیں۔

(وقفہ)

جگل :- شیلا۔ اس کی آنکھوں میں تمہیں دو میلے آنسو نظر آتے ہیں ؟

شیلا :- ہاں۔

جگل :- یہی آنسو میرا تحفہ ہیں جو یہاں اور کسی کی آنکھوں میں نظر نہیں آتے ۔۔۔ میں نے اپنی زندگی کی سب سے قیمتی چیز تمہیں دے دی ہے ۔۔۔ رامو بیڑی ہے تمہارے پاس ؟

رامو :- جی سرکار۔

جگل :- ایک سلگا کر مجھے دو۔

(ماچس کی کھڑکھڑاہٹ)

جگل :- (بالکل دھیمے لہجے میں) آوارہ گرد۔ لچا۔ بدمعاش (آواز بالکل ڈوب جاتی ہے)

رامو :- لیجئے سرکار بیڑی۔

جگل :- (سرگوشی میں ۔۔۔ ہلکی سی ہنسی کے ساتھ) سرکار ۔۔۔۔۔

شیلا :- (ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیتی ہے) جگل ۔۔۔۔

جگل ۔۔۔۔۔

(سسکیاں ۔۔۔ فیڈ آؤٹ)

سلیمہ

(تالیوں کا شور ۔۔۔ چند لمحات کے بعد یہ شور بند ہو جائے)

پرنسپل :- یہ رسم جب سے میں اس کالج کا پرنسپل مقرر ہوا ہوں، ہر سال باقاعدہ ادا کی جاتی ہے۔ ہر سال اس موقعہ پر تالیوں کے شور کے ساتھ میں اپنی کرسی سے اٹھتا ہوں اور قریب قریب وہی تقریر کرتا ہوں جو میں نے آج سے دس سال پہلے کی تھی۔ تمہیں دیکھ کر میرے دل میں وہی جذبات پیدا ہوتے ہیں جو اس سلسلے کے آغاز پر ہوئے تھے۔ آج جب میں نے اس پر غور کیا ہے تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں بوسیدہ اسٹرہوں اور کالج کی یہ بلڈنگ بہت بڑا ڈاک خانہ تم سب خطوط ہو جو کچھ دیر اس بلڈنگ میں رہ کر اپنے اپنے ٹھکانے پہنچا دیئے جاتے ہو۔ تم میں سے کچھ بیرنگ ہو جاتے ہیں جس کے باعث تمہارے والدین کو جرمانہ ادا کرنا پڑتا ہے کچھ غلط ایڈریس کی وجہ سے اِدھر اُدھر بھٹکتے رہتے ہیں۔ بہر حال یہ کھیل ہے بہت دلچسپ

... ہر سال امتحانوں کا ایک چکر شروع ہوتا ہے۔ اس میں کچھ کامیاب ہوتے ہیں کچھ ناکام حسرت اور غم کی ملی جلی لہریں ہر سال دیکھتا ہوں اس وقت میرے سامنے ایسے کئی چہرے ہیں جو کامیابی کے باعث تمتما رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں ایسے چہرے بھی دیکھ رہا ہوں جو ناکامی کے صدمے سے مرجھائے ہوئے ہیں خزاں اور بہار کا ملا جلا موسم ہر سال آتا ہے اور چند دنوں کے بعد گزر جاتا ہے۔ وہ لڑکیاں اور لڑکے جو بی اے کا امتحان پاس کر چکے ہیں یا تو اونچی تعلیم حاصل کرنے کیلئے کسی بڑے کالج میں داخل ہو جائیں گے یا تعلیم کا سلسلہ ختم کر کے دنیوی کاموں میں مصروف ہو جائیں گے۔ وہ جو اس امتحان کی دیوار نہیں پھاند سکے۔ دوبارہ کوشش کریں گے۔ جو یہاں سے جا رہے ہیں ان کو میں الوداع کہتا ہوں اور ان کی کامیاب زندگی کیلئے دعا کرتا ہوں جو نئے آئے ہیں میں ان کو خوش آمدید کہتا ہوں اور ان کے فائدے کیلئے کہتا ہوں کہ اس تعلیم گاہ میں داخل ہوتے وقت ان لوگوں کو ایک نظر ضرور دیکھ لیں جو باہر جا رہے ہیں۔ جو خواہش کے باوجود اپنی کمزوریوں کے باعث یا کسی اور وجہ سے باہر نکلنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ ان سے مجھے پوری پوری ہمدردی ہے خاص طور پر مجھے سلیمہ سے بہت ہمدردی ہے جو محنت کرنے کے باوجود اس سال بھی امتحان میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ اب اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔ خدا کرے آیندہ سال سلیمہ کامیاب ہو جائے۔

(تالیوں کا شور، اس کے بعد لڑکوں اور لڑکیوں کی ملی جلی آوازیں)

(آہستہ آہستہ ان آوازوں کو دھیما کر دیا جائے اور ذیل کا مکالمہ ان پر سپرامپوز کیا جائے)

ذکیہ:۔ نرملا ـــــ کیا سلیمہ ہال میں موجود تھی؟

نرملا:۔ نہیں تو ـــ کیوں اوشا ـــ کیا سلیمہ موجود تھی؟

اوشا:۔ نہیں تو۔

ذکیہ:۔ میرا خیال ہے۔ وہ آئی ہی نہیں۔

نرملا:۔ بے چاری کو دکھ بہت ہوا ہوگا۔

ذکیہ:۔ ایک بار فیل ہونے ہی سے آدمی کی کمر ٹوٹ جاتی ہے۔ وہ تو دوسری دفعہ فیل ہوئی ہے۔

نرملا:۔ محنت تو بے حد کرتی ہے۔

ذکیہ:۔ اصل میں یہ سب اس کے مزاج کی خرابی کا نتیجہ ہے۔ کسی سے مدد لینا کوئی گناہ تو نہیں۔ امتحان شروع ہونے سے پہلے میں نے کئی بار اس سے کہا سلیمہ تم میرے گھر آجایا کرو۔ میں تمہیں ساری اکنومکس ازبر کرا دوں گی۔ ... بس یہ سنتے ہی جیسے اس کے مرچیں لگ گئیں تم اپنے آپ کو بہت وہ سمجھنے لگی ہو ذکیہ۔ تمہارے بغیر گویا اکنومکس کسی کو یاد ہی نہیں ہو سکتی یعنی ایک صرف تم ہی ہو جسے اکنومکس آتی ہے۔ میں تو بالکل گدھی ہوں، بیوقوف ہوں اب نرملا تم ہی کہو، میں نے کیا اسے چھیڑنے کیلئے اپنی مدد پیش کی تھی۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ وہ اکنومکس میں بالکل صفر ہے۔ بس دماغ ہی جو ایسا پایا ہے کوئی اچھی بات بھی کرے تو اسے بری لگتی ہے۔

نرملا:۔ میرے ساتھ بھی بالکل یہی ہوا۔ میں نے کہا۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارا سائیکو لوجی کا پیپر کمزور رہ جائے کہو تو میں تمہیں اپنا نوٹ لا دوں۔ بس یہ سنتے ہی بگڑ گئی۔ نوٹوں کی تو اس کو ضرورت ہوتی ہے جو کتاب سے کچھ سیکھ نہ سکے اور اگر مجھے کسی نوٹ کی ضرورت ہوتی تو میں خود خرید لوں گی۔ میں اتنی گئی گذری تو نہیں۔ یہ نوٹ جو تم مجھے دینا چاہتی ہو۔ دو روپے دس آنے کا آتا ہے۔ کوئی اتنی بڑی رقم خرچ تو نہیں ہوتی۔ ... بھئی وہ دن اور یہ دن میری زبان جلے جو میں نے پھر اس سے ایسی بات کی ہو۔

اوشا: کسی کو کیا پڑی ہے جو.....

ذکیہ: پڑی وڑی کی بات نہیں اوشا۔ ہمارے دل پتھر کے تو ہیں نہیں۔ اس کو دیکھ کر کسے دکھ نہیں ہوتا اور جب دکھ ہو تو منہ سے ہمدردی کا کوئی کلمہ نکل ہی جاتا ہے۔

نرملا: پر اسے ہمدردی کی ضرورت بھی ہو.... وہ تو کاٹنے کو دوڑتی ہے۔ اگر اس سے ہمدردی کا ایک لفظ بھی کہہ دیا جائے۔

ذکیہ: جانے اس کے مزاج میں یہ تلخی کہاں سے آگئی۔

اوشا: اسے تلخی کو چھوڑو سب کو معلوم ہے کہ سیمہ غریب ہے۔ لیکن اگر اس سے کہو سلیمہ تم ہر روز یہ سبز ساڑھی کیوں پہن کر آتی ہو تو فوراً بگڑ کر جواب دے گی۔ میرے پاس ایسی ایک نہیں کئی ساڑھیاں ہیں۔ مجھے یہ خاص کپڑا اور خاص رنگ بہت پسند ہے پر قسم جھوٹ نہ بلوائے تو اس کے پاس اس ساڑی کے سوا ایک چندی بھی نہیں ہے۔

نرملا: سر میں تیل لگائے گی ایسا بدبودار کہ ناک پھٹ جائے۔ پر اس سے پوچھو تو یہی کہے گی یہ خاص تیل ہے۔ اس سے بال لمبے ہوتے ہیں۔ مجھے ایسے بھی خوشبودار تیل پسند نہیں لگاؤں تو زکام ہو جاتا ہے۔

اوشا: بی مینڈکی کو بات بات پر زکام ہونے کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔ توبہ ہے بھئی۔

ذکیہ: اور دیکھو سب لوگ آئے پر وہ زکام کی بچی نہیں آئی... (وقفہ) خواہ مخواہ میں نے اسے گالی دی۔ اللہ کی قسم مجھے دکھ ہوا۔ نرملا سچ کہتی ہوں۔ اس کا وحشیانہ پن دور ہو جائے تو اس جیسی اچھی سہیلی تمہیں چراغ لیکر ڈھونڈنے پر بھی نہ ملے گی۔ مگر مصیبت تو یہ ہے کہ بات بات پر بگڑ جاتی ہے۔ ہر وقت بھری بندوق بنی رہتی ہے۔ اس کا کیا علاج کیا جائے۔ (قدموں کی چاپ)

انور: کس کا علاج.....

ذکیہ: ہم سلیمہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ آپ دوستوں وغیرہ سے ملا چکے؟

انور: جی ہاں۔ تو آپ سلیمہ کا ذکر کر رہی تھیں مگر یہ علاج کا قصہ کیا تھا۔

ذکیہ: (ہنستی ہے) کچھ نہیں..... اچھا تو اب کس کالج میں داخل ہو بیٹھے گا۔

انور: جس میں آپ کہیں؟

ذکیہ: نرملا، سنا تم نے یہ آجکل ایک نیا فراڈ چل رہے ہیں۔ ہر ایک سے یہی کہتے پھرتے ہیں جس میں آپ کہیں.....

(سب ہنستے ہیں)

انور: آپ سلیمہ کی باتیں کر رہے تھے۔

ذکیہ: جی ہاں۔

انور: آپ؟

ذکیہ: میں بھی اسی کی باتیں کر رہی تھی۔

انور: اور آپ۔

اوشا: اس گفتگو میں میں بھی شامل تھی۔

ذکیہ: آپ تو بالکل پولس انسپکٹر بن رہے ہیں۔

انور: جی نہیں میرے دخل اور معقولات کی وجہ یہ ہے کہ میں ابھی ابھی سلیمہ سے گفتگو کر کے آرہا ہوں.....

نرملا: کہاں ہے؟

انور: باہر باغ میں۔

اوشا:۔ چاو ذکیہ چلیں۔

انور:۔ ٹھہریئے۔

اوشا:۔ فرمایئے۔

انور:۔ اس وقت آپ اس کے پاس نہ جائیں تو اچھا ہے۔ اس کی طبیعت بیحد مغموم ہے۔ صدمے نے اس کے دماغ کو درہم برہم کر رکھا ہے۔ وہ آپ لوگوں سے اچھی طرح گفتگو نہ کر سکیگی اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کوئی ایسا چبھتا ہوا فقرہ کہدے جس سے آپ میں سے کسی کو رنج پہنچے۔ وہ اس وقت بالکل بھری بیٹھی ہے۔ کسی نے اس کو چھیڑا تو آفت برپا ہو جائے گی۔

ذکیہ:۔ یہ بڑی مصیبت ہے۔ اب اگر کوئی اس سے ہمدردی کا اظہار کرنا چاہے تو کیا کرے۔

انور:۔ خاموش رہے۔

ذکیہ:۔ کیسے؟

انور:۔ بالکل میری طرح ـــ باغیچے کی طرف سے میرا گذر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک جھاڑی کی چھاؤں تلے بیٹھی ہے اس کی آنکھوں میں دو نا مکمل آنسو دیکھ کر ہی میرے قدم رک گئے اس نے میری طرف دیکھا۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ وہ دماغی اضطراب کی آخری حد تک پہنچ چکی ہے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آنا چاہتے ہیں مگر وہ انہیں روک رہی ہے۔ وہ نہیں چاہتی کہ اس کی کمزوری کا اظہار کسی غیر شخص پر ہو جائے۔ میں نے اس وقت یہ عجیب و غریب بات محسوس کی کہ وہ خود کو بھی غیر سمجھ رہی ہے۔ وہ اپنی کمزوری اپنی آنکھوں کو بھی نہیں بتانا چاہتی۔ اس کے توسط اور اس کی قوت ارادی کا میں ہمیشہ معترف رہا ہوں لیکن میں اس کے پاس چلا جاتا تو وہ پہاڑ جو اس نے اتنی محنت سے کھڑا کیا تھا۔ یقیناً ریزہ ریزہ ہو جاتا۔۔۔ اس ڈر کے مارے میں اس کے پاس

نہ گیا۔ اس نے میری طرف دیکھا اور میں نے اس کی طرف۔ اس کے نامکمل آنسو تکمیل کی آرزو میں تڑپا کئے اور میں یہاں چلا آیا۔

ذکیہ:۔ آپ کا خیال ہے اگر میں اس کے پاس جاؤں تو وہ مجھے مارے گی؟

انور:۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا مگر وہ اس وقت غضبناک حالت میں ہے ناکامی پر ان آدمیوں کی اکثر یہی حالت ہوا کرتی ہے جنہیں اپنے اوپر ضرورت سے زیادہ اعتماد ہوتا ہے۔ وہ ناکامی کو ایک چھوٹی سی گیند سمجھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اسے ایک ہی ٹھوکر سے پرے ہٹا کر اپنا راستہ صاف کر لیں مگر بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ گیند زمین میں گڑ جاتی ہے اور زور زور سے ٹھوکریں مارنے پر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلتی لیکن شاید میرا خیال غلط ہو۔۔۔ میں دراصل کوشش کے باوجود سلیمہ کو نہیں سمجھ سکا۔

ذکیہ:۔ ہم سب کے لئے ایک معمہ بنی ہوئی ہے۔

اوشا:۔ یہ تو انور صاحب نے ٹھیک کہا ہے کہ اسے ضرورت سے زیادہ اپنے اوپر اعتماد ہے۔ کیا پتہ ہے، ساری خرابی کی یہی جڑ ہو۔

ذکیہ:۔ ہو سکتا ہے۔

انور:۔ میرے اور اس کے تعلقات کسی حد تک خوشگوار ہی رہے ہیں مگر اس کے باوجود میں نے اس وقت اس سے ہمدردی کا اظہار کرنا مناسب خیال نہ کیا۔ آپ لوگوں سے تو اس کی ہمیشہ چخ چلتی رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں، نرملا بہن کو تو ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ اس صورت میں جب کہ سلیمہ اور آپ کے درمیان ہمیشہ ایک خلیج حائل رہی ہے۔

ذکیہ:۔ ہمارا اس کے پاس جانا واقعی مناسب نہیں۔

انور:۔ اور میری رائے پر اگر عمل کریں تو اس دروازے سے باہر نکل جائیں۔ ممکن ہے آپ

کو دیکھ کر اسے تکلیف پہنچے۔

اوشا: پہنچتی ہے تو پہنچے۔ بھئی میں تو اس دروازے سے باہر جاؤں گی چڑانے کے لیے بالکل اس کے پاس سے اکڑتی ہوئی چلوں گی۔

انور: اوشا، تم نے اسے کلاس میں سب سے زیادہ تنگ کیا ہے۔ اب کالج چھوڑ کر جاتے جاتے اسکے دکھے دل کو اپنی کامیابی کے اظہار سے ٹھیس پہنچانا کیا درست ہوگا۔ ممکن ہے تمہیں اس میں مزا آئے مگر اس کو یقینی طور پر دکھ ہوگا۔ سلیمہ بہت حساس لڑکی ہے۔

اوشا: تم ہمیشہ اس کی بچ کرتے رہے ہو لیکن یاد ہے۔ اس روز تمہاری اس حساس لڑکی نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔

انور: (ہنستا ہے) میری حساس لڑکی؟ (سب ہنستے ہیں۔)

ذکیہ: سچ تو یہ ہے کلاس میں سلیمہ سے آپ کا سلوک ویسا ہی تھا جیسے ایک باپ کا اپنی بیٹی سے ہوتا ہے۔

انور: (ہنستا ہے) لیکن اس کے باوجود جیسا کہ اوشا نے ابھی ابھی کہا ہے میری شفقت کو وہ ہمیشہ ٹھکراتی اور میری ہمدردی کو ہمیشہ روندتی رہی ہے۔

ذکیہ: ضدی اور بدمزاج لڑکیوں سے آپ اور کس قسم کے برتاؤ کی توقع کر سکتے ہیں۔

انور: اس کی ضد اور بدمزاجی سے آپ کی طرح میں بھی واقف ہوں مگر یہ ضد اور بدمزاجی کیسے ہوئی اس کے متعلق آپ جانتی ہیں نہ میں۔ اب ہم سب یہ کالج چھوڑ کر جا رہے ہیں اور وہ اکیلی رہ گئی ہے، اجنبیوں کے درمیان۔ ظاہر ہے کہ نئے لوگ اسے بہت زیادہ پریشان کریں گے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے مزاج میں اور زیادہ چڑچڑاپن پیدا ہو جائے گا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اس لڑکی کا انجام کیا ہوگا۔ تم لوگوں نے غور نہیں کیا

کہ وہ کس قدر دبلی ہو گئی ہے۔ اس کی ہڈیاں باہر نکل آئی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کئی برسوں کی بیمار ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے جب میں سوچتا ہوں کہ سلیمہ اپنی زندگی کے ایک پراسرار محاذ پر لڑتی لڑتی تنہا ماری جائے۔

ذکیہ: وہ اپنے دل کا حال کسی کو بتائے بھی۔

اوشا: میں تو اس سے کئی بار پوچھ چکی ہوں۔

نرملا: اپنے میلے پیٹی کوٹ کی طرح وہ ہمیشہ اسے چھپائے رہتی ہے۔

انور: لیکن اس کا دل اس کے پیٹی کوٹ کی طرح میلا نہیں۔ مجھے اس کا یقین ہے۔

(دور سے بہت سے لڑکے لڑکیوں کے آنے کی آواز)

انور: ایک گروہ کا گروہ ادھر آ رہا ہے۔ آپ چلی جائیں۔ میں نہیں چاہتا کہ سلیمہ کے متعلق یہ لوگ بھی باتیں کریں۔ آپ چلی جائیں۔

(ہجوم کا شور قریب آ جاتا ہے۔ نرملا، اوشا اور ذکیہ اس میں شامل ہو جاتی ہیں سب ملکر ایک لہر کی طرح آگے گزر جاتے ہیں۔ آہستہ آہستہ اس شور کو فیڈ آؤٹ کیا جائے اس کے بعد انور کے قدموں کی چاپ چند لمحات تک اسے قائم رکھا جائے)

انور: (ہچکچاتے ہوئے) سلیمہ..... میں تمہارے پاس آ سکتا ہوں؟

سلیمہ: (تلخ لہجے میں) تمہیں کس نے روکا ہے۔ آنا چاہتے ہو تو آ جاؤ۔

انور: (لمبا وقفہ) تم یہاں بہت دیر کی بیٹھی ہو۔

سلیمہ: ہاں بہت دیر کی بیٹھی ہوں، کہتے ہو تو اٹھ کر چلی جاتی ہوں۔

انور: نہیں نہیں میرا مطلب یہ نہیں کہ تم اٹھ کر چلی جاؤ۔ میں دراصل تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا تھا۔

سلیمہ: کیسی باتیں؟

انور :۔ تمہارا لہجہ اس قدر سخت ہے کہ.....

سلیمہ :۔ بدمزاج جو ٹھہری۔

انور :۔ نہیں سلیمہ نہیں... (وقفہ) میرا یہاں آنا تمہیں ناگوار گزرا ہے تو میں چلا جاتا ہوں۔

سلیمہ :۔ تم کہنا کیا چاہتے تھے.....

انور :۔ کوئی خاص بات نہیں... بس یونہی تم سے باتیں کرنے کو دل چاہا۔ اس لئے چلا آیا۔ اس سے پہلے بھی میں ادھر سے گذرا تھا مگر تم.... سلیمہ تنہائی میں تم کیا بالکل نہیں گھبراتی ہو۔

سلیمہ :۔ کیسی تنہائی.... میں بالکل تنہا نہیں ہوں۔

انور :۔ (ہنستا ہے) ہاں اب تم تنہا نہیں ہو۔

سلیمہ :۔ اس سے پہلے بھی تنہا نہیں تھی تم چلے جاؤ گے، پھر بھی میں تنہا نہیں ہونگی.....

انور :۔ میرا مطلب یہ ہے کہ تم نے کیوں اپنی طبیعت پر اتنا بوجھ ڈال رکھا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آدمی تنہا ہونے پر بھی ہجوم میں گھرا ہوا ہو سکتا ہے پر تمہارے متعلق میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ تم خوفناک طور پر اکیلی ہو۔ تمہارا کوئی دوست نہیں۔ تمہارا کوئی ہمدرد نہیں۔

سلیمہ :۔ یہاں کالج کی چار دیواری میں اگر میرا کوئی دوست نہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ میں خوفناک طور پر اکیلی ہوں۔ میرے دوست ہمدرد موجود ہیں۔ میں چاہتی تو یہاں بھی اپنے دوست پیدا کر لیتی مگر مجھے ان کی ضرورت نہیں اور ہمدرد اس وقت پیدا ہوتے ہیں۔ جب کسی کی حالت قابل رحم ہو۔ میری حالت قابل رحم نہیں۔ تم ہمیشہ مجھے غلط سمجھتے رہے ہو۔ تم کیا سب مجھے غلط سمجھتے رہے ہیں (ہنستی ہے) اچھی بھلی ہوں چلتی پھرتی ہوں۔ بولتی ہوں ہنستی

ہوں۔ مجھ میں کیا نقص ہے۔ مجھ میں کیا خرابی ہے جو دوسروں کے دل میں ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ان لوگوں کے اپنے دماغ کی خرابی کا نتیجہ ہے

انور :۔ لیکن..... لیکن.....

سلیمہ :۔ مجھے کسی کی ہمدردی کی ضرورت نہیں۔ میں جانتی ہوں تم کس غرض سے میرے پاس آئے ہو۔ ہو سکتا ہے کہ تمہاری ہمدردی میں خلوص ہو مگر مجھے اس کی ضرورت بھی ہو۔ میں اگر دوبارہ فیل ہو گئی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ میرا کوئی عزیز مر گیا ہے۔ میرا بازو ٹوٹ گیا ہے میں لولی لنگڑی ہو گئی ہوں اور جو اس کا یہ مطلب نکالتے ہیں کہ میں کند ذہن ہوں۔ وہ بھی درست نہیں۔ میں تم سے کہیں زیادہ ذہین ہوں۔ کونسی بات ہے جو میرے ذہن میں نہیں آسکتی۔ تم ہی بتاؤ۔ کلاس میں جب نئے نئے آئے تھے تو کیا میں نے تمہیں فلسفے کے کئی دقیق نکتے نہیں سمجھائے تھے۔ تم کلاس میں سب سے زیادہ ہوشیار طالب علم مانے جاتے تھے۔ لیکن میں کئی بار تمہاری غلطیاں نکال چکی ہوں۔ کیا یہ درست نہیں ہے۔

انور :۔ سلیمہ میں تمہارا پیکر خیال توڑنا نہیں چاہتا تھا مگر اب مجبوراً مجھے یہ کہنا پڑا ہے کہ میں ہمیشہ تمہاری حوصلہ افزائی کرتا رہا ہوں۔ فلسفے کے جو نکتے تم نے مجھے سمجھائے ہیں سراسر غلط تھے۔ ایک لفظ بھی تمہارا صحیح نہیں تھا۔ کلاس میں تم میری غلطیاں نکالتی رہی ہو اور میں تسلیم کرتا رہا ہوں۔ صرف اس لئے کہ تمہارا شغل جاری رہے اور تمہیں ناامیدی نہ ہو۔ آج مجھے محسوس ہوا کہ یہ طرز عمل بالکل غلط تھا۔ تم اپنے آپ کو دھوکا دیتی رہیں اور میں تمہاری مدد کرتا رہا۔ یہ میری خطرناک غلطی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اب میں نے اسے دور کرنے کیلئے تم سے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ اپنی

ذہانت اور قابلیت کے متعلق تمہارا دعوےٰ بالکل بے بنیاد ہے۔

سلیمہ:۔ میں جانتی تھی، مجھے معلوم تھا کہ تم بہت بڑے حاسد ہو۔ آج تم نے جو زہر اگلا ہے اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تم واقعی حاسد ہو۔ چونکہ میں لائق ہوں ذہین ہوں اور تمہارے مقابلے میں میری ذہنی قوتیں بہت ارفع و اعلیٰ ہیں۔ اسی لئے تم دوسروں کی طرح مجھ سے خار کھاتے ہو ــــ کلاس میں اگر میں نے تمہاری طرف کچھ توجہ دی تھی تو اس کا مطلب صرف یہ تھا کہ تم دوسروں کے مقابلے میں کچھ اچھے تھے ان کے مقابلے میں تمہارے اندر حسد کا مادہ کچھ کم تھا۔ پر اب معلوم ہوا ہے تم سب سے زیادہ زہریلے ہو۔ (آواز بھرا جاتی ہے) کتنی بار تمہاری چکنی چپڑی باتیں سن کر مجھے خیال ہونے لگا تھا کہ شاید تم میرے سچے دوست ہو۔ پر اب تم نے اپنی اصلیت .....

انور:۔ سلیمہ .....

سلیمہ:۔ (آواز زیادہ بھرا جاتی ہے) تم نے اس وقت جو نشتر زنی کی ہے۔ اس کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا ــ (رونے لگتی ہے) بالکل اثر نہیں ہوا۔ تمہاری کامیابی نے میری ناکامی کا جی بھر کے منہ چڑا لیا ہے۔ اب جاؤ خوشی خوشی اپنے گھر چلے جاؤ۔ آئے تھے وہاں سے ہمدردی کرنے ــ ہمدردی ــ جاؤ اس ہمدردی کو اپنے ساتھ لے جاؤ ــ (پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیتی ہے) مجھے کسی کی پروا نہیں، مجھے کسی کی بھی پروا نہیں۔ تم سب سمجھتے ہو۔ میں تنہا ہوں بے یار و مددگار ہوں۔ اپاہج ہوں (روتے روتے ہنستی ہے) اسی لئے تم مجھے خیرات کے طور پر اپنی ہمدردی کے سوکھے ٹکڑے دیتے ہو ..... میں ... میں نہیں لینا چاہتی یہ بھیک ... میں نہیں چاہتی یہ خیرات ... جاؤ ... جاؤ ... یہاں سے چلے جاؤ ... (بہت زور سے رونا

شروع کر دیتی ہے)۔

انور:۔ جاتا ہوں ..... جاتا ہوں ..... لیکن سلیمہ خدا گواہ ہے میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا۔

سلیمہ:۔ جاؤ، جاؤ ..... میں کچھ سننا نہیں چاہتی۔

انور:۔ (افسردگی کے ساتھ) بہت بہتر جاتا ہوں۔

(قدموں کی چاپ اس کے ساتھ ساتھ سلیمہ کی ہچکیاں۔ آہستہ آہستہ)

فیڈ آؤٹ

انور کا باپ:۔ تم نے یہ بڑی عجیب و غریب کہانی سنائی۔

انور:۔ ابا جی، کہانی نہیں حقیقت ہے۔

انور کا باپ:۔ کہاں رہتی ہے یہ لڑکی ــ

انور:۔ معلوم نہیں، کہاں رہتی ہے۔ کلاس میں کسی کو بھی اس کے گھر کا پتہ معلوم نہیں تھا میں نے کئی بار پوچھا مگر اس نے بڑی صفائی سے ٹال دیا۔

انور کا باپ:۔ کالج چھوڑ دیا کیا اس نے؟

انور:۔ معلوم نہیں۔ آج قریباً پچھ مہینے کے بعد بمبئی سے یہاں آیا ہوں۔ لیکن میرا خیال ہے اس نے تعلیم ترک نہیں کی ہوگی بہرحال آج کسی سے پتہ نکالوں گا۔ میں اس سے ایک بار پھر ملنا چاہتا ہوں ــــ میری بانو، میری اسے بہت دکھ پہنچا تھا ابا جی ــــ میں اس سے معافی مانگنا چاہتا ہوں۔

(نوکر اندر داخل ہوتا ہے)

نوکر:۔ چھوٹے صاحب ایک لڑکا آپ کے نام خط لایا ہے ۔

انور:۔ خط ـــــ

انور کا باپ:۔ (نوکر سے خط لے کر) لو یہ رہا ـــــ

انور:۔ (کھولتا ہے۔ وقفہ) سلیمہ..... ابا جی وہی سلیمہ ـــــ

انور کا باپ:۔ کیا لکھتی ہے ؟

انور:۔ (گھبراہٹ میں) مسٹر انور ـــــ میں مرنے کے قریب ہوں۔ آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔ راقم۔ سلیمہ

انور کا باپ:۔ مرنے کے قریب ہے۔ جاؤ انور بھاگ کر جاؤ ـــــ

نوکر:۔ جو لڑکا خط لایا تھا، باہر کھڑا ہے۔

انور:۔ اسے روکے رکھو.....

انور کا باپ:۔ جاؤ میری موٹر لے جاؤ باہر کھڑی ہے۔

انور:۔ کیا ہوا اسے ؟..... میں جاتا ہوں ـــــ

(قدموں کی تیز آواز ـــــ دروازہ ـــــ موٹر اسٹارٹ ہوتی ہے پھر چلتی ہے۔ چند لمحات کے بعد یہ آواز فیڈ آؤٹ کر دی جائے)

(دروازہ کھولنے کی آواز)

انور:۔ سلیمہ، سلیمہ، کہاں ہو تم..... ارے ـــــ سلیمہ ـــــ

سلیمہ:۔ (نحیف آواز میں) آجاؤ ـــــ ادھر میرے پاس آجاؤ ـــــ

انور:۔ میری سمجھ میں نہیں آتا..... کیا ہوا تمہیں ـــــ تم..... تم ـــــ!

سلیمہ:۔ میں بے حد کمزور ہو گئی ہوں..... ہے نا ؟..... مجھے معلوم تھا تم یہی

کہو گے۔ لیکن نہیں میں ابھی کچھ دیر زندہ رہوں گی۔ مجھے تم سے چند باتیں کرنی ہیں۔ بیٹھ جاؤ ـــــ ادھر ہی بیٹھ جاؤ۔

انور:۔ میں..... میں ـــــ!

سلیمہ:۔ تمہیں حیرت ہو رہی ہے۔ اس غلیظ کمرے کو دیکھ کر یا مجھے نہ دیکھو یہاں جس شے کو بھی دیکھو گے تمہیں حیرت ہو گی۔ سب سے بڑی حیرت انگیز تو میں ہوں مجھے دیکھو اور جتنا حیرت زدہ ہونا چاہو ہو لو۔

انور:۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں کسی قدر سمجھ رہا ہوں۔

سلیمہ:۔ خود سمجھنے کی کوشش نہ کرو، مجھے سمجھانے دو ـــــ میں تمہیں اس دفعہ فلسفے کے دقیق نکتے نہیں سمجھاؤں گی۔ یہ کتابوں کی الجھی ہوئی باتیں نہیں میرے دل کی تحریر ہے جو بے حد شکستہ خط میں لکھی گئی اور کسی سے نہ پڑھی گئی۔ سچ پوچھو تو جان بوجھ کر میں نے اس بدخطی سے کام لیا ـــــ میری آواز زیادہ کمزور تو نہیں سن رہے ہو نا ـــــ

انور:۔ سن رہا ہوں۔

سلیمہ:۔ انور میری کشتی پاش پاش ہو چکی ہے ـــــ پیندے اور پتواروں کے بغیر اسے کئی برس منجدھار میں کھیتی رہی ہوں، پر اب یہ کشتی ہی نہیں رہی۔ اس کو کھینے کی قوت اب بھی میرے بازوؤں میں موجود ہے۔ لیکن میں اب اسے اپنے ساتھ قبر میں لے جاؤں گی۔ انور! کیا وہاں بھی ایسی ہی ٹوٹے ہوئے پیندے اور پتواروں کے بغیر کشتیاں ملیں گی ؟ ـــــ (وقفہ) ـــــ تم بولتے کیوں نہیں ـــــ تمہاری آنکھوں میں آنسو۔ کیوں تیر رہے ہیں ـــــ میری طرف

دیکھو میری آنکھیں تو بالکل خشک ہیں ـــ ہیں نا؟

انور :۔ ہاں بالکل خشک ہیں!

سلیمہ :۔ میں اپنی اس ٹوٹی ہوئی کشتی کے لئے اِدھر اُدھر سے چند چیتھڑے اکٹھے کر کے بادبان بناتی رہی۔ لیکن طوفانوں نے بڑی بے رحمی سے ان کو چیر پھاڑ دیا

انور ـــ یہ طوفان اس قدر بے رحم کیوں ہوتے ہیں ـــ انہوں نے کیوں اتنا نہیں سوچا کہ اس لڑکی کے پاس مضبوط کپڑا حاصل کرنے کیلئے دام نہیں تھے ـــ انور میں نے جب ان کی طاقت تسلیم کی ہے۔ پھر یہ ظلم کیوں؟ میں اس اندھیری کوٹھڑی میں تن تنہا مشقت کرتی رہی ہوں میں نے کسی کے آگے دامن نہیں پھیلایا۔ کیا یہ جرم تھا جو اس کی اتنی کڑی سزا مجھے دی گئی؟ میں نے اپنے تمام لطیف جذبات نکال کر باہر پھینک دیئے کہ یہ میرے راستے میں حائل ہوں گے میں نے بھوک اور پیاس سہی۔ میں نے اور بہت سی تکلیفیں برداشت کیں۔ صرف اس لئے میں ایک بار امتحان پاس کر لوں اور خود کمانے کے قابل ہو جاؤں ... لیکن ان تمام قربانیوں کا انجام یہ ہے۔ سوکھے ہوئے ہونٹ گالوں کی ابھری ہوئی ہڈیاں، اور اندر دھنسی ہوئی آنکھیں ان تمام قربانیوں کا انجام یہ ڈراؤنا بھوت ہے جو تمہارے سامنے لیٹا ہے ... (وقفہ) میں تھوڑی دیر کے بعد سو جاؤں گی۔ وہ لوہا جو میں اتنی دیر اپنی زندگی کی بھٹی میں سرخ کر کے کوٹتی رہی ـــ اب خود بخود مڑ کر قبر کے دہانے کی طرف جا رہا ہے۔ انور! کیا وہاں بھی مجھے یہی بھٹی سلگانی پڑے گی۔ کیا وہاں پہنچ کر یہ لوہا خود بخود مڑ کر کسی

اور دہانے کی طرف تو نہیں چلا جائے گا۔ بولو مجھے جواب دو۔

انور :۔ بڑے بڑے عالم ہی ایسی باتوں کا جواب دے سکتے ہیں۔

سلیمہ :۔ کاش! تم ایسے عالم ہوتے! ... اب میں کیا کروں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ تم نے تو میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔

انور :۔ کیا چاہتی ہو تم؟

سلیمہ :۔ میں مر رہی ہوں اور تم نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔ اب ایسا کرنا کہ میری یہ دو سبز ساڑھیاں اور یہ ساری کتابیں جو یہاں بکھری پڑی ہیں۔ اٹھا کر میرے ساتھ ہی دفن کر دینا ـــ ممکن ہے وہاں یہ چیزیں اور بھی زیادہ مہنگی ملیں۔ میں نے بڑی مصیبت سے یہاں خریدی تھیں ـــ اور دیکھو کسی اور کو میری موت کی خبر نہ ہو ـــ چپکے سے مجھے کہیں دفنا دینا۔ اب مجھ سے زیادہ نہیں بولا جاتا ـــ میرا خیال ہے کہ مجھے اور بھی کچھ کہنا تھا۔

انور :۔ یاد کر لو ـــ (ایک دم تشویش کے ساتھ) سلیمہ۔

سلیمہ :۔ ہاں ... انور میرے دماغ پر دھند سی چھا رہی ہے ـــ سبز ساڑھیاں میرے اردگرد لپیٹی جا رہی ہیں ـــ کتابوں کے ورق پھڑ پھڑا رہے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے ایک خاموش سی آندھی چل رہی ہے کشتی کا پیندا ٹوٹا ہوا ہے ـــ پتوار ندارد ـــ انور! ـــ سو گئے کیا؟

انور :۔ نہیں ـــ سلیمہ ـــ تمہاری اپنی آنکھیں بند ہو رہی ہیں۔

سلیمہ :- ہاں میری اپنی آنکھیں بند ہو رہی ہیں ـــــ لو اب میں رخصت چاہتی ہوں ـــــ مجھے معاف کر دینا ـــــ ہاں مجھے وہ بات یاد آگئی ـــــ انور سن رہے ہو؟

انور :- سن رہا ہوں سلیمہ۔

سلیمہ :- تم بہت اچھے ہو ـــــ بس مجھے یہی کہنا تھا کہ تم بہت اچھے ہو... ... تم بہت ہی اچھے ہو ـــــ

(آواز دھیمی ہو جاتی ہے)

(فیڈ آؤٹ)

ہتک

(فیڈ ان ـــ پیالی اور پرچ بجانے کی آواز آئے جو آہستہ آہستہ قریب آتی جائے۔ ساتھ ہی ساتھ ہوٹل کے چھوکرے کی سیٹی کی آواز بھی آئے جو کسی فلمی دھن میں ہو ـــــ بمبئی میں ہوٹل کے چھوکرے جو ہوٹل سے باہر چائے وغیرہ لے کر جاتے ہیں "باہر والے" کہلاتے ہیں یہ عموماً چائے کی خالی پیالی اور پرچ آپس میں بجایا کرتے ہیں کہ بلڈنگ کے رہنے والوں کو ان کی موجودگی کا علم ہو جائے اور وہ آرڈر دے سکیں)

سوگندھی :- اے باہر والا۔

باہر والا :- آیا ـــــ (چند سکنڈوں کے بعد) کیا لاؤں سوگندھی۔

سوگندھی :- دو چائے لا۔ ایک میں پانی کم ایک میں پانی زیادتی ـــــ اور دیکھ دو پان ـــــ ایک پونا سادہ۔ ایک دیسی کا لا تمباکو۔

باہر والا:۔ بس۔

سوگندھی:۔ بس ــــ جلدی آ ــــ (چٹکی بجاتی ہے)

(باہر والا پیالی اور پرچ بجاتا چلا جاتا ہے۔ چند لمحات تک یہ آواز آتی رہے)

مادھو:۔ کیا نام ہے تیرا؟

سوگندھی:۔ (ادا کے ساتھ) سوگندھی۔

مادھو:۔ سوگندھی ــــ اور تیری اس کھولی میں جو بری بری باس آتی ہے۔ چھی چھی چھی ــــ کیسے رہتی ہو تم یہاں؟

سوگندھی:۔ لے دو نا کوئی اچھا سا فلیٹ۔

مادھو:۔ پر تیرا دھندا تو یہی رہے گا ــــ اس کی بری باس تو آتی ہی رہے گی ــــ سوگندھی تیرا نام اتنا اچھا ہے تو آپ بھی اتنی اچھی ہے پر تو یہ کیا دھندا کر رہی ہے ــــ کیا بھاڑا ہے اس کھولی کا؟

سوگندھی:۔ اٹھارہ روپے اور میرا بھاڑہ ہے دس روپے جس میں سے ڈھائی دلالی کے چلے جاتے ہیں۔

مادھو:۔ لاج نہیں آتی تجھے اپنا بھاڑ بناتے ــــ جانتی ہے تو میرے ساتھ کس چیز کا سودا کر رہی ہے اور میں تیرے پاس کیوں آیا ہوں ــــ چھی چھی چھی ــــ تیرا بھاڑہ دس روپے ــــ اور جیسا کہ تو کہتی ہے ڈھائی روپے دلالی کے ــــ باقی رہے ساڑھے سات ــــ رہے نا ساڑھے سات؟

سوگندھی:۔ ہاں ساڑھے سات۔

مادھو:۔ ان ساڑھے سات روپیوں میں تو مجھے ایسی چیز دینے کا وچن دیتی ہے۔

جو تو دے ہی نہیں سکتی اور ــــ اور (ہنستا ہے) اور میں ایسی چیز تجھ سے لینے آیا ہوں جو میں لے ہی نہیں سکتا۔

سوگندھی:۔ پھر تو آیا کس لئے ہے؟

مادھو:۔ آیا کس لئے ہوں ــــ (توقف کے بعد جیسے جواب سوچ رہا ہے) یہ تو ہی سوچ کر آیا کس لئے ہوں ــــ بات تو یہ ہے کہ تو نے آج تک کبھی سوچا ہی نہیں ہے ــــ مجھے تو کوئی عورت بھی چلے گی پر میں تجھے چاہتا ہوں ــــ کیا یہ سوچنے کی بات نہیں؟ ــــ سوگندھی تو بہت ہی بھولی ہے ــــ پگلی تیرا میرا ناطہ ہی کیا ہے۔ کچھ بھی نہیں ــــ بس یہ دس روپے ہیں جن میں سے ڈھائی دلال لے جائے گا اور باقی ادھر ادھر بکھر جائیں گے ــــ یہ دس روپے جو تیرے اور میرے بیچ میں بج رہے ہیں تیرا من کچھ اور سوچتا ہے اور میرا من کچھ اور۔

سوگندھی:۔ یہ تو کھری بات کہی ہے تو نے۔

مادھو:۔ کیوں نہ کوئی ایسی بات کریں کہ تجھے میری ضرورت ہو اور مجھے تیری ــــ پگلی دنیا میں روپیہ ہی سب کچھ ہے ــــ پریم کے دو سچے بول اگر تجھ سے کوئی بول جائے تو دیکھ کیا ہوتا ہے۔ تیرے جیون کا سب اندھیارا دور ہو جائے گا ــــ کیا بھاڑا ہے تیری اس کھولی کا؟

سوگندھی:۔ (ایک دم چونک کر جیسے خیالات کی دنیا میں کھو گئی تھی) ک..... ک..... کیا کہا؟

مادھو:۔ میں کہتا ہوں یہ دھندا چھوڑ ــــ پونے میں جول ارہوں۔ پرمیشور کا

دیا بہت کچھ ہے ـــ مہینے میں ایک بار آیا کروں گا تین چار دن کے لئے
..... یہ..... یہ تیری ناک کو کیا ہوگیا ہے ۔ اتنی لال کیوں ہے ؟

سوگندھی :۔ لال ہے کیا ؟

مادھو :۔ تجھے کچھ پتا ہی نہیں ـــ سچ ہے تجھے بتانے والا کون ہے ۔ تیری ماں ہوتی، تیرا باپ ہوتا ـــ تیرا..... کہیں زکام نہ ہو جائے تجھے ۔ ٹھہر میں تیرے لئے دوا لاتا ہوں ـــ کوئی ڈاکٹر ہے آجو باجو.....

سوگندھی :۔ تم چنتا نہ کرو مادھو، یہ کچھ بھی نہیں ۔ اپنے آپ ٹھیک ہو جاؤں گی ۔

مادھو :۔ کیا کہا..... (توقف کے بعد) ارے..... یہ ننگی تصویریں تو نے اپنے سرہانے کیا لٹکا رکھی ہیں..... چھی چھی چھی ـــ بھئی میرے ہوتے یہ بالکل یہاں نہیں رہیں گی (تصویریں پھاڑنے کی آواز)..... میں تجھے اور تصویریں لا دوں گا..... (توقف کے بعد) اور یہ گھڑا ـــ کتنا میلا ہے، کب کا پانی بھرا ہے اس میں ـــ اور یہ چیتھڑے ـــ یہ چندیاں ـــ کتنی بُری باس آتی ہے ان سے ؟ اٹھا کر باہر پھینک ان کو تیرا جی نہیں گھبراتا ۔

سوگندھی :۔ رہنے بھی دو ۔

مادھو :۔ ارے کیا رہنے دوں ـــ سالا ہر جگہ کچرا پڑا ہے ـــ تجھے گھن نہیں آتی ؟ ـــ کیا بھاڑا ہے اس کھولی کا ؟

سوگندھی :۔ اٹھارہ روپے ۔

مادھو :۔ پونا پہنچتے ہی منی آرڈر کر دوں گا ـــ (توقف کے بعد) کوئی نوکر نہیں

تیرے پاس ـــ تیری کنگھی بھی ٹوٹی ہوئی ہے ۔ کبھی تو تیرے بالوں کا ستیاناس ہو رہا ہے ۔ کتنا دکھ ہوتا ہے مجھے ـــ یہی گھر جس کا تو..... کیا بھاڑا دیتی ہے تو اس گھر کا ؟ ـــ یہی گھر جس میں جگہ جگہ کچرا پڑا ہے بڑا سندر ہو سکتا ہے ـــ ہو کیا سکتا ہے اب ہو گا ـــ تو دیکھتی رہ کیا ہوتا ہے ۔ پونے میں حوالدار ہوں ۔ مہینے میں ایک بار آیا کروں گا تین چار دن کے لئے ـــ یہ دھندا چھوڑ اور عزت آبرو کے ساتھ رہ ـــ اور یہ سالا کتا ؟

(کتا بھونکتا ہے)

سوگندھی :۔ چپ رہ ـــ دیکھتا نہیں اپنا آدمی ہے ۔

مادھو :۔ پھانسی دے سالے کو ـــ کھجلا کھجلا کر سالے نے ایک بال نہیں رکھا انگ پر ـــ بیمار ہے تجھے بھی بیمار کرے گا ۔

سوگندھی :۔ پڑا رہنے دو یہیں ـــ اچھا ہو جائے گا ۔

مادھو :۔ اچھا کیا ہو گا ـــ تو کہتی ہے تو رہے سالا یہیں اور بھی تو کتی ہیں تیری روٹیاں توڑنے والے ـــ سچ تو یہ ہے کہ تیرا دل بڑا ہی اچھا ہے ۔ تو کسی جنور کو بھی دکھ نہیں دے سکتی ـــ پر مجھے بڑا دکھ ہوتا ہے ۔ جب سوچتا ہوں کہ آج تلک کسی نے بھی تیرے اس گن کو نہیں پہچانا ـــ سوگندھی (بڑے پیار کے ساتھ)..... سوگندھی ۔

نوٹ :۔ سچ تو یہ ہے ..... کے ساتھ ہی عقب میں بہت سوفٹ (مجھے اس کے لئے اردو میں کوئی لفظ نہیں مل سکا) موسیقی شروع ہو ۔

مادھو:۔ (عشق آلود لہجے میں) کیا بھاڑا ہے اس کھولی کا۔

سوگندھی:۔ اٹھارہ روپے۔

مادھو:۔ پونا پہنچتے ہی منی آرڈر کر دوں گا میری جان.....

سوگندھی:۔ مادھو۔

مادھو:۔ اب جاتا ہوں پھر آؤں گا میری جان.....

(نوٹ:۔ ــــ سوفٹ موسیقی چند لمحات کے بعد ہولے سے دروازہ بھیڑنے کی آواز آئے۔ خیال رہے کہ یہ آواز اونچی نہ ہو ــــ موسیقی پھر بھی جاری رہے ــــ چند لمحات کے بعد سوگندھی کے ذیل کے الفاظ اس موسیقی کے پردے پر سپرامپوز کئے جائیں۔)

سوگندھی:۔ ایسا لگتا ہے میں اس حولدار کو برسوں سے جانتی ہوں۔ آج تلک کسی نے مجھے نہیں بتایا تھا کہ میرا بھی ایک گھر ہے جو سورگ بن سکتا ہے۔ (سورگ کہہ کر اس کے تیقن میں تھوڑی سی لغزش آجاتی ہے) سورگ۔ (فوراً ہی اپنے آپ کو یقین دلا کر) ..... ہاں ہاں سورگ.... ... باس مارنے والے چیتھڑوں اور چندیوں۔ ننگی تصویریں۔ میلے گھڑے اور میرے الجھے ہوئے بالوں کا آج تلک کسی نے خیال کیا تھا۔ (اپنے آپ کو مخاطب کر کے) سوگندھی ــــ تجھ سے کبھی کیا کسی نے یہ کہا تھا "دیکھ تو آج تیری ناک کتنی لال ہو رہی ہے ــــ ٹھہر میں تیرے واسطے دوا لاتا ہوں" ــــ مادھو ضرور مجھ سے پریم کرتا ہے ــــ

پریم ..... پریم .....

(ایک دم دروازہ کھلتا ہے ــــ سوگندھی کی ہمسائی، ویسی ہی جیسی کہ خود سوگندھی ہے اندر داخل ہوتی ہے)

ہمسائی:۔ پریم ..... پریم ..... پریم ..... سالا جو کوئی بھی آتا ہے وہ یہی کہتا ہے میں تجھ سے پریم کرتا ہوں..... سب جانتی ہوں یہ پریم کیا بلا ہے۔

سوگندھی:۔ ہمارے باوا کا کیا جاتا ہے ــــ بولنے دو جھوٹ ان کو۔ ہم کب ان سے سچ بولتی ہیں ــــ یہ دھندا ہی ایسا ہے۔ ان کو بھی جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ ہم کو بھی جھوٹ بولنا پڑتا ہے ــــ پر کانتا اس جھوٹے جیون میں کوئی سچا بول سنائی دے تو کتنا آنند آتا ہے ــــ

ہمسائی:۔ سچا بول بھی تو سچا بول نہیں نا۔

سوگندھی:۔ نہ ہو ــــ پر تھوڑی دیر کے لئے آنند آجاتا ہے ــــ کاغذ کے پھول میں اگر باس ہو تو میں اٹھا کر اسے اپنے جوڑے میں لگا لوں ــــ جنہیں سچے گہنے پہننے کو نہیں ملتے وہ جھول چڑھے جھوٹے گہنوں ہی سے اپنا من پرچا لیتی ہیں ــــ کانتا دنیا میں اگر جھوٹ اور سچی چیزوں کے ساتھ ساتھ ایسی چیزیں نہ ہوتیں جو تھوڑی دیر کے لئے سچی معلوم ہوتی ہیں تو یہ جیون بہت ہی کٹھن ہو جاتا۔

ہمسائی:۔ یہ تو آج کیسی باتیں کر رہی ہے۔

سوگندھی:۔ کوئی چھیڑ گیا ہے میرے ہردے کے تار ــــ روم روم میں نیند سی رچ گئی ہے ــــ آ ــــ میری گود میں آجا ــــ تجھے لوری دے کر

سلاؤں.....

کانشا:۔ مستک تو نہیں پھر گیا تیرا۔

سوگندھی:۔ (اور زیادہ پیار کے ساتھ) آ۔ کانتا۔ آ۔ میری گود میں آجا۔ میں تیرے کان کو ہولے ہولے تھپتھپاؤں گی ـــ دھیرے دھیرے لوری دوں گی ـــ تو بھی سو جائے گی اور میں بھی سو جاؤں گی ... آ.....

لوری

صاف کٹوری کی سی آنکھیں چشمے گنگا جل کے
کیوں دکھ دیتی ہے نندیا کو نین رسیلے مل کے

سوجا ـــــ سوجا

سوجا میری ننھی منّی بھولی بھالی کانتا
نندیا نگری میں دیکھے گی سندر سپنے کل کے

اب سوجا ـــــ سوجا

وہ آکاش پہ کالی بدلی ڈول رہی ہے کب سے
تارے چھم چھم ناچ رہے ہیں چاند ابھرا ہے جب سے

سوجا ـــــ سوجا

سوجا میری ننھی منّی بھولی بھالی کانتا

نوٹ:۔ لوری ختم ہو تو ساز تھوڑی دیر ہولے ہولے بجتے رہیں۔ پھر سو جائیں۔

دوسرا منظر

(میونسپل کمیٹی کے داروغہ، صفائی نے شراب پی رکھی ہے۔ اپنے کام سے فارغ ہو چکا ہے اور گھر جانے کا ارادہ کر رہا ہے۔ سوگندھی بھی نشے میں ہے۔ مگر اس کی زبان میں لکنت نہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے نشے کو لب و لہجہ سے ظاہر کرنے کی کوشش نہ کرے۔ داروغہ کی زبان میں لکنت ہو مگر پروڈیوسر اس بات کا خاص خیال رکھے کہ وہ اس لکنت کو بقدر کفایت استعمال میں لائے۔)

سوگندھی:۔ سیٹھ بہت پلا دی تم نے ـــ سر درد کے مارے پھٹا جا رہا ہے۔

داروغہ:۔ (ہنستا ہے) بام لگاؤ بام ـــ میرے سر میں جب زیادہ پینے سے درد ہوا کرتا ہے تو میری بیوی مجھے بام ہی لگایا کرتی ہے ـــ سارے ماتھے پر یہ تیز تیز باس والی بام چپڑ دیا کرتی ہے اور میں سو جایا کرتا ہوں ـــ میری بیوی بڑی اچھی ہے سوگندھی ـــ بڑی اچھی ہے ـــ مجھے اس سے بہت محبت ہے ـــ ہاں تو بام لگاؤ بام ـــ بام ـــ سنا ـــ بڑی اچھی ہے میری بیوی..... یہ سالا کتا کیا کر رہا ہے تیرے پلنگ کے نیچے ؟

(کتا بھونکتا ہے)

سوگندھی:۔ چپ کر بے..... میرے سر میں درد ہوتا ہے۔

داروغہ:۔ میں منسپالٹی کا داروغہ ہوں۔ ایسا کتا گولی سے مار دینا چاہئے۔

گولی سے۔ میرے پاس دونالی بندوق ہے ـــ کسی دن سالے کو ڈھیر کر دوں گا ـــ اچھا، اب میں جاتا ہوں ـــ میری بیوی میری راہ دیکھ رہی ہوگی۔

(اٹھتا ہے اور لڑکھڑا کر گرنے لگتا ہے۔ کرسی سے اس کی ٹکر لگتی ہے)

کتا بھونکتا ہے

داروغہ:۔ (کتے کو ڈانٹتا ہے) اے.... چپ..... بام لگا بام ـــ اور بام لگا کے سو جا..... خبردار بھونکا ـــ سو جا..... (ہنستا ہے) میری بیوی بڑی اچھی ہے ـــ جب..... جب میں زیادہ پی جایا کرتا ہوں تو وہ میرے ماتھے پر بھی بام لگایا کرتی ہے..... پر آج تو میں نے زیادہ نہیں پی..... کیوں سوگندھی..... کیا زیادہ پی ہے.... ارے ـــ یہ سالا تیرا طوطا کیسا ہے ـــ (طوطے کو مخاطب کر کے) اے۔ گردن کہاں ہے تیری.... (ہنستا ہے) سوگندھی یہ کیسے جانور پال رکھے ہیں تو نے..... (ہنستا ہے) سالا کتا ہے تو اس کے بدن پر ایک بال نہیں۔ سالا یہ طوطا ہے تو اس کے پر ہی نہیں.... (ہنستا ہے) اس کی گردن کہاں ہے۔

سوگندھی:۔ سو گیا ہے..... (آواز سے یہ معلوم ہے جیسے وہ اپنے آپ سے اور داروغے سے تنگ آ گئی ہے۔ اپنے آپ سے اس لئے کہ اس کے سر میں درد ہے اور داروغہ سے اس لئے کہ وہ جانے کا نام ہی نہیں لیتا۔

داروغہ:۔ (ہنستا ہے) دونو سو رہے ہیں.... (کتے کو سیٹی بجا کر بلاتا ہے)..... سچ مچ سو گیا ہے..... اچھا..... اچھا تو میں اب جاتا ہوں.....

میں تیرے پاس اور ٹھیرنا سوگندھی پر مجھے اپنی بیوی کا خیال ہے..... میرا انتظار کر رہی ہوگی.... بام لگا بام اور سو جا..... سو جا میری جان۔

سوگندھی:۔ سو جاؤں گی سیٹھ۔

داروغہ:۔ بام لگا بام.... بڑی اچھی چیز ہے (ہنستا ہے) ماتھے پر لگتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ ٹین کا پترا جڑ دیا ہے کسی نے.... ٹین ٹھنڈا ہوتا ہے نا.... (کتے سے) اے، خبردار، جواب تو بھونکا ـــ گولی سے اڑا دوں گا۔ میں کہیں زیادہ تو نہیں پی گیا..... دونالی بندوق ہے میرے پاس.. اس سالے طوطے کی گردن کہاں ہے..... سوگندھی..... سوگندھی..... طوطے کی گردن کہاں ہے۔

سوگندھی:۔ (نشے کی حالت میں) گردن..... گردن.....

داروغہ:۔ سالی گردن ہی غائب ہے ـــ سوگندھی میں جاتا ہوں ـــ بھئی مجھے دیر ہو رہی ہے۔ میری بیوی انتظار کر رہی ہوگی۔

سوگندھی:۔ اچھا۔

داروغہ:۔ سالی گردن ہی غائب ہے..... کہاں گئی؟ ـــ ادھر بھی نہیں ادھر بھی نہیں..... حد ہو گئی ہے..... سوگندھی تو بام مل بام..... تیرا سر دکھ رہا ہے..... میری بیوی میرے ماتھے پر یہی دوا لایا کرتی ہے۔ ... روپے لے لئے ہیں نا تو نے.... سوگندھی..... سوگندھی.....

سوگندھی:۔ (درد کی تکلیف کے ساتھ) کیا ہے سیٹھ؟

داروغہ:۔ روپے لے لئے ہیں نا تو نے؟

سوگندھی:۔ روپے..... روپے.... ہاں لے لئے..... مجھے
مجھے نیند آرہی ہے۔

داروغہ:۔ سوجا..... بام مل اور سوجا..... میں جاتا ہوں..... میری بیوی
میری راہ دیکھ رہی ہوگی..... بڑی اچھی ہے..... سالی گردن ہی
غائب ہے..... اے..... اے..... اے..... اچھا میں جاتا ہوں..... تو سوجا..
پر دروازہ بند کر لیجو اندر سے.....

سوگندھی:۔ اچھا۔

داروغہ:۔ دروازہ بند کر لیجو اندر سے..... ہیں؟

سوگندھی:۔ اچھا۔

داروغہ:۔ سالی گردن ہی غائب ہے..... حد ہوگئی ہے..... (یہ کہتا ہوا
وہ مائکروفون سے دور ہو جاتا ہے..... آخر میں دروازہ کھولنے کی آواز)
دروازہ بند کر لیجو اندر سے سوگندھی۔
(دروازہ اندر سے بند کر دیا جاتا ہے)

سوگندھی:۔ (تھکے ہوئے لہجے میں) موا جانے کا نام ہی نہیں لیتا تھا..... اور
..... اور..... میرا سر درد کے مارے پھٹا جا رہا ہے ـــــ بام... بام
مل ہی لوں (شیشی پر سے ٹین کا ڈھکنا اتارنے کی آواز)..... ماتھے پر
سچ پچ ٹین کا پترا جڑ دیا گیا ہے..... دو بج گئے..... (ہولے ہولے
سوفٹ موسیقی شروع ہوتی ہے) اوہ..... ف..... سر میں کتنا درد
ہے..... پر آنکھیں پھر بھی نیند سے بوجھل ہو رہی ہیں.....

نوٹ:۔ چند لمحات تک بیک گراؤنڈ میوزک جاری رہے پھر ہولے
ہولے تحلیل ہو جائے ـــــ اس کے بعد چند سکنڈوں تک مکمل
خاموشی طاری رہے۔ صرف سوگندھی کے غیر ہموار سانسوں کی آواز
آئے ـــــ اس کے بعد بہت دور سے دستک کی آواز سنائی دے۔
..... وقفہ..... پھر دستک کی آواز آئے۔ اب کی دفعہ کچھ زور کی
سوگندھی خواب میں کچھ بڑبڑائے..... اب کے دستک کی آواز
ایک دم اونچی ہو جائے ـــــ سوگندھی دفعتاً ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔

سوگندھی:۔ کون ہے..... (وقفہ) کوئی بھی نہیں.....
(دروازے پر دستک ہوتی ہے)

سوگندھی:۔ (اپنے آپ سے) کون ہے..... (اٹھتی ہے۔ قدموں کی چاپ ـــــ
پھر دروازہ کھولنے کی آواز)..... کون رام لال۔

رام لال:۔ (کھنچی کھنچی آواز میں) تجھے سانپ سونگھ گیا تھا یا کیا ہوا تھا۔ ایک کلاک
سے باہر کھڑا دروازہ ٹھوک رہا ہوں تو کہاں مر گئی تھی (آواز اور زیادہ
دبا کر) اندر کوئی اور تو نہیں۔

سوگندھی:۔ (نیم غنودگی اور نشے کی حالت میں) نہیں۔

رام لال:۔ (آواز بلند کر کے) پھر تو نے دروازہ کیوں نہیں کھولا ـــــ بھئی
یوں دھندا ہو چکا ـــــ گھوڑے بیچ کے سو جاتی ہو۔ کوئی باہر کھڑا
کھڑا سوکھ جائے سالا ـــــ اب تو میرا منہ کیا دیکھتی ہے (دروازہ
بھیڑنے کی آواز) جھٹ پٹ یہ دھوتی اتار اور وہ اپنی پھولوں والی

سوگندھی:۔ ٹھہر..... میں ایک ڈونگا پانی کا پی لوں ـــــ پیاس لگی ہے۔

(گھڑے میں ڈونگا ڈالنے اور پانی پینے کی آواز)

سوگندھی:۔ آگ سی لگ رہی ہے سینے میں۔

رام لال:۔ کمتی پیا کر..... چل اب .....

سوگندھی:۔ چل۔

(دونوں چلتے ہیں ـــ دروازہ کھلنے کی آواز..... پھر قدموں کی چاپ ـــ قدموں کی چاپ چند لمحات آتی رہے۔ اس پر ذیل کے مکالمے کا کچھ حصہ سپرامپوز کیا جائے)

سوگندھی:۔ پچھلا پہر ہے رات کا۔

رام لال:۔ کوئی پہر ہو اپنا کام ہے جانا..... کیوں؟

سوگندھی:۔ ٹھیک ہے۔

رام لال:۔ وہ موٹر کھڑی ہے نکڑ پر۔

سوگندھی:۔ میرا جی اچھا نہیں ـــ ہوا میں بھی برانڈی کی باس آ رہی ہے۔

رام لال:۔ موٹر کی سیر کرے گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا ـــ لے نواب یہاں کھڑی ہو جا..... میں بات کر لوں۔

(صرف رام لال کے قدموں کی چاپ)

رام لال:۔ سیٹھ آ گئی..... یک دم اچھی چھوکری ہے۔ ہنسنے کھیلنے والی تنگ کرے تو میرا ذمہ..... بلاؤں..... (ذرا آواز بلند کر کے) سوگندھی ادھر آ۔ سیٹھ بلاتے ہیں۔

(صرف سوگندھی کے قدموں کی چاپ)

رام لال:۔ بیڑی جلا کے دیکھ لو سیٹھ۔

(بیڑی جلانے کی آواز)

سیٹھ:۔ یہ چھوکری لایا ہے تو..... (انتہائی نفرت کے ساتھ) اوہ..... ڈرائیور چلو۔

(ایک دم انجن سٹارٹ ہوتا ہے۔ موٹر ایک لمبا سا سانس لیتی ہے اور یہ جا وہ جا چند لمحات تک موٹر کے چلنے کی آواز آتی رہے)

سوگندھی:۔ یہ کیا ہوا۔

رام لال:۔ (ہولے سے) پسند نہیں کیا تجھے۔

سوگندھی:۔ پسند نہیں کیا مجھے۔

رام لال:۔ ہاں۔

سوگندھی:۔ (ایک دم دوڑتی ہے۔ دیوانہ وار چلاتی ہوئی) سیٹھ..... او سیٹھ..... سیٹھ..... ذرا موٹر روک اپنی..... موٹر روک اپنی ..... سیٹھ..... او سیٹھ..... موٹر روک اپنی..... (گلے میں آواز رندھ جاتی ہے) سیٹھ..... (آواز میں التجا سی پیدا ہو جاتی ہے) سیٹھ ..... ذرا موٹر روک اپنی.....

رام لال:۔ کیا ہو گیا ہے تجھے سوگندھی؟

سوگندھی:۔ (اپنے خیال میں)..... چلا گیا..... میرے منہ پر تھوک کر چلا گیا..... مجھے پھٹکار کر چلا گیا۔

رام لال:۔ میرا وقت بھی خراب کیا سالے نے ۔

سوگندھی:۔ (اپنے خیال میں) اونہہ ..... یہ چھوکری لایا ہے تو ..... یہ چڑیل ..... یہ چھچھوندر ..... اونہہ .....

رام لال:۔ چل اب گھر چل ۔

سوگندھی:۔ اونہہ ... دس روپے اور یہ چھوکری ... خچر کیا بری ہے ۔

رام لال:۔ چل اب ہٹا اس قصے کو ۔

سوگندھی:۔ رام لال ایک بار تو اس سیٹھ کو پکڑ کر میرے سامنے لے آ .....
ایک بار پھر وہ بیڑی کی روشنی میرے منہ پر مارے اور "اونہہ" کرے ..
میں اس کا منہ نوچ لوں ..... اس کے سر کا ایک ایک بال اکھیڑ ڈالوں .....
... ٹانگوں سے پکڑ کر موٹر کے باہر گھسیٹ لوں اور دھڑا دھڑ ٹکے مارنا
شروع کر دوں اور جب تھک جاؤں ... (ہانپنا شروع کر دیتی ہے)
جب تھک جاؤں تو ..... تو رونے لگ جاؤں .....

رام لال:۔ کیا ہو گیا تجھے ؟

سوگندھی:۔ (رونی آواز میں) یہ سچ ہے کہ اب میرا وہ پہلا سا رنگ روپ نہیں
رہا، جب مجھے کوئی چنتا نہیں تھی اور میں اپنے ماں باپ کے ساتھ رہتی
تھی پر ..... پر میری جوانی بالکل تو نہیں ڈھل گئی ..... میں ایسی بری
تو نہیں ہو گئی کہ لوگ میرے منہ پر تھوک دیں ....

رام لال:۔ تجھے برا کس نے کہا ہے ؟

سوگندھی:۔ (غصے کے ساتھ) تیرے اس موٹر والے سیٹھ نے (ایک دم گالی

دیتے دیتے رک جاتی ہے) ... جی چاہتا ہے ایسی گالی دوں ۔ ایسی گالی
دوں ... پر گالی دینے سے کیا ہو گا ... میرے سامنے ہو تو میں اس سے
صرف ایک بات کہوں ... کپڑے پھاڑ کر اس کے سامنے کھڑی ہو جاؤں
اور کہوں ... کیا کہوں کیا نہ کہوں ... کچھ سمجھ میں نہیں آتا ... میرے سارے
شہر میں اس کی "اونہہ" نے ہلچل مچا دی ہے ... (توقف) ... میں نے
اس کا کیا بگاڑا تھا جو اس نے میرا اپمان کیا ...

(موٹر کا انجن پھڑ پھڑاتا ہے ۔ ایک لحظے کے لئے)

سوگندھی:۔ موٹر آ گئی .....

رام لال:۔ یہ تو سامنے والی دکان کا بورڈ کھڑکا ہے ... تیرے کان بج رہے ہیں ۔

سوگندھی:۔ (ہولے ہولے) میرے کان بج رہے ہیں ... سچ مچ میرے کان
بج رہے ہیں ... مجھ میں کیا برائی ہے رام لال ... بتا ... میں نے آج
تک کسی بری شکل والے کو اپنے گھر سے دھتکارا ہے ؟ میرے بستر پر ...
میرے ہاتھوں پر ... میرے منہ پر یہ لوگ الٹیاں کرتے رہے ہیں ....
مجھے گھن آتی تھی پر میں نے کبھی ان کو معلوم نہیں ہونے دیا ۔

رام لال:۔ بھٹی میں چلا ... (قدموں کی چاپ)

سوگندھی:۔ موٹر ایک بار پھر آ جائے ... صرف ایک بار ... سیٹھ میرے منہ
پر بیڑی کی روشنی مارے ... مجھے دھتکارے ... پر تھوڑی سی مہلت دے
کہ میں اسے جواب دے سکوں ۔

سوگندھی:۔ (خود ہی بولے مگر بالکل دوسرے لہجے میں ۔ ایسا معلوم ہو کہ اس کا

ناطق وجود بول رہا ہے)۔۔۔ کیا جواب دے گی تو۔۔۔ ایک بار پھر آئے۔۔۔۔
ایک بار پھر آئے۔۔۔۔ یہ کیا رٹ لگا رکھی ہے تو نے۔۔۔۔ چل گھر چل۔ ٹھنڈے
پانی کا ایک ڈونگا پی اور بام مل کے سو جا۔۔۔ سیٹھ اور اس کی موٹر کی ایسی تیسی۔

سوگندھی:۔ (خود) سیٹھ اور اس کی موٹر کی ایسی تیسی۔۔۔۔ پر۔۔۔۔ پر۔۔۔۔

(موٹر کا انجن پھڑ پھڑاتا ہے)

سوگندھی:۔ یہ کیا؟

سوگندھی:۔ (اس کا ناطق وجود) کچھ بھی نہیں۔۔۔۔ تیرے کان بج رہے ہیں۔۔۔۔
چل گھر چل۔۔۔ پگلی۔۔۔ کسی کے کہنے سے آدمی برا تھوڑی ہو جاتا ہے۔

سوگندھی:۔ (خود) بات تو سچی ہے۔۔۔۔ کسی کے کہنے سے آدمی برا
تھوڑی ہو جاتا ہے۔

سوگندھی:۔ (ناطق وجود)۔۔۔۔ یاد ہے پچھلے کرسمس میں احمد آباد کا ایک
لونڈا تیرے پاس آ کے ٹھیرا تھا۔۔۔ اس کا بٹوہ کہیں گم ہو گیا تھا۔۔۔ تو نے
اس کے دس روپے واپس دے دیئے تھے۔۔۔۔

سوگندھی:۔ (انتہائی بے چارگی کے ساتھ) اس سے کوئی مجھ سے کہہ دے سوگندھی
۔۔۔۔ تو تو بہت اچھی ہے"

سوگندھی:۔ (ناطق وجود) کسی کے کہنے نہ کہنے سے کچھ نہیں ہوتا سوگندھی۔۔۔
تو ہے ہی اچھی۔۔۔۔ چل اب گھر چل۔۔۔۔

سوگندھی:۔ (خود) چل اب گھر چل۔۔۔۔

(چند لمحات تک قدموں کی چاپ۔۔۔۔ دروازے کی کنڈی کھڑکھڑاتی

ہے)۔

سوگندھی:۔ (حیرت سے) یہ تالا کس نے کھولا؟

(دروازہ کھولتی ہے)

سوگندھی:۔ کون۔۔۔۔ مادھو۔

مادھو:۔ (ہنستا ہے) آج تو نے میرا کہا مان ہی لیا۔۔۔۔ فجر کی سیر تندرستی کے
لئے بڑی اچھی ہوتی ہے (ہنستا ہے) ہر روز اسی طرح سیر کو جایا کرے تو تیری
ساری سستی یوں دور ہو جائے یوں (چٹکی بجاتا ہے)۔۔۔۔ وکٹوریہ گارڈن
تک تو ہو آئی ہو گی تو۔۔۔ کیوں؟ (ہنستا ہے)

سوگندھی:۔ میں آج تیری راہ ہی دیکھ رہی تھی۔

مادھو:۔ (ہنستا ہے۔۔۔ ہنستے ہنستے تھوڑا سا چونک کر) میری راہ دیکھ رہی
تھی تو۔۔۔۔ تجھے معلوم تھا کہ میں آج آنے والا ہوں۔

سوگندھی:۔ (مسکرا کر) میں نے رات تجھے سپنے میں دیکھا تھا۔۔۔۔ اٹھی تو کوئی
بھی نہیں تھا۔ سوچی نے کہا چلو کہیں باہر گھوم آئیں۔۔۔۔ اور۔۔۔۔

مادھو:۔ (کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ) اور میں آ گیا۔۔۔۔ بھئی وہ جو کسی نے کہا ہے
کہ دل کو دل سے راہ ہے ایک دم ٹھیک ہے۔۔۔۔ یہ سپنا تو نے
کب دیکھا تھا؟

سوگندھی:۔ چار بجے ہوں گے۔

مادھو:۔ اور میں نے۔۔۔۔ میں نے کتنے بجے دیکھا تھا۔۔۔۔ ہاں دو بجے۔۔۔
جیسے تو پھولوں والی ساڑھی۔۔۔۔ ارے، بالکل یہی ساڑھی پہنے میرے

بازو میں کھڑی ہے ..... تیرے ہاتھوں میں ..... کیا تھا تیرے ہاتھوں میں ..... ہاں تیرے ہاتھوں میں روپوؤں سے بھری تھیلی ہے۔

سوگندھی:۔ تھیلی۔

مادھو:۔ ہاں تھیلی ..... تو نے تھیلی میری جھولی میں رکھدی اور کہا مادھو۔ تو چنتا کیوں کرتا ہے ..... ارے لیتا کیوں نہیں۔ تیرے میرے پیسے کوئی دو ہیں ..... یہ سنکر سوگندھی تیری جان کی قسم ایک دم ٹکٹ کٹا کے ادھر چلا آیا ـــ کیا سناؤں۔ بڑا الفڑا ہو گیا ہے۔ بیٹھے بٹھائے ایک کیس میں پھنس گیا ہوں

سوگندھی:۔ کیس؟ ..... (گھبرا کر) جیل ویل کا تو ڈر نہیں۔

مادھو:۔ بیس تیس روپے ہوں تو انسپکٹر کی مٹھی گرم کر کے چھٹکارا مل سکتا ہے ..... لیٹ جا آرام سے ..... تیرے پیر دبا دوں ـــ سیر کی عادت نہ ہو تو تھکن ہو ہی جایا کرتی ہے ..... ادھر میری طرف پیر کر کے لیٹ جا۔

سوگندھی:۔ تو مٹھی چاپی چھوڑ مادھو ..... میرا تو دل دھک دھک کرنے لگا ہے ـــ ساری بات سنا مجھے۔ بیس تیس کیا سو پچاس بھی خرچ ہو جائیں تو کوئی بات نہیں ـــ واپس کب جائے گا تو؟

مادھو:۔ دوپہر کی گاڑی سے ..... زیادہ دینے کی ضرورت نہیں ..... پچاس میں کام چل جائے گا۔

سوگندھی:۔ سو لے جا .....

مادھو:۔ سو؟

سوگندھی:۔ ہاں ..... ہاں ..... ادھر ہٹ مجھے اٹھنے دے۔

(وقفہ)

سوگندھی:۔ پچاس کہے تھے نا تو نے۔

مادھو:۔ (ہنستا ہے) تصویروں کے پیچھے چھپا کے رکھا ہے مال پانی (ہنستا ہے)

(سوگندھی کھلکھلا کے ہنستی ہے ـــ تیز اور نوکیلی ہنسی)

مادھو:۔ (گھبراہٹ کے ساتھ) کس کا فوٹو دیکھ کر تو ہنسی ہے اس زور سے۔

سوگندھی:۔ اس کی ..... منسی پالٹی کے اس داروغہ کی ..... مادھو ذرا تھوڑا تو دیکھ اس کا ..... کہتا تھا ایک رانی مجھ پر عاشق ہو گئی تھی ..... (انتہائی نفرت کے ساتھ) ..... اونہہ ..... (فریم کیل سمیت اکھاڑ لیتی ہے۔ ـــ پھر فرش پر دے مارتی ہے۔ شیشہ ٹوٹنے کی آواز) رانی بھنگن کچرا اٹھانے آئے گی تو میرے اس راجہ کو بھی لے جائے گی، اپنے ٹوکرے میں (تیکھی ہنسی)

مادھو:۔ (کھسیانی ہنسی) ہی ہی ہی .....

سوگندھی:۔ دوسرا فریم کیل سمیت اکھاڑتی ہے) اس سالے کا یہاں کیا کام ہے ..... بھونڈی شکل کا کوئی آدمی یہاں نہیں رہے گا ..... کیوں مادھو

(فریم زمین پر ٹپک دیتی ہے)

مادھو:۔ (کھسیانی ہنسی) ہی ہی ہی .....

سوگندھی:۔ اور یہ گھن چکر ..... اور .....

مادھو:۔ (کھسیانی ہنسی) ..... میرا فوٹو۔

سوگندھی:۔ (ایک فریم اکھیڑتی ہے۔ پھر دوسرا)

مادھو:۔ ہائیں۔

(سوگندھی دونوں فریم فرش پر دے مارتی ہے)

مادھو:۔ (ہنسنے کی کوشش کرتا ہے) اچھا کیا ..... مجھے بھی یہ فوٹو پسند نہیں تھا۔

(ہنسنے کی کوشش کرتا ہے)

سوگندھی:۔ (بالکل بدلے ہوئے لہجے میں) تجھے اپنا فوٹو پسند نہیں تھا ..... یہ اپنی صورت تو بہت پسند ہوگی۔

(مادھو ہنسنے کی کوشش کرتا ہے)

سوگندھی:۔ یہ تیری پکوڑا ایسی ناک ..... یہ تیرا بالوں بھرا ماتھا ... یہ تیرے سوجے ہوئے نتھنے ..... یہ تیرے مڑے ہوئے کان ... یہ تیرے منہ کی باس یہ تیرے انگ کا میل ... بڑا سندر جوان ہے نا تو ... پونے میں حوالدار ہے ..... مہینے میں دو تین دن میرے ہاں آتا ہے .....

مادھو:۔ (جھڑک کر) سوگندھی ..... مجھے ایسا لگتا ہے کہ تو نے پھر اپنا دھندا شروع کر دیا ہے ـــــ دیکھو اب کے تجھ سے آخری بار کہتا ہوں ـــ مان جا میرا کہنا، نہیں تو پچھتائے گی ـــ عزت آبرو کے ساتھ رہ ـــــ اس مہینے کا خرچ پونا پہنچتے ہی تجھے منی آرڈر کر دوں گا ..... کیا بھاڑا ہے اس کھولی کا۔

سوگندھی:۔ اٹھارہ روپے بھاڑا ہے اس کھولی کا اور دس روپے بھاڑا ہے میرا (مادھو کے انداز میں) ..... اور جیسا تجھے معلوم ہے ڈھائی روپے دلالی کے

باقی رہے ساڑھے سات ـــ رہے نا ساڑھے سات ..... پگلے تیرا میرا ناتا ہی کیا ہے کچھ بھی نہیں ـــــ بس یہ دس روپے ہیں جو تیرے اور میرے بیچ میں بج رہے ہیں ـــ آ۔ دونوں مل کر کوئی ایسی بات کریں کہ تجھے میری ضرورت ہو اور مجھے تیری ..... کیا بھاڑا ہے یہاں سے پونے کا .....

یہ تیری ناک اتنی لال کیوں ہو رہی ہے اور یہ تو نے اپنے بالوں کا کیا سنیاناس کر رکھا ہے۔

مادھو:۔ سوگندھی میری ٹوپی ـــ

سوگندھی:۔ تو ٹوپی کہتا ہے اسے ..... یہ چیتھڑا ہے ..... کتنی باس مارتا ہے اٹھا کے باہر پھینک اس کو۔

(ٹوپی گرنے کی آواز)

مادھو:۔ سوگندھی

سوگندھی:۔ کیا بھاڑا ہے یہاں سے پونے کا ..... پرمیشور کا دیا بہت کچھ ہے پونے میں حوالداری چھوڑ ـــ کیا تجھے یہ دھندا کرتے لاج نہیں آتی ـــ یہاں میرے ساتھ عزت آبرو کے ساتھ رہ ـــ کیا بھاڑا ہے یہاں سے پونے کا۔

مادھو:۔ سوگندھی۔

سوگندھی:۔ سوگندھی کے بچے تو آیا کس لئے ہے یہاں ..... ماں رہتی ہے تیری اس کھولی میں جو تجھے پچاس روپے پیکے سے دے دیگی یا تو کوئی ایسا گبھرو جوان ہے جو میں تجھ پر عاشق ہو گئی ہوں ... کمینے کتے مجھ پر رعب گانٹھتا ہے۔ بھیک منگے تو اپنے آپ کو سمجھ کیا بیٹھا ہے ـــ چور اچکے ـــ لفنگے ـــ

شہدے ـــــ بدمعاش.....

مادھو :- (دب کر) سوگندھی کیا ہوگیا ہے تجھے ؟

سوگندھی :- تیری ماں کا سر..... الو کے پٹھے تو ہوتا کون ہے مجھ سے یہ پوچھنے والا نکل یہاں سے .... دور ہو جا میری نظروں سے .....

(کتا بھونکنا شروع کرتا ہے)

مادھو :- م.....م..... میری ٹوپی۔

سوگندھی :- پڑی رہنے دے یہیں۔ خبردار جو تو نے اٹھائی ..... تو پونا پہنچ، میں اسے منی آرڈر کر دوں گی (ہنسنا شروع کر دیتی ہے ـــ بے تحاشا ـــ کتا اس ہنسی کا ساتھ دیتا ہے اور زور زور سے بھونکتا ہے ـــ چند لمحات کے بعد بھونکتا بھونکتا وہ مائکروفون سے دور ہو جاتا ہے جیسے وہ مادھو کے پیچھے پیچھے باہر چلا گیا ہے ـــ سوگندھی کی تھکی ہوئی ہنسی کی آواز آتی ہے جو فوراً ہی سسکیوں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ سوگندھی پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیتی ہے.....)

سوگندھی :- (سسکیوں کے ساتھ اپنے کتے کو پچکارتی ہے) پچ پچ پچ پچ .... موتی ..... آ..... میرے جانی آجا... آجا..... آسو جائیں .....

(لوری کا میوزک شروع ہوتا ہے ـــ سوگندھی کتے کو لوری دیتی ہے۔ لفظ ادا نہیں کرتی۔ صرف ہوں ہوں کر کے لوری کا انترہ اور استھائی گاتی ہے ـــ آہستہ آہستہ فیڈ آؤٹ)